پریشان حال لوگوں کیلئے انمول تحفہ

مصائب

اور

اُن کا علاج

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت

حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ودیگر اکابرین

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

☎061-540513-519240

مصائب اور اُن کا علاج

(اضافہ شدہ ایڈیشن)

ازافادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ودیگر اکابرین

مرتب

محمد راشد صاحب

ناشر

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-540513
061-519240
E-MAIL: Ishaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

نام کتاب.........مصائب اور اُنکا علاج

تاریخ اشاعت......جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

مطبع...........سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔

نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

حدیث قدسی

مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعَمَائِیْ وَلَمْ یَقْنَعْ بِعَطَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ.

(مجموعہ احادیث قدسی)

ترجمہ: جو میرے فیصلے پر راضی نہ ہوا اور میری آزمائش پر صبر نہ کیا اور میری نعمت پر شکر نہ کیا اور میرے دیئے ہوئے پر قناعت نہ کی تو اُس کو چاہیے میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے۔

(یہ کلمات ایک طویل حدیث کا حصہ ہیں)

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ ابنِ عَبَاس رَضِیَ اللّٰہُ عنھُمَا أنَّ رسُولَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہ وَسَلَّم کَانَ یقولُ عِنْدَ الکَربِ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمُ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت
(یہ کلمات) پڑھا کرتے تھے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کی قدر و منزلت بے اندازہ
ہے جو قدرت کے باوجود گناہ کی سزا میں جلدی نہیں کرتا۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش کا رب ہے بے انداز
قدر و مرتبہ والا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے
اور عرش کا رب ہے قدرت کے باوجود معاف کرتا ہے۔
وفا کرنیوالا ہے اور امید سے زیادہ دینے والا ہے۔

(بخاری و مسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

حدیث مبارکہ "الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر" کے تحت ایک مومن کی زندگی طرح طرح کی دنیاوی داؤ پیچ کا شکار رہتی ہے جس سے ایک مومن بظاہر تکلیف میں دکھائی دیتا ہے لیکن حق تعالیٰ سے مضبوط تعلق کی بدولت جہاں اسے جسماً تکلیف و پریشانی آتی ہے وہاں اسے منجانب اللہ قلبی سکون کی دولت بھی میسر ہوتی ہے۔

لہٰذا دنیا۔ کہ مصائب میں بھی راحت و سکون قلب کے لئے حق تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کی ضرورت ہے زیر نظر کتاب "مصائب اور ان کا علاج" اسی تعلق کو مضبوط کرنے اور مصائب کی نوعیت کے مطابق کرنے کے اعمال پر مشتمل ایک ترتیب شدہ مضامین کا مجموعہ ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور دیگر اکابرین کی کتب سے انتخاب شدہ اس مجموعہ کی تیاری کا اولاً کام احقر نے شروع کیا پھر ہمارے دوست محمد راشد صاحب نے بھی اسی طرح کا کام شروع کیا ہوا تھا احقر نے اپنا مسودہ بھی ان کو ارسال کیا انہوں نے محنت بسیار سے سارے مسودہ کو جدید ترتیب دیکر ادارہ کو طباعت کے لئے ارسال کیا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

امید واثق ہے کہ اس پریشان حالات میں مسلمان اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا کر ایسے حالات میں بھی اپنی زندگی میں قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر سکیں گے۔ بلاشبہ یہ کتاب دور حاضر میں ہر مسلمان کے لئے بالعموم اور مصائب کے شکار عوام الناس کے لئے بالخصوص نافع رہے گی۔

اللہ پاک شرف قبول نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد اسحٰق عفی عنہ

ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ جس سے دین کا کام لیتے ہیں اس کیلئے ویسے ہی اسباب بھی مہیا فرمادیتے ہیں۔محترم جناب قاری محمد اسحاق صاحب مدظلہم ناظم ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کواللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ انہوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات سے مختلف عنوانات کے تحت بہترین مجموعہ ہائے مضامین مرتب فرمائے ہیں۔اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطافرمائے۔آمین

ایک مرتبہ دوران ملاقات قاری صاحب نے بندہ سے عرض کیا کہ مصیبتوں اور پریشانیوں سے متعلق اگرکوئی مضامین دوران مطالعہ آجائیں توانہیں جمع کرتے رہیں۔بندہ نے عرض کیا کہ میں نے پہلے ہی اس سلسلے میں نہ صرف کافی مواد جمع کیا ہوا ہے۔بلکہ انہیں ترتیب بھی دے دی ہے قاری صاحب نے یہ سن کراپنے جمع شدہ مضامین بھی بندہ کے حوالے کردیئے کہ انہیں بھی مناسب ترتیب کے ساتھ لگادیں۔بسیار محنت وکوشش کے بعد مجموعے کودوبارہ ترتیب دیا۔اس طرح بندہ کی پہلی کاوش کتابی شکل میں مرتب ہوکر منظر عام پرآگئی الحمدللہ۔تاہم پہلا ایڈیشن ختم ہونے کے بعد کتاب کی ازسرنو ترتیب کی ضرورت محسوس ہورہی تھی۔اس لئے اب دوسرا ایڈیشن جدید ترتیب اور مزید اضافوں کیساتھ پیش خدمت ہے۔اللہ تعالیٰ اس مجموعے کوہم سب کیلئے نافع اور ذخیرہ آخرت بنائے۔آمین

مرتب

محمد راشد

ڈیرہ اسماعیل خان

فہرست مضامین

مقدمہ

دنیا۔ تغیرات کی آماجگاہ

دنیا ایسے تغیرات وحوادث کی آماجگاہ ہے کہ اس کے کسی حال کو کسی وقت قرار نہیں کبھی صبح ہے، کبھی شام، کبھی چاندنی کبھی اندھیری، کبھی دن چھوٹے کبھی بڑے کبھی خشکی اور کبھی برسات۔

کسی کی ایک طرح پر بسر نہ ہوئی انیس ☆ عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

ایک ہی شخص پر اس کی عمر میں جتنے بڑے بڑے انقلابی دور گزرتے ہیں۔ ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ ہر شخص پر کوئی نہ کوئی ایسا وقت آتا ہے کہ اس کی فرحت وانبساط اور مسرت وخوشی کی حد نہیں ہوتی۔ اسے اس وقت بھول کر بھی یہ تصور نہیں آتا کہ یہ حالت مصیبت ورنج کے ساتھ بدل سکتی ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اب اس مصیبت کا کوئی علاج نہیں۔

دنیا اور اہل دنیا کے عروج ونزول ترقی وتنزل کی داستانیں فقط وہی نہیں جو تاریخ کے غیر محصور دفتر میں محفوظ نظر آتی ہیں۔ بلکہ اگر غور کیجئے تو انسان کے گردوپیش کی کل کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ ایک درس عبرت اور ہر انسانی حالت کی بے ثباتی کی خاموش داستان ہے۔

ہر تجدد ہے غیب کی آواز ☆ ہر تغیر میں ہیں ہزاروں راز

الغرض آفات وحوادث ترقی وتنزل کے انقلابی دور فقط غربا ومساکین یا بے کس وبے بس لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ دنیا میں آنے والے ہر انسان کو اس سے دوچار ہونا ناگزیر ہے جو محض تقدیر خداوندی کے تابع ہے۔

ذرہ ذرہ دہر کا پابستہ تقدیر ہے ☆ زندگی کے خواب کی جامی یہی تعبیر ہے
(مصیبت کے بعد راحت)

اور دنیا فی الواقع جیل خانہ ہے جیسا حدیث میں سجن (جیل خانہ) آیا ہے اور اس کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد ہرگز بھی قابل التفات نہیں۔

حال دنیا پر سیدم از فرزانہ ☆ گفت یا خوابے ست یا بادے ست یا افسانہ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل دروے بہ بست ☆ گفت یا غولے یا دیوے ست یا دیوانہ

''ایک عاقل سے دنیا کی حالت کے متعلق میں نے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ دنیا ایک خواب ہے یا ایک ہوا ہے یا ایک افسانہ ہے۔ پھر میں نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے اس دنیا میں دل لگایا تو اس نے جواب دیا کہ وہ یا تو غول ہے یا دیو ہے یا دیوانہ ہے۔ (دنیا و آخرت)

دنیا میں خوشی کم اور مصائب زیادہ

حدیث نبوی میں ارشاد ہے''انسان پیدا کیا گیا ہے اور اس میں ننانوے آفتیں (یعنی بکثرت آفات) بھری پڑی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی پیش نہ آئے تو بڑھاپا تو کہیں گیا ہی نہیں (جو سو عیبوں کا ایک عیب اور ہزار آفتوں کی ایک آفت ہے) اسی غلبہ آفات کی طرف اس حدیث نبوی میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ'' آدم علیہ السلام کا پتلا جب اللہ نے بنایا اور مٹی کو پانی میں بھگویا ہے تو چالیس دن اس پر پانی پڑا ہے اور چالیس دن اس پر مینہ برسایا گیا ہے تو روایات میں ہے کہ اس مٹی پر انتالیس دن غم کا مینہ برسا ہے اور ایک دن خوشی کا۔

اس لئے دنیا میں خوشی کم ہے اور مصیبت زیادہ ہے۔ (فلسفہ نعمت و مصیبت)

زیر نظر کتاب میں اسی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مصائب کی کیا حقیقت اور حکمتیں ہیں اور اس سے متعلق شرعی احکام اور دستور العمل کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باب ا

حقیقت مصیبت اور اہمیت

حقیقت مصیبت

آج کے آلام ومصائب ہر انسان کی مادیت میں غیر معمولی انہماک کا لازمی نتیجہ ہیں اور غلطی بالائے غلطی یہ ہے کہ ان کا دفاع بھی اسی مادیت سے کیے جانے کی سعی کی جارہی ہے۔ کہ جو ان مصائب وآلام کا سرچشمہ ہے۔ نتیجۃً ایک مصیبت سے انسان چھٹکارا پاتا ہے تو اس کے دفاع کی مادی تدابیر بذات خود ایک الم مستقل بصورت اختیار کرلیتی ہے اور الم زدہ انسانیت ہر روز کسی نئے فتنے کا شکار ہورہی ہے۔

لیکن مذہب فطرت اپنی تعلیمات میں مشکلات ومصائب کے حل کی بنیاد خود مادے میں تلاش کرنے کیلئے مامور نہیں کرتا۔ بلکہ محل ادراک قلب کے ہونے کی وجہ سے حقیقتاً محل مصیبت قلب ہی ہے۔ وہ علاقہ آلام ومصائب سے نہیں بلکہ خالق آلام ومصائب سے قائم رکھا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کا دفاع اسباب میں نہیں بلکہ مسبب الاسباب کی جانب رجوع میں تلاش کیا جائے۔ (فلسفۂ نعمت ومصیبت)

لوگوں نے عموماً مصیبت وپریشانی دکھ درد، بیماری، افلاس تنگ دستی جیل قید وبند، مار دھاڑ قتل وغارت قحط، وبا، بلا وغیرہ کو سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ ان میں ایک چیز بھی مصیبت نہیں۔ یہ صرف واقعات اور حوادث ہیں پریشانی اور مصیبت درحقیقت ان سے دل کا اثر لینا، تشویش میں پڑنا دل تنگ ہونا اور کرب وغم میں ڈوب جانا ہے۔ پس یہ چیزیں

زیادہ سے زیادہ اسباب مصیبت کہلائی جاسکتی ہیں۔ مصیبت نہیں کہی جاسکتیں مصیبت قلب کی کیفیت احساس اور تاثر کا نام ہوگا۔ اب ان مذکورہ حوادث سے بجائے طبع ضیق وتشویش کا اثر لینے کے انہیں طبیعت کے موافق بنالیا جائے۔ جس سے دل ان سے گھٹنے کے بجائے لذت لینے لگے تو ان میں سے نہ صرف مصیبت ہونے کی شان ہی نکل جائے گی۔ بلکہ یہ امور قلبی راحتوں کا ذریعہ بن جائیں گے اور زندگی میں پریشانیوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ (مکتوب پرسکون زندگی بحوالہ خطبات حکیم الاسلام)

مصیبت سے متاثر ہونا انسانی فطرت ہے

مصیبت سے متاثر ہونے والی شے کے حق میں یہ مصیبت زدگی اس لئے عین کمال وخیر ہے کہ اس میں آفت سے تاثر کا مادہ رکھا گیا تھا تو اس نے ان آثار کو قبول کر کے اپنے خاصہ انفعال کا کمال دکھایا جو اس کا طبعی جوہر تھا۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت ☆ درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار ☆ کوئی ہمیں رلائے کیوں

غم والم دل ہی قبول کرسکتا ہے۔ نہ کہ اینٹ پتھر۔ تو اپنے اپنے مناسب احوال عوارض کو قبول کرنا بھی اپنی صحت مزاج کا ثبوت دینا ہے جو عین کمال ہے۔ (فلسفہ نعمت ومصیبت)

مصائب سے بچاؤ اور زاویہ نگاہ کی تبدیلی

اگر ان حوادث سے بالاتر ہو کر خالق حوادث سے قلب کا تعلق قائم کرلیا جائے تو ادھر سے حتمی طور پر ان آفات ومصائب کی حکمتیں دل پر کھلیں گی جس سے یہ مصائب معقول اور برمحل محسوس ہونے لگیں گے اور زندگی سے مصائب اور پریشانیوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ پس راحت حقیقتاً اسباب راحت میں نہیں بلکہ مسبب الاسباب سے سچے تعلق میں پنہاں ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

یاد رکھو کہ مقبولیت وقرب کا مدار عیش پر اور مردودیت کا مدار تنگی پر نہیں کبھی عیش وعشرت استدراج ہوتا ہے اور کبھی بلا ومصیبت رحمت ہوتی ہے چنانچہ یہ بھی خداتعالیٰ کی رحمت ہے کہ ہماری کوتاہی پر چرکہ لگا دیں۔

مصیبت جبھی مصیبت ہے جبکہ اس میں حقیقت مصیبت کی موجود ہو۔ صرف صورت مصیبت کے وجود سے اس کو مصیبت نہیں کہا جا سکتا ہے۔ میں اس کی مثال پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ کسی کو بغل میں زور سے دبایا تو ظاہر ہے کہ یہ فعل تکلیف دہ ہے مگر سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اس کو ہر جگہ جہاں اس کی صورت کا وجود ہو مصیبت ہی کہیں گے یا اگر کہیں ایسا ہو کہ صورت تو یہی ہے مگر حقیقت اس کی یعنی اذیت قلب نہ ہو تو وہاں اس کا نام اور کہیں گے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایک محبوب ہو اور ایسے ناز نخرے والا ہو کہ کسی کو منہ نہیں لگاتا اور ایک شخص مدت سے اس کی ملاقات کی فکر میں ہو مگر کبھی رسائی نہیں ہوتی اور دفعۃً ایک دن وہ محبوب پیچھے سے آکر اس کو بغل میں دبالے اور ایسا دبائے کہ ہڈی پسلی ٹوٹی جاتی ہوں تو اس وقت صورت تو وہی موجود ہے جس کا نام مصیبت تھا۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اس کا نام مصیبت رکھیں گے؟ اگر نہیں رکھیں گے تو کیوں اور میں کہتا ہوں کہ آپ تو صرف دور سے دیکھنے والے ہیں اگر خود اس شخص سے جس پر یہ تکلیف گزر رہی ہے اور دبانے کا الم پا رہا ہے پوچھا جائے کہ یہ مصیبت ہے یا راحت؟ تو وہ کیا کہے گا! مثلاً محبوب اس سے کہے کہ اگر تکلیف ہوتی ہو تو چھوڑ دوں تو اس وقت کیا کہے گا اس کی تو یہ حالت ہوگی کہ قالاً اور حالاً یہ کہتا ہوگا۔

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے ☆ کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اور ۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ☆ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

یہ بات بلا مبالغہ ہے کہ دم نکلنا بھی گوارا ہوگا اور چھوڑنا گوارا نہ ہوگا اور یہی کہے گا کہ میرے کہاں نصیب جو یہ موقع ملا اور خصوصاً جب کہ ایسا دبایا ہو کہ موت کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اس کو مصیبت کسی طرح بھی نہ کہے گا۔ بتلایئے کہ جب صورت اس کی بعینہ وہی ہے

جس کا نام دوسری جگہ مصیبت تھا پھر یہاں اس صورت خاص میں اس کو مصیبت کیوں نہیں کہتے ایک ہی فعل ہے، مگر ایک وقت میں تو اس کا نام مصیبت ہے اور ایک وقت میں راحت اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہے کہ صورت مصیبت کو مصیبت نہیں کہتے بلکہ معنی مصیبت کو مصیبت کہتے ہیں ایک وقت میں وہ معنی موجود ہیں اور ایک وقت میں نہیں حتیٰ کہ اس صورت میں اگر محبوب کہے کہ اگر تجھے تکلیف ہوتی ہو تو میں تجھے چھوڑ کر رقیب کو بغل میں دبالوں، سواگر یہ مصیبت ہے تو کیوں اپنے اوپر سے اس کا ٹلنا اور اپنے دشمن پر اس کا مسلط ہو جانا گوارا نہیں کرتا اس صورت میں تو وہ یہی کہے گا۔

نشو د نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ ☆ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

بحمد اللہ اس تقریر سے میرا دعویٰ مبرہن ہو گیا کہ صورت مصیبت پر مصیبت کا حکم کر دینا صحیح نہیں بلکہ معنی کا اعتبار ہے۔ (وعظ الکاف۔ جلد مفاسد گناہ)

حالات کی قسمیں

حالات دو قسم کے ہیں نعمت اور مصیبت۔ نعمت سے مسرت ہوتی ہے اور مسرت کی وجہ سے منعم کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ بخلاف مصیبت کے کہ اس میں ناگواری ہوتی ہے اور صبر کا موقع مصیبت ہے اور مصیبت کہتے ہیں حالۃ غیر ملاءمۃ للنفس (مصیبت وہ حالت ہے جو نفس کو ناگوار ہو) اس کی دو قسمیں ہیں ایک صورت مصیبت اور ایک حقیقت مصیبت جس مصیبت سے انقباض اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے۔ (اور حقیقت میں مصیبت یہی ہے) اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو۔ تسلیم و رضا زیادہ ہو وہ حقیقت میں مصیبت نہیں گو صورت مصیبت کی ہو۔

مصائب کی نوعیت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ امراض و مصائب کی تین حالتیں ہیں۔ بعض حالات میں وہ عذاب اور قہر خداوندی ہوتے ہیں اور بعض میں گناہوں کا کفارہ اور بعض میں رفع درجات اور یہی پہچان ہر ایک کی ہے کہ اگر امراض و مصائب کے ساتھ

مصیبت زدہ کو تقدیر الٰہی پر غصہ اور اس سے شکایت پیدا ہو تو وہ علامت قہر خداوندی اور عذاب کی ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ اس پر صبر کرے تو یہ علامت کفارہ ذنوب ہونے کی ہے اور اگر صبر کے ساتھ رضا اور قلب میں انشراح محسوس کرے تو وہ علامت رفع درجات کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء واولیاء کے مصائب تیسری قسم میں داخل ہیں اور عام مومنین قسم دوم میں اور اول قسم اکثر کفار کا حال ہوتا ہے خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین (کشکول ص۸۴)

مصیبت کے رحمت یا زحمت ہونے کا تھرمامیٹر

ارشاد: مصیبت وتکلیف رحمت ہے یا زحمت اور عذاب؟ تھرمامیٹر لیجئے۔

''اگر مبتلا شخص گناہوں سے محفوظ ہے تو اس کیلئے تکلیف اور مصیبت باعث ترقی درجات بن کر موجب رحمت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ گناہوں سے نہیں بچتا تھا، لیکن تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہو کر فوراً گناہوں سے توبہ کرلی اور گناہ چھوٹنے لگے تو یہ تکلیف اس کیلئے کفارہ سیئات ہونے کی وجہ سے باعث رحمت ہوئی۔

اور اگر گناہوں سے توبہ نہیں کی بلکہ پہلے حالات کی طرح اب بھی گناہوں میں مشغول ہے یا گناہوں میں اور ترقی ہوگئی تو یہ تکلیف اور مصیبت اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے''۔

پریشانیوں کی اقسام

جو پریشانی اختیار سے لائی جاتی ہے اس میں نور نہیں ہوتا بلکہ ظلمت ہوتی ہے اور جیسے کسی کا بچہ بیمار ہے اور وہ اس کا علاج نہیں کرتا اس لئے پریشان ہے تو اس میں نور نہ ہوگا اور ایک صورت یہ ہے کہ بچہ بیمار تھا اس کا علاج کیا گیا اور علاج کے بعد وہ مر گیا تو اس سے پریشانی نہ ہوگی۔ عارف ایسی مصیبت میں دل میں شاد ہوتا ہے اور ظاہر میں مغموم نواب شیفتہ اسی کو فرماتے ہیں ۔

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو   کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

اے افسردہ دل زاہد ذرا بزم زنداں میں جا کر تو دیکھو کہ ان لبوں پر ہنسی ہے مگر ان کے دل رو رہے ہیں۔

بہر حال تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ پریشانی مطلقاً مطلوب نہیں اور نہ ہر پریشانی محمود ہے حق جل وعلا شانہ اپنے بندوں کو پریشانی میں ڈالنا نہیں چاہتے بلکہ ہر امر میں ان کو راحت دینا چاہتے ہیں تشریعاً بھی تکویناً بھی اگر اللہ تعالیٰ کو بندوں کی پریشانی پسند ہوتی تو یہ دعا تعلیم نہ کی جاتی۔ ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به۔(اے پروردگار ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ لادیئے جس کے تحمل کی ہم کو طاقت نہیں) کیونکہ جس عرضی کا مسودہ خود حاکم تجویز کردے وہ ضرور پوری ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ جن پریشانیوں کا نہ سلب اختیار میں ہے نہ جلب وہ واقعی مجاہدہ ہیں اور وہ سب خیر ہی خیر ہیں اور جن کا جلب وسلب دونوں یا محض سلب اختیاری ہو وہ پریشانی مجاہدہ نہیں۔ جیسے کسی نے خواہ مخواہ بلا ضرورت ایسے شخص کا مقابلہ شروع کر دیا جس کے مقابلہ کا تحمل نہیں اب نتیجہ یہ ہوا کہ پریشان پھرتا ہے اپنے بچاؤ کے لئے لوگوں سے مدد مانگتا پھرتا ہے تیری میری خوشامد کرتا ہے ایسی پریشانی کا سر لینا مجاہدہ نہیں بلکہ شریعت نے ایسی پریشانیوں کے مول لینے سے منع کیا ہے۔ حدیث میں ہے لا ینبغی للمومن ان یذل نفسه قالوا یا رسول الله وکیف یذل نفسه قال یتحمل من البلاء ما لا یطیق۔(کسی کو مناسب نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور وہ کیسے اپنے کو ذلیل کرتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اوپر ایسی بلا کو لادلے جس کی اس کو طاقت نہیں)۔(تدبیر و توکل)

اور ایک پریشانی وہ ہے جس کے اسباب تو غیر اختیاری ہیں مگر وہ اس کی مدافعت پر قادر ہے مثلاً کسی نے خواہ مخواہ اس کے اوپر دعویٰ کر دیا اگر مدافعت کی قدرت ہی نہیں تو مجبوری ہے اور یہ پریشانی قسم اول میں داخل ہے جو خیر ہی خیر ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ اسکے پاس مال ہے دعویٰ کو رفع کر سکتا ہے تو اب اس سے تقاعد عجز وحمق ہے حدیث میں

ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ایک مقدمہ دائر ہوا فریقین میں سے ایک ہار اتو اس نے کہا حسبی اللہ ونعم الوکیل جس کا حاصل ترجمہ ہمارے محاورے میں یہ ہے کہ مرضی خدا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان اللہ یلوم علی العجز وعلیک بالکیس فاذا علیک امر فقل حسبی اللہ ونعم الوکیل ۔یعنی اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتا عقل وتدبر سے کام لینا چاہیے پھر جب بالکل ہی مغلوب وعاجز ہو جاؤ اس وقت حسبی اللہ ونعم الوکیل کہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے حسبی اللہ ونعم الوکیل بے موقع کہا یہ اس کا موقع نہ تھا۔

ایک تو وہ مصائب جو منجانب اللہ نازل ہوتے ہیں جن میں بندے کے کسب کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کا منشا محض مشیت ایزدی ہوتی ہے۔ اس قسم کے مصائب تو واقعی اہل محبت کے لئے ہمیشہ موجب ازدیاد محبت ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل محبت میں سے بعض لوگوں کے ماں باپ عزیز واقارب مرتے ہیں اور اس سے ان کو کلفت بھی ہوتی ہے لیکن ان کا جو معاملہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے بحالہ باقی رہتا ہے اس میں کسی قسم کا نقصان نہیں آتا کیونکہ انہیں یقین ہے کہ خدا نے اس کی عمر اتنی ہی لکھی تھی۔ اس کی موت اسی وقت مقرر تھی اپنی موت سے مرگیا۔

اور ایک وہ مصائب ہوتے ہیں جو بندہ پر اس کے کسب واختیار سے آتے ہیں خود وہ یا اس کا فعل نزول مصائب کا سبب بنتا ہے۔ اس قسم کے مصائب موجب ازدیاد محبت نہیں ہوتے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص باوجود تیمم کے جائز ہونے کے وضو کرے اور کہے کہ یہ عمل شاق ہے اس سے نفس کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے اس سے محبت خداوند تعالیٰ کی بڑھے گی۔ چنانچہ بعض لوگ ایسے موقع پر کہا کرتے ہیں کہ بھئی اس وقت ہم نے باوجود مشقت کے وضو کیا تھا تو خوب مزہ آیا۔ طبیعت خوش ہوگئی، قلب منور ہوگیا۔ تو وہ سمجھ لے کہ یہ بھی نفس کا ایک بہت بڑا وسوسہ ہے کہ انسان اس سرور ولطف کو سرور محبت خداوندی سمجھتا ہے حالانکہ یہ سرور محض حظ نفس ہے اور یہ نور محض عجب نفس کی روشنی ہے۔ (دنیا وآخرت)

مگر جو مصیبت غیر اختیاری ہو اس سے کچھ بُعد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں تو اس کی ہر قسم کی مدد بھی کی جاتی ہے اور وہ حال ہوتا ہے کہ۔

درد از یار است و درماں نیز ہم ☆ دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

(درد محبوب حقیقی کی طرف سے ہے اور علاج بھی ان کی طرف سے ہے میرا دل بھی ان پر قربان اور جان بھی)۔

اس سے تو قرب بھی بڑھتا ہے اور محبت بھی بڑھتی ہے چنانچہ ایام مصیبت کی حالت کو یاد کر کے دیکھ لیجئے۔

صبر و شکر کی مشترکہ حالتیں

تیسری ایک قسم عقلی اور ہے یعنی وہ حالت جس کے متعلق صبر اور شکر دونوں ہوں اور وہ حالت کوئی جداگانہ نہیں بلکہ جو مواقع صبر کے ہیں وہ بعینہٖ محل شکر کا بھی ہے اور اسی طرح جو حالتیں شکر کی ہیں وہ صبر کی بھی ہیں اگرچہ ظاہراً تقسیم کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ تین قسمیں جدا جدا ہوتیں اول جس سے شکر محض کا تعلق ہو دوسرے جس سے صبر محض کا تیسرے مرکب لیکن ایسی کوئی حالت نہیں کہ جس میں صبر محض یا شکر محض ہو بظاہر مصیبت ایسی حالت ہے کہ اس میں صرف صبر ہے لیکن ابھی معلوم ہوگا کہ اس کا تعلق شکر سے بھی ہے اور اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے مثلاً ایک شخص بیمار ہوا اور طبیب نے مسہل تجویز کیا لیکن وہ طبیب کسی وجہ سے ناراض ہو گیا نسخہ مسہل کا لکھ کر نہیں دیتے بڑی کوشش کے بعد وہ راضی ہوئے اور نسخہ لکھا اب بتلایئے کہ یہ حالت شکر کی ہے یا نہیں بیشک شکر کی بات ہے چنانچہ اس طبیب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے حالانکہ مسہل پینے میں اور دستوں میں سخت تکلیف ہے لیکن اس پر بھی شکریہ طبیب کا کیا جاتا ہے تو وجہ کیا ہے وجہ یہی ہے مادہ فاسد کا ازالہ ہو کر یہ بیمار بالکل صحیح و تندرست ہو جائے گا تعجب کی بات ہے طبیب اگر نسخہ مسہل کا لکھے اس کا تو شکر ادا کیا جائے اور اللہ میاں اگر مسہل تجویز کریں تو ان کا شکر نہ کریں۔ اب رہی یہ بات کہ مرض اور مصیبت مسہل کیوں کر ہے۔ اس کو میں بتاتا ہوں صاحبو یہ روحانی مسہل ہے۔ اس

سے گناہ دور ہوتے ہیں چنانچہ حدیثوں میں کثرت سے آتا ہے کہ اہل مصیبت کے گناہ معاف ہوتے ہیں حق تعالیٰ کی رضا بڑھتی ہے کسی کا بچہ مر جاتا ہے تو اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے اور اس کا نام رکھا جاتا ہے ''بیت الحمد'' بیت الحمد نام ہونے اور بیت الصبر نام نہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں ہم کو حمد بھی سکھلائی گئی ہے۔

بہر حال حدیث سے بزرگوں کے ملفوظات سے یہ امر ثابت ہے کہ بلا بھی نعمت ہے پس وہ موقع جیسے صبر کا ہے اسی طرح شکر کا بھی ہے اگر کوئی کہے کہ جب نعمت ہے تو مصیبت کدھر سے ہوئی بات یہ ہے کہ ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک صورت مصیبت صورت کے اعتبار سے تو مصیبت ہے اور حقیقت کے اعتبار سے جب کہ اس کی غایت اور منفعت پر نظر ڈالی جائے تو وہ نعمت ہے مثلاً مرض ہے صورت کے اعتبار سے کہ جسم کو تکلیف ہوتی ہے درد ہوتا ہے مصیبت ہے لیکن غایت اس کی یہ کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں نفس میں تہذیب آتی ہے نعمت پر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موقع صرف شکر کا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا بھی موقع ہے مثلاً کسی کے پاس مال آیا شکر کی حالت تو ظاہر ہے لیکن صبر بھی وہاں واجب ہے اس طور سے کہ حدود شرعیہ سے اس کے خرچ کرنے میں آگے نہ بڑھے نفس کو روکے اور حد سے زیادہ اس سے خوش نہ ہو پس مصیبت نعمت عبادت تینوں حالتوں میں صبر و شکر دونوں واجب ہیں بحمد اللہ میرا وہ دعویٰ ثابت ہو گیا کہ صبر و شکر ہر حالت میں ضروری ہے۔ (تدبیر و توکل)

اس عالم میں دونوں سلسلے جاری ہیں

اس عالم میں جہاں مصائب کا سلسلہ قائم ہے وہیں نعمتوں اور راحتوں کا سلسلہ بھی موجود ہے۔ اگر ایک طرف دکھ درد بیماریاں وبائیں بلائیں، ذلتیں، غم، الم، گھٹن، پراگندگی وغیرہ کے سلسلے غیر مختتم ہیں۔ تو ان کے بالمقابل اسی عالم میں صحت، تندرستی، بشاشت، لذت، انبساط، عزت، وجاہت، کشائش اور دلجمعی وغیرہ کے سلسلے بھی ساتھ ہی چل رہے ہیں اسی طرح اگر زمین کے زلزلے، فلک کی ژالہ باری، فضاء کی آندھی، پہاڑوں

کی آتش فشانی اور دریاؤں کے طوفان سے جانداروں کی تباہی اور مصیبت کا سلسلہ قائم ہے تو وہیں زمین کے سکون وقرار فضاؤں کی نسیم جانفزا، بادلوں کی سخاوت، بادلوں کی حیات بخشی، دریاؤں کی فرحت بخش روانی اور ندیوں کی آبپاشی سے فرحت ولذت اور صحت وقوت کا غیر مختتم سلسلہ بھی قائم ہے جو عالم کیلئے صدالوان نعمتوں اور زندگیوں کا سہارا بنا ہوا ہے۔ غرض جتنی بھی مصیبتیں آپ گنوا سکتے ہیں اتنی ہی مقابل اضداد کی نعمتیں ہم شمار کرا سکتے ہیں۔

(فلسفہ نعمت ومصیبت)

لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ انسان پیدا ہی کیا گیا ہے مصیبتوں میں۔ پیدائش سے ہی مصیبتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں کبھی بیماری ہے اور کبھی غم والم زندگی اسی میں کٹ جاتی ہے، تو نعمت در حقیقت آخرت ہی کی ہے اگر دنیا کی نعمت بھی ہو تو اس میں بھی مصائب ملے ہوئے ہیں کوئی نعمت ایسی نہیں ہے کہ جس میں مصیبت کا دروازہ کھلا ہوا نہ ہو اور کوئی مصیبت ایسی نہیں کہ جس میں نعمت کا راستہ نہ نکلتا ہو۔ تو یہاں کی نعمت محدود ہے اور مصیبت بھی یہاں کی لازوال نہیں ہے اکبر نے ایک قطعہ لکھا ہے وہ لسان العصر ہیں اور مانے ہوئے شاعر ہیں۔ انہوں نے بڑے ہی کام کی بات کہی ہے۔

ایک ہی کام سب کو کرنا ہے ☆ یعنی جینا ہے اور مرنا ہے
اب رہی بحث رنج و راحت کی ☆ وہ فقط وقت کا گزرنا ہے

نہ یہ ٹھہرنے والی نہ وہ ٹھہرنے والی۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے بڑے کام کی بات بتائی ہے کہ مصیبتوں کا خیال مت کرو اور منزل کی طرف متوجہ رہو۔ (مجالس حکیم الاسلام)۔

مصیبت کے بعض پہلوؤں میں منافع بھی ہوتے ہیں

دنیا کی ہر نوع اور اس کا ہر ہر فرد مصیبت بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور نعمت بھی۔ اگر ایک وقت وہ مضر ہے تو دوسرے وقت نافع بھی ہے۔ اگر سانپ بچھو کا زہر ایک وقت سبب مصیبت ہے تو دوسرے وقت وہی زہر دواؤں کے سلسلے میں اعضاء انسانی کے لئے طاقت بخش اور ذریعہ حیات نفس ونسل بھی ہے۔ اگر دکھ اور بیماریاں اذیت کا باعث ہیں۔

تو بعد صحت وہی بیماریاں بدن کے تنقیہ اور اندرونی صفائی کا باعث بھی ثابت ہوتی ہیں۔ جس سے صحت اور زیادہ ترقی کر جاتی ہے۔

قصاص میں مقتول کا قتل خود اس کیلئے موت ہے۔ مگر ملت کے لئے حیات ہے۔ پیٹ کی آنتوں اور معدہ کا نجاسات سے پر ہونا ان اعضاء کیلئے باعث ننگ وعار ہے۔ مگر مجموعہ بدن کے لئے رونق بشرہ اور سبب عز ووقار ہے۔

بہر حال ان متضاد اشیاء کے تزاحم اور تضاد سے اگر آفات آتی ہیں تو وہ ہر جہت سے آفت نہیں ہوتیں۔ کسی کے لئے اگر آفت ہوتی ہیں تو کسی کے لئے نعمت وراحت بھی ہوتی ہیں۔

مقتدائے دین اور مشائخ بیمار ہوتے ہیں تو وہ ضعفاء اور کم ہمت جو دین کے کنوئیں تک نہیں جا سکتے۔ تو بیماری کی راہ سے کنواں وہاں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ میں حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ مولانا جب بیمار ہو کر علاج کے لئے بمبئی تشریف لے گئے تو بمبئی کے کتنے لوگوں کو دینی نفع ہوا اور کتنے ڈاکٹروں کی اصلاح ہوئی۔ (مجالس ابرار)

نعمت کا چلا جانا ہی مصیبت ہے

حقیقت یہ ہے کہ مصیبت نہیں آتی بلکہ نعمت چلی جاتی ہے۔ اس نعمت کے چلے جانے کو ہم مصیبت کا آنا سمجھ لیتے ہیں۔ پس کسی کو بھی موت نہیں آتی بلکہ زندگی اس سے چھن جاتی ہے جسے ہم موت کا آنا کہنے لگتے ہیں۔ جہل نہیں آتا بلکہ علم رخصت ہو جاتا ہے جس کو ہم جہل کا آنا سمجھ لیتے ہیں۔ مرض آتا نہیں بلکہ تندرستی چلی جاتی ہے جسے ہم مرض کا آنا سمجھ لیتے ہیں۔ پس غور کرو تو مصیبت کسی پر نہیں آتی کہ وہ تو ہمہ وقت مخلوق کی جبلت میں رچی ہوئی ہے بلکہ نعمت چلی جاتی ہے اور اس نعمت کے سلب ہو جانے سے ہر چیز کے وہی عدم اصلی کے آثار دخواص ابھر آتے ہیں۔ جو اندرون ذات میں بطور جبلت سمائے ہوئے تھے۔ (فلسفہ نعمت ومصیبت)

ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ہے

اس پر میرے والد صاحب مرحوم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص کے دو جوڑواں بچے پیدا ہوئے اور ان کی کمر اوپر سے نیچے تک جڑی بالکل چپاں تھی۔ ڈاکٹروں

کو جمع کیا گیا کہ یہ دو بچے ہیں اور جڑے ہوئے ہیں۔ اس کو حل کروان کو آپریشن کر کے الگ کر دو۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر آپریشن کیا گیا تو دونوں مر جائیں گے۔ اس لئے کہ جو شہ رگ ہیں وہ دونوں کی جڑی ہوئی ہیں دونوں کی پرورش کی گئی اب ماں بے چاری ایک کو دودھ پلاتی تو دوسرا الٹا پڑا ہوا اور جب دوسرے کو پلاتی ہے تو وہ الٹا پڑا ہوا ہے۔

غرض وہ اسی طرح سے پالتی رہی یہاں تک کہ بچے پانچ چھ برس کے ہو گئے ان کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔ خدا کی قدرت کہ ایک کے دل میں جذبہ پیدا ہوا علوم دین حاصل کرنے کا۔ اور ایک کے دل میں جذبہ پیدا ہوا علوم معاش حاصل کرنے کا۔ دونوں کے لئے عالم متعین کئے گئے ایک اچھا عالم بن گیا اور ایک بڑا گریجویڈ بن گیا۔ دونوں بھائی آپس میں باتیں کیا کرتے۔ جو بھائی دنیا طلب تھا وہ کہتا کہ ہم سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے ہر وقت کی مصیبت میرا جی کھیلنے کو جی چاہتا ہے اور تیرا دل نہیں چاہتا۔ مگر مجبوراً تجھ کو جانا پڑتا ہے۔

اور اگر میں استنجا کیلئے جانا چاہتا ہوں اور تیرا جی نہیں چاہتا تو تجھ کو بھی جانا پڑتا ہے تو کوئی اپنے دل کی بات نہیں کر سکتا ہے لہٰذا ہم سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے۔ یہ سن کر دیندار بھائی کہتا کہ بھائی صبر کرو اس سے بڑھ کر بھی تو مصیبت آنی ممکن ہے اس نے کہا کہ اس سے بڑھ کر مصیبت ہو ہی نہیں سکتی وہ نصیحت کرتا کہ یہ مت کہو اللہ کے یہاں مصیبتوں کے خزانے بھی بہت ہیں خدا کی قدرت کہ دیندار بھائی کا انتقال ہو گیا۔ تو پھر ڈاکٹروں کو جمع کیا کہ اس لاش کو کاٹو تو انہوں نے کہا کہ اگر لاش کاٹی گئی تو یہ بھی مر جائے گا۔

اب لاش دنیا دار بھائی کے کمر پر ہے سوتا ہے تو مردہ کمر کے اوپر بیٹھتا ہے تو مردہ کمر کے اوپر، کھانا کھاتا ہے تو مردہ کمر پر، استنجا کو جاتا ہے تو مردہ کمر پر، اس وقت چھوٹے بھائی نے کہا کہ میرا بھائی صحیح کہتا تھا تو وہ مصیبت لاکھ درجہ بہتر تھی جب کہ بھائی زندہ تھا تو اس نے توجہ کیا اور صبر کیا اور کہا کہ اے اللہ بس کرو اگر اس سے بڑی مصیبت آ گئی تو کیا ہو گا۔ معلوم ہوا کہ ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام)

مصیبت بھی بڑی نعمت ہے

پس صاف معلوم ہوا کہ مصیبت بھی بڑی نعمت ہے ایک حکایت یاد آئی حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ کے یہاں ایک مرتبہ اسی کا ذکر تھا کہ بلا بھی نعمت ہوتی ہے ایک شخص آہ آہ کرتا حاضر ہوا کہ حضرت بڑی تکلیف ہے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو دور کردیں مجھے خیال ہوا کہ حضرت دعا کریں گے یا نہیں، اگر کریں گے تو ابھی بیان فرمارہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے اس کے خلاف ہوگا اور اگر نہیں کریں گے تو اس کی دل شکنی ہوگی۔ حضرت نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ سبحان اللہ کیا دعا فرمائی مضمون یہ تھا کہ اے اللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی ایک نعمت ہے لیکن ہم ضعیف ہیں ناتواں ہیں اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اے اللہ اس نعمت کو نعمت صحت کے ساتھ مبدل فرمادیجئے۔

بلاء و مصیبت میں فرق

دوسرے بلاء اور مصیبت میں بھی فرق ہے بلاء کے معنی امتحان کے ہیں اور مصیبت وہ جس سے پریشانی ہو اور حضرت حاجی صاحبؒ نے بلاء کو نعمت فرمایا تھا نہ کہ مصیبت کو کیونکہ مصیبت تو قسمت ہوتی ہے اور اس کا سبب معاصی ہوتے ہیں اور بلاء سے محبین کا امتحان مقصود ہوتا ہے جو رفع درجات کا سبب ہے اس لئے حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے لفظ بلاء فرمایا ہے۔ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔

لفظ مصیبت اختیار نہیں فرمایا تو اب بلاء کا نعمت ہونا بالکل ظاہر ہے اس میں کچھ شبہ نہیں گو صورت بلاء اور صورت مصیبت یکساں ہو مگر حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو بخار تھا ایک صحابی نے جو ہاتھ رکھ کر دیکھا تو بہت تیز بخار تھا انہوں نے حضور ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا کہ مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے اس لئے کہ اجر بھی مضاعف ہے۔ اب آنحضرت ﷺ کو بیماری سے کیا مصیبت ہوتی جبکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے اجر بڑھ رہا ہے اور حق تعالیٰ کی رضا میں ترقی ہو رہی ہے اسی

بناء پر عارف شیرازی موت پر مسرت ظاہر فرماتے ہیں۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ☆ راحت جان طلبم وز پے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسرایں غم روزے ☆ تا در میکدہ شاداں وغزلخواں بروم

حقیقت راحت

لوگ آج کل سامان راحت کو مقصود سمجھتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ اگر کسی پر پھانسی کا مقدمہ قائم ہو جائے اور سامان راحت اس کے پاس سب کچھ ہو تو کیا اسے کچھ راحت ہوگی ہرگز نہیں اور کچھ نہیں اور اگر ایک لنگوٹا بند بھی اس کے ساتھ قید ہوا ہو اور چند روز کے بعد وہ رہا ہو جائے تو گو اس کے گھر میں سامان راحت کچھ نہیں مگر دیکھ لیجئے کہ رہائی کی خبر سن کر اس کے یہاں کیسی عید آئے گی۔

اگر ایک امیر کبیر کو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اس سے کہا جائے کہ تم اس پر راضی ہو کہ یہ تمام دولت اس غریب کو دے دو اور یہ تمہاری عوض پھانسی لے لے تو وہ یقیناً قبول کرلے گا۔ اب بتلایئے کہ یہ قبول کیوں ہوا اس لئے کہ دولت کے بدلے میں ایک مصیبت سے نجات ہوئی اور راحت نصیب ہوئی۔

معلوم ہوا کہ راحت اور چیز ہے اور سامان راحت اور چیز ہے یہ ضروری نہیں کہ جس کے پاس سامان راحت نہ ہو اس کو راحت حاصل نہ ہو اور میں فقط دلیل ہی سے نہیں بلکہ مشاہدہ سے دکھلاتا ہوں کہ آپ ایک تو کامل دیندار شخص کو لیں مگر ہم جیسا دیندار نہیں بلکہ واقع میں کامل دیندار ہو اور ایک نواب یا رئیس کو لے لیں پھر ان کی نجی حالت کا موازنہ کریں تو واللہ ثم واللہ وہ دیندار تو آپ کو سلطنت میں نظر آئے گا اور یہ نواب ورئیس مصیبت میں گرفتار نظر آئے گا مشاہدہ کے بعد تو آپ مانیں گے کہ راحت کا مدار سامان پر نہیں۔ باقی میں سامان سے منع نہیں کرتا بلکہ دین کے برباد کرنے سے منع کرتا ہوں اگر دین کے ساتھ یہ سامان دنیا بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ شریعت نے ضعفاء کو سامان راحت جمع کرنے کی اجازت دی ہے۔ (آداب انسانیت)

سامان راحت اور اہتمام دین

غرض اصل مقصود راحت وآسائش ہے اور وہ دنیا میں بھی دین داروں ہی کو حاصل ہے پس آخرت کی فلاح تو ان کے لئے ہے ہی دنیا کی فلاح بھی انہیں کیلئے ہے کیونکہ روحانی راحت دنیا میں ان کے سوا کسی کو نہیں بلکہ میں اس سے بھی ترقی کر کے کہتا ہوں کہ دین داروں کو روحانی راحت تو حاصل ہے ہی، جسمانی راحت بھی انہی کو حاصل ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بیماری اور حوادث میں ان کو روحانی اطمینان کے ساتھ جسمانی اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے وہ مصائب میں نہایت استقلال اور سکون کے ساتھ رہتے ہیں اور دنیاداروں کو ایسے وقت میں روحانی اطمینان تو ہوتا ہی نہیں، جسمانی راحت بھی نہیں ہوتی۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگتی اور باتوں سے گھبراہٹ و بے صبری نمایاں ہوتی ہے۔

مصیبت کے بعد راحت

نعمت اور مصیبت اضافی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مکے کی تیرہ سالہ زندگی مصائب سے بھری ہوئی ہیں۔ بعض حضرات صحابہ نے شکایت کی یارسول اللہ ﷺ آپ بہت مصیبت میں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ امم سابقہ کو سامنے رکھ کر دیکھو۔ ان پر اتنی بڑی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ان کو آروں سے چیرا گیا اور جلتے ہوئے تیل میں ڈال ڈال کر اہل حق کو بھونا گیا ہے۔ تم پر اس طرح کے مصائب تو نہیں آئے اور فرمایا کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب اس قدر امن اور اتنی رفاہیت ہوگی۔ کہ ایک بوڑھی عورت مکے سے مدینہ رات کو جائے گی اور سونا اچھالتی ہوئی جائے گی۔ مگر پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ قانون قدرت ہے کہ مصائب کے بعد عموماً نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے ابتداء میں جو آزمائش ہوتی ہے۔ اس کو آدمی سہہ لے پھر فتوحات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر اسی میں بھاگ نکلا تو پھر مصیبت ہی مصیبت ہے باقی حکم یہی ہے کہ مصیبت مت

مانگو عافیت مانگو اور اسی کی دعا کرو لیکن اگر مصیبت آجائے تو صبر کرو۔ (مجالس حکیم الاسلام)

عافیت طلب کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حضور ﷺ نے بخار کے فضائل بیان فرمائے کہ یہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ ہر مرض کسی خاص محل یا عضو پر پڑتا ہے لیکن بخار ایسا مرض ہے کہ اندر سے لے کر باہر تک ناخن تک پر اس کا اثر ہوتا ہے تو پورے بدن کا کفارہ ہوتا ہے۔

جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو جا کر دعا کی کہ اے اللہ بخار ٹھہر جائے کسی وقت نہ اترے۔ مگر میں جمعہ اور نماز میں جاتا رہوں۔ معذور ہو کر نہ جاؤں۔ مگر بخار ہر وقت رہے۔ بخار ٹھہر گیا۔ بہرحال صحابہ ولی ہیں مستجاب الدعوات ہیں۔ مساجد میں تو حاضر ہوتے رہے مگر بخار تو بخار ہی ہے رنگ جلنا شروع ہوا۔ سوکھنے شروع ہوئے۔ یہ حالت دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ تمہارا کیا حال ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بخار کے فضائل بیان فرمائے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ بارہ مہینہ بخار مجھے رہا کرے فرمایا بندہ خدا! یہ مطلب تھوڑے ہی تھا کہ بخار کو خود مانگا کرو۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ آجائے تو صبر کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ مانگ کر مصیبتیں مول لو۔

چنانچہ آپ نے پھر دعا کی تو بخار زائل ہو گیا۔ اور فرمایا اسئل اللّٰہ العفو والعافیة فی الدنیا والاخرة۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگا کرو۔

مصائب میں شکوہ وشکایت کرنا

مصائب پر خداوند کریم کا شکوہ کرنا اپنے کو بھول جانا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ کہ یہ مصائب ہی تو ہماری جبلت تھے جن کے ظہور پر خدا نے کوئی پابندی عائد نہیں فرمائی۔ پس ہمیں آزادی سے اپنی جبلت کو کھول دینے کا موقع دینا اور آزادی بخشنا احسان ہے یا برائی اور اس پر شکر کرنا چاہیے نہ کہ شکوہ؟ ہاں شکوہ کیا جائے تو اپنے ہی اس عدمی نفس کا نہ کہ موجود اصلی خدا کا۔

عرض حال جائز اور شکوہ وشکایت ناجائز ہے

حضور ﷺ سے حال پوچھا گیا تو فرمایا بخار ہے اور ایسا بخار ہے جس قدر دو آدمیوں کو ہوتا ہے اس لئے ثواب بھی مجھ کو دونا ملتا ہے یاد رکھو اپنے چاہنے والے کا اکرام چاہیے اور حال اپنا بیان کرنا بھی اکرام ہے ضرور بیان کرو لیکن لہجے میں شکایت نہ ہونا چاہیے یہاں تک تو معقول بلکہ مامور بہ ہے دوسری حیثیت یہ ہے کہ شکایت کے عنوان سے اظہار کریں۔ میاں سخت مصیبت ہے سخت آفت میں پھنس گئے۔ جانے کس بات میں پکڑے گئے۔ تو یہ برا ہے۔

مثلاً ایک حاکم کے یہاں مقدمہ پیش ہوا۔ اس نے روئیداد پر نظر کر کے ایک کو مظلوم سمجھا اور دوسرے کو ظالم سمجھ کر حکم دیا کہ اسے پھانسی دے دو۔ چنانچہ اس کو پھانسی ہوگئی۔ اب ایک شخص کہتا ہے کہ ہائے فلاں شخص کو پھانسی دے دی گئی۔ بہت ہی بے جا واقعہ ہوا۔ یہ شکایت کس کی ہے۔ یقیناً اس جج کی ہے۔ جس نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اسی وجہ سے ان حضرات کی یہ مجال نہیں ہوسکتی۔ کہ جج کے اجلاس پر افسوس ظاہر کریں اور اس قسم کا ایک لفظ کہیں۔ گو پیچھے جو کچھ چاہیں کہہ لیں۔ کیونکہ اسے خبر نہیں تعجب ہے کہ ایک حاکم پر اعتراض کرنے کی بلکہ ایہام اعتراض کی بھی کسی کو جرات نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ پر اعتراض کرنے کی کیسے ہمت ہوتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ ہم خدا پر اعتراض نہیں کرتے۔ صرف بیماری کا تذکرہ

کرتے ہیں تو حضرت ذرا ان الفاظ کو دیکھئے جو اس تذکرہ میں استعمال کئے جاتے ہیں پھر ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولیے کہ ان الفاظ کو منہ سے نکالتے ہوئے واقعات حادثہ کے متعلق شکایت ہوتی ہے یا نہیں؟ (فضائل صبر و شکر)

بعض مرتبہ بات ایک ہی ہوتی ہے۔ لیکن لہجے کے اختلاف سے حکم اس کا مختلف ہو جاتا ہے۔ ایک لہجہ تو ہوتا ہے ناراضی اور شکایت کا وہ قلب کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور ایک لہجہ ہوتا ہے رضامندی کا اور اپنی عاجزی اور بے بسی کا۔ اس کا مضائقہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ بارش ہوئی تو کہنے لگے کہ کیا موقع پر بارش ہوئی دیکھئے بظاہر یہ لفظ شکایت کیلئے تو کیا موضوع ہوتا بلکہ مدح و تحسین کے لئے ہے لیکن معاً عتاب ہوا کہ او بے ادب بے موقع کس روز ہوئی تھی۔

چنانچہ سنئے آج کل اس قسم کے کلمات استعمال کئے جاتے ہیں کہ ہائے سارا کانپور خالی ہوا جاتا ہے۔ محلے کے محلے ویران ہوئے جاتے ہیں گھروں میں تالے لگتے جاتے ہیں قبر کھودنے والے نہیں ملتے سینکڑوں بچے یتیم ہو گئے ہزاروں عورتیں بیوہ ہو گئیں گھر گھر مردے ہی مردے ہیں مردوں کا دفن کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ سب اعتراض کے کلمات ہیں یا نہیں۔

کیوں صاحب کیا کبھی جج کے سامنے بھی اس طرح کہہ دو گے کہ اگر یہی فیصلے رہے کہ کسی کو پھانسی دے دی کسی کو قید کر دیا تو تھوڑے دنوں میں بستی ختم ہو جائے گی؟ یقیناً (ایسا کہنے کی) کبھی ہمت نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس میں جج پر اعتراض ہے۔

افسوس صد افسوس جو بات ایک حاکم دنیا کے سامنے گستاخی کے خیال سے نہیں کہہ سکتے وہی بات بے باک ہو کر خدا کے سامنے کیوں کہی جاتی ہیں جو کچھ مصیبتیں آ رہی ہیں وہ گستاخی کی بنا پر ہیں۔ (آداب سیاست)

ارمان اور حسرتیں کرنا یہ تو خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ لیکن چونکہ ہم لوگ مبتلائے دنیا و غفلت ہیں۔ اس لئے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ لیکن بے ادبی اور گستاخی اور گنوار پن ہونے

میں شک نہیں ہے۔ بہت سے گنوار ایسے ہوتے ہیں کہ حکام کے سامنے بہت واہیات بک دیتے ہیں اور حکام بوجہ ان کے کم سمجھ ہونے کے مصالحت کرتے ہیں مگر عقلاً تو اس کو بے تمیزی ہی سمجھیں گے۔ (دنیا و آخرت)

آپ کا کام تو یہ ہے کہ جب مصیبت آئے اپنے اعمال پر نظر کیجئے اور ان میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس کی اصلاح کیجئے یہ کیا خرافات ہے کہ مصیبت کے وقت بجائے اپنی اصلاح کے خدا کی شکایت کرنے لگے۔ (معارف اشرفیہ)

یہ سوچو کہ سب کرتا کون ہے یعنی یہ مصیبت کون ڈالتا ہے؟ ظاہر ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے یہ سب کو معلوم ہے اب جس قدر شکایت یا ناگواری ہوگی۔ وہ خدا کی شکایت ہوگی۔

مصائب کی شکایت یا تذکرہ

ہمارے بھائیوں کی یہ حالت ہے کہ بعضے تو ان میں سے ایسے جواں مرد ہیں کہ تدبیر کی پرواہ ہی نہیں کرتے اور بعضے جو کچھ کرتے بھی ہیں وہ الٹی تدبیر کرتے ہیں پس یہ کہنا صحیح ہے کہ بالکل تدبیر کرتے ہی نہیں چنانچہ بعضے تو صرف یہ کرتے ہیں کہ بس شکایت کرتے ہیں کوئی تو کہتا ہے کہ امسال ایسی خشکی ہوئی ہے کہ مویشیوں کو چارہ تک نہیں ملتا ہے بھوکے مر رہے ہیں کوئی کہتا ہے اس فصل میں بارش نہ ہوئی تو گرانی بہت زیادہ ہو جائے گی جو ذرا دیندار ہیں وہ کہتے ہیں کہ میاں یہ سب ہماری شامت اعمال ہے۔ مگر اصلاح وہ بھی نہیں کرتے جو اصطلاح جدید میں ذرا مہذب ہیں وہ ترقی و تنزلی پر لیکچر دیتے ہیں۔ کوئی بیماری کی شکایت کرتا ہے میرے پاس بھی خطوط آتے ہیں کہ بعض جگہ بیماری شروع ہوگئی ہے کوئی کہتا ہے کہ خیر بھائی ہمارے یہاں تو گویا بالکل بے فکری ہوگئے یہ اور بھی غضب ہے یاد رکھو کہ جیسے تمہارے یہاں بیماری ہونا اندیشہ ناک ہے اسی طرح تمہارے آس پاس ہونا یہ بھی خوفناک ہے اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان دونوں سے خوف دلایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے ولا یزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعة او تحل قریباً من دارھم۔ (اور یہ (مکہ

کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے۔ (راہ نجات)

غرض اس میں کیا فائدہ کہ یہاں بیماری ہے یا وہاں بیماری ہے آج کتنے مرے کل کتنے مرے بلکہ ان خبروں کی وحشت سے تو بعض آدمی بیمار ہو گئے تو ان باتوں سے کچھ نفع نہیں بلکہ دوسرے معنی کہ یہ لوگ چھری مار ہیں کہ ان خبروں سے لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سے انہی خبروں سے بیمار بھی ہو جاتے ہیں۔

یہ ناگوار واقعات ہماری تنبیہ اور اصلاح کیلئے بھیجے جاتے ہیں جن سے مقصود یہ ہے کہ ہم چوکنے ہو کر اعمال کی اصلاح کر لیں یہ مقصود نہیں کہ بس رات دن ناگوار واقعات ہی کا سبق رٹتے رہیں اور زخم کو نوچتے رہیں اور اس میں پڑ کر اصل مقصود کو بھول جائیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ علاج بالضد ہوتا ہے جب بیماری اور وبا اور تمام مصائب گناہوں کے سبب سے ہیں تو ان کا علاج بھی بس یہی ہے کہ آئندہ کیلئے تو گناہوں کو چھوڑ دو۔ اور پہلے گناہوں کی توبہ واستغفار و معافی حقوق وغیرہ سے تلافی کرو۔ مگر آج کل ہماری عجیب حالت ہے کہ بجائے اپنی اصلاح کے اس بیماری اور مصیبت کو بھی ایک مشغلہ بنالیا ہے چنانچہ بعضے لوگ اموات گنتے پھرتے ہیں اور اس میں آپس میں جھگڑتے بھی ہیں کوئی کہتا ہے کہ آج دس اموات ہوئی ہیں دوسرا کہتا ہے کہ میاں کو خبر تو ہے ہی نہیں بارہ تو میں نے گنی ہیں اور بھی ایک دو ہو گئی ہوں گی کیونکہ فلانے کی حالت بھی خطرناک تھی، فلانے کا سانس چل رہا تھا۔

مصائب میں حدود شرعیہ سے تجاوز

اس لئے مصائب میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا اعلیٰ درجہ کی بے صبری ہے۔ صابر وہی ہے جو ایسے مواقع میں شریعت پر جما رہے اور کوئی کام خلاف مرضی حق نہ کرے ایسے ہی صابرین کیلئے بشارت ہے اور انہی لوگوں کی فضیلت قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے۔ (فضائل صبر و شکر)

پس بیماری کے اندر بھی اعتدال یہ ہے کہ موقع اظہار میں ظاہر کرے اور بلاضرورت

خاموش رہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے لوگوں نے پوچھا کہ یا امیر المومنین کیسا مزاج ہے فرمایا اچھا نہیں لوگوں نے کہا آپ شکایت کرتے ہیں فرمایا کیا میں اپنے رب کے سامنے قوت اور پہلوانی ظاہر کروں غرض جہاں موقع ہو ظاہر بھی کرے تدبیر بھی کرے یہ خلاف صبر نہیں چنانچہ اس کی ایک دلیل اسی وقت سمجھ میں آئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی جدائی کی مصیبت میں فرمایا تھا یا اسفی علی یوسف۔ یعنی ہائے افسوس یوسف پر، اس پر بیٹوں نے کہا کہ تم تو ہمیشہ یوسف ہی کو یاد کرتے رہو گے تو اس کے جواب میں فرمایا قال انما اشکوبثی وحزنی الی اللہ۔ یعنی میں تم سے نہیں کہتا میں تو اپنے درد وغم کی اپنے اللہ سے شکایت کرتا ہوں پھر اسی کے ساتھ ہی حضرت یعقوب علیہ السلام نے تدبیر بھی فرمائی چنانچہ فرمایا یا بنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف۔ یعنی اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف کا پتہ چلاؤ یہ جامعیت انبیاء کا حصہ ہے۔ بہر حال ثابت ہوا کہ اپنی مصیبت اپنے مرض کو بلا ضرورت گاتا نہ پھرے اور موقع ضرورت میں ظاہر کرے۔

(وعظ الشکر تدبیر وتوکل)

پہلی اشاعت پر دینی ماہناموں کا تبصرہ

ماہنامہ البلاغ کراچی کا تبصرہ بابت ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ / فروری ۲۰۰۰ء

یہ دنیا جتنی دیکھنے میں دلربا اور حسین ورنگین ہے اسی قدر مصائب پریشانیوں اور مجبوریوں کی آماجگاہ ہے۔ نہ یہاں کی خوشیاں، قہقہے اور مستیاں باقی رہتی ہیں اور نہ یہاں کی تکلیفوں، آفتوں اور پریشانیوں کو دوام حاصل ہے۔ ہر انسان کو اس دنیا میں راحتوں کے ساتھ مصائب اور پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مصائب اور پریشانیوں کے وقت ایک مسلمان کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے؟ اور ان تکالیف سے اسے کیا کیا منفعتیں اور ثواب حاصل ہوتے ہیں؟ زیر نظر کتاب اسی کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ انتخاب بہت عمدہ اور ترتیب بہت مناسب ہے جس پر مرتب جناب محمد راشد صاحب اور ناشر حافظ محمد اسحاق صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (ابوحماد)

مصائب بھیجنے کی حقیقت

ورودِ مصائب کی وجہ

اگر کسی وقت کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو وہ ضرور کسی ایسے نفع کے لئے ہے۔ جو سلسلہ اسباب میں بدوں اس تکلیف کے حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کا حاصل ہونا ہے بہت ضروری اس لئے بندہ کو تکلیف میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

دیکھئے کسی بچہ کے دنبل نکل آئے تو ماں کیا کرے گی۔ یقیناً اس میں نشتر دلوائے گی۔ گو بچہ کو کتنی ہی تکلیف ہو اور وہ کتنا ہی روئے اور آپ بھی اس وقت دیکھ کر یہی کہیں گے کہ ماں کی خیر خواہی کا مقتضا یہی ہے کہ وہ اس وقت بچے کے رونے کی پرواہ نہ کرے اور دنبل کا آپریشن کروائے مگر بچہ سے پوچھئے تو وہ یہی کہے گا کہ ماں سے زیادہ میرا بدخواہ اور دشمن کوئی نہیں ہے۔ کہ اپنے سامنے میرا بدن لہولہان کرا رہی ہے مگر عاقل سمجھتا ہے کہ ماں کو تکلیف دینا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ رفع تکلیف مقصود ہے اور اس کے لئے تھوڑی سی تکلیف ضروری تھی راحت اس کے بعد ہوگی۔ (فضائل صبر و شکر)

مصائب کی حکمتیں

رنج و صدمہ بھیجنے میں حکمتیں ہیں۔ مگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ جس حکمت کے لئے رنج و صدمہ بھیجا جاتا ہے۔ اس حکمت کو حاصل کرو۔ رنج ہی کو لیکر نہ بیٹھ جاؤ۔ جیسے استاد بچہ کو طمانچہ یا قمچی اس لئے لگاتا ہے تاکہ سبق یاد کرلے۔ یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ طمانچہ اور قمچی ہی کو سبق بنالے اگر وہ سبق جلدی ہی یاد کرے گا تو پھر استاد شفقت سے اس کو پیار کرے گا چوٹ کی جگہ کو سہلائے گا۔ اور اگر سبق مقصود کو اس نے یاد نہ کیا بلکہ مار ہی کو سبق بنالیا تو یقیناً اب استاد کا غصہ بڑھے گا۔

مصائب میں یہ فائدے ہیں کہ ان سے استحضار عظمت ہوتا ہے کیونکہ رنج و تکلیف اور بیماری میں عظمت حق زیادہ منکشف ہوتی ہے اور اس کے مقابل اپنا عجز بھی زیادہ منکشف

ہوتا ہے پس مصائب سے انسان پر عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ عبدیت اعلیٰ مقام ہے اور یہ مصائب میں زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

ایک نفع مصیبت کا یہ ہے کہ اس سے باطن کا بہت جلا ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ برسوں کے مجاہدات سے باطن کو وہ نفع نہیں ہوتا جو ایک ساعت کے حزن سے ہوتا ہے خاص کر ایمان کو اس سے پختگی ہوتی ہے جو تمام امور باطنہ میں سب سے افضل ہے۔

مصیبت حالاً تو مصیبت ہے مگر مالاً نعمت ہے کیونکہ اس میں منافع و مصالح حاصل ہوتے ہیں منجملہ ان کے ایک منفعت یہ ہے کہ مصیبت پر صبر کرنے سے اجر و ثواب ملتا ہے اور ثواب بھی بغیر حساب یعنی بے شمار جس کی کوئی حد نہیں۔

ناگوار واقعات کا پیش آنا بھی رحمت ہے

جب کبھی ہم غفلت وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں ادھر سے کسی ناگوار واقعہ کا تازیانہ لگا دیا جاتا ہے۔ جس سے کچھ دنوں تک غفلت کا علاج ہو جاتا ہے اور خدا کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ طاعون وغیرہ کے زمانے میں سالہا سال کے بے نمازی بھی نمازی ہو جاتے ہیں اور ہر شخص کو گونہ آخرت کی فکر ہو جاتی ہے۔ پس ناگوار واقعات کا پیش آنا بھی بڑی رحمت ہے۔ (فضائل صبر و شکر)

ناگوار واقعات سے امتحان بھی مقصود ہوتا ہے

یہ واقعات ہمارے اوپر بطور امتحان کے آتے ہیں جس میں کامیاب ہونے پر ہم کو اجر عظیم کی بشارت ہے تو حق تعالیٰ نے آپ کو انعام دینے کی غرض سے آزمایا تھا۔ آپ سمجھے کہ ہمارا نقصان کر دیا پھر جس چیز میں حق تعالیٰ نے تصرف کیا ہے وہ ان کی ہی چیز تھی آپ کا اس میں کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں صاحبو! یہ حق تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اپنی چیز میں تصرف کر کے بندوں کو صبر کا صلہ دیتے ہیں۔ (فضائل صبر و شکر)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔

اس میں ایک تو یہ بتلا دیا کہ تم پر یہ واقعات وارد ہوں گے۔ دوسرے یہ بھی بتلا دیا کہ ان واقعات سے ہم تمہارا امتحان لیں گے۔ یہی ایک لفظ ایسا ہے کہ اگر اور بھی کچھ نہ ہوتا تو اسی سے مصیبت ہلکی ہوگئی۔ کیونکہ امتحان کا لفظ سنتے ہی مخاطب کو فکر ہو جاتی ہے۔ کہ مجھے امتحان میں پاس ہونے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ میں فیل ہو جاؤں۔ اور قاعدہ ہے کہ انسان امتحان کے وقت اپنے حواس وعقل کو مجتمع رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ مصیبت کے وقت عقل وحواس کا قائم رکھنا بھی اس کے اثر کو بہت کم کر دیتا ہے پس لنبلونکم میں تنبیہ کی گئی ہے کہ مصائب کے وقت بدحواس نہ ہونا چاہیے بلکہ ان کو امتحان سمجھ کر کامیاب ہونے کی کوشش کرنا چاہیے۔

پھر اس میں صیغہ جمع متکلم اختیار فرمایا جس سے عظمت ابتلاء پر دلالت ہے۔ کیونکہ معلوم ہو گیا کہ یہ امتحان حق تعالیٰ خود لیں گے۔ اور جیسا ممتحن عظیم الشان ہوتا ہے۔ ویسا ہی امتحان بھی عادتاً مہتم بالشان ہوتا ہے۔ گو واقع میں حق تعالیٰ کی طرف سے امتحان عظیم نہ ہو۔ آسان اور سہل ہی ہو۔ (فضائل صبر وشکر)

ورود مصائب پر غور کرنا

یہ نہیں سوچتے کہ یہ مصیبت ہم پر کیوں نازل ہوئی ہے۔ اگر ہماری حالت میں کوئی نقص ہو تو اس کی تلافی کر کے حالت درست کرنا چاہیے۔ تاکہ پھر حق تعالیٰ کا فضل وکرم متوجہ ہو۔ اور یہ تازیانہ عبرت ختم ہو مگر افسوس کہ ناگوار واقعات سے سبق لینے کی ہم کو عادت ہی نہیں۔ بس یہ سبق سیکھ رکھا ہے کہ مصیبت کو مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ طاعون وہیضہ کے زمانہ میں بعض لوگوں کا اسی کا شغل ہو جاتا ہے۔ کہ آج اتنے مرے کل اتنے مرے۔

اسباب غم سے غم ہونا بے خبری کی وجہ سے ہے

فرمایا جن چیزوں سے ہم اس دنیا میں رنجیدہ ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں۔ درحقیقت وہ اپنی بے خبری اور جہالت کی وجہ سے سمجھتے ہیں ورنہ یہ تمام واقعات مصلحت وحکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ بعض کی حکمت ہمیں آگے چل کر معلوم ہو جاتی ہے اور بعض کی معلوم نہیں ہوتی۔

ایک صاحب کو غیر منقسم ہندوستان میں بریلی سے طوفان میل میں سوار ہونا تھا گاڑی رات گئے وہاں پہنچتی تھی۔ وہ گاڑی کے انتظار میں ویٹنگ روم کے اندر سو گئے اور اسٹیشن ماسٹر سے کہہ دیا کہ گاڑی کے وقت مجھے جگا دیا جائے۔ اتفاق سے اسٹیشن ماسٹر کو یاد نہیں رہا اور گاڑی نکل گئی۔ یہ اٹھ کر اسٹیشن ماسٹر پر بہت خفا ہوئے لیکن تھوڑی ہی دیر میں پتہ چلا کہ وہ گاڑی ذرا آگے جا کر شدید حادثے کا شکار ہو گئی۔ یہ صاحب گاڑی نکلنے کو اپنے حق میں برا سمجھ رہے تھے مگر معلوم ہوا کہ اگر گاڑی نہ نکلتی تو زندہ بچنے کا کوئی سوال نہ تھا۔

اگر انسان کو اپنی اس بے خبری کا استحضار رہے تو ہمیشہ راضی بہ رضا رہے گا اور اللہ سے یا اس کی تقدیر سے شکایت کے جذبات اس کے دل میں کبھی پیدا نہ ہوں گے۔

لہٰذا اس قسم کے واقعات پر غور کیا جاتا رہے۔ جنہیں انسان ابتداء میں اپنے لئے مضر سمجھتا ہے مگر بعد میں وہی مفید ثابت ہوتے ہیں۔ (مجالس مفتی اعظم پاکستان)

مصائب و تکالیف کی حکمتیں

ایسا ہی ہم لوگ حق تعالیٰ کے امتحانات و ابتلاءات کو مصیبت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں غایت عروج وراحت کا سبب ہیں۔ اور یہ حکمتیں تو آخرت میں جا کر منکشف ہوں گی۔

حضرات! دنیا میں بھی عارفین کو ان مصائب کی حکمتیں بکثرت منکشف ہوتی ہیں جن سے وہ مصائب ہی نہیں رہتے بلکہ نعم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک صحابی کا پاؤں کسی صدمہ سے ٹوٹ گیا تھا ان کو اس کا کچھ غم تھا کچھ دنوں کے بعد حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان لڑائی چھڑی اور دونوں طرف کے لوگوں نے ان صحابی کو اپنا شریک کرنا چاہا تو انہوں نے دونوں سے عذر کر دیا کہ میں تو چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوں اس وقت وہ اپنی اس بیماری پر خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے۔ الحمدللّٰہ الذی طھر یدی من ھذہ الدماء باذھاب رجلی۔

”کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے پیر لے کر میرے ہاتھ اس محترم خون سے پاک

رکھے' اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر انسان مصائب وبلیات کی حکمتیں سوچا کرے تو اس کو اکثر مصائب کی حکمتیں دنیا ہی میں منکشف ہو جائیں گے۔ پھر وہ مصائب ہی نہ رہیں گے بلکہ نعمتیں بن جائیں گی۔ (فضائل صوم وصلوٰۃ)

صاحبو! اللہ تعالیٰ تو آپ کو سلطنت اور بادشاہت دینا چاہتے ہیں اور آپ روتے ہیں کہ ہائے ماردیا ہائے ذبح کردیا۔ آپ کی وہی مثال ہے جیسے ایک چمار کا لڑکا بگولے میں لپٹ کر اڑ گیا اور ایک راجہ کے محل کی چھت پر جا پڑا تھا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ یہ آدمی آسمان سے کیونکر گرا۔ راجہ نے پنڈتوں کو بلایا۔ انہوں نے آکر کہہ دیا کہ یہ غیبی انسان ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو بھیجا ہے۔ اس کی تعظیم کرنی چاہیے۔ یہ سن کر راجہ نے کہا کہ پھر میری لڑکی جوان ہوگئی ہے اور اس کیلئے بہت جگہ سے پیغام آرہے ہیں۔ میں نے کسی جگہ کو منظور نہیں کیا۔ میری رائے یہ ہے کہ اسی آسمانی لڑکے کو شاہی حمام میں لے جا کر اچھی طرح غسل دیا جائے اور نہایت قیمتی لباس پہنا کر لایا جائے۔ اس کو جو حمام میں لے جانے لگے تو اس نے رونا چلانا شروع کیا کہ مجھے کہاں لے جاتے ہو اور جب حمام میں اس پر گرم گرم پانی ڈالا گیا تو اور زیادہ چلایا۔ پھر لباس قیمتی لایا گیا تو بہت ہی چیخا۔ اور کسی طرح خاموش نہ ہوا۔ اطباء کی رائے ہوئی کہ شہزادی کو اس کے سامنے لایا جائے۔ شاید اس کو دیکھ کر مانوس ہو۔ شہزادی سامنے آئی تو اس نے ڈر کر آنکھیں بند کرلیں اور پہلے سے زیادہ چلانے لگا پھر وزراء کی رائے یہ ہوئی کہ یہ آسمان سے ابھی تازہ آیا ہے زمین کے آدمیوں سے اس کو وحشت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ کچھ دنوں کے بعد جب یہ ہم سے مانوس ہو جائیگا پھر شادی کا انتظام کیا جائیگا۔ آخر کار اسے چھوڑ دیا گیا تو وہ سیدھا اپنے وطن میں اپنی ماں کے پاس پہنچا اور رو رو کر سارا قصہ بیان کرنا شروع کیا کہ میں اس طرح اڑ گیا پھر مجھے بہت سے آدمی پکڑ کر لے گئے اور سب نے مجھے ہر طرح سے مارنا چاہا۔ میرے اوپر تتا تا یعنی گرم گرم پانی ڈالا میں جب بھی نہ مرا میا۔ پھر میرے سامنے دہکتے دہکتے انگارے لائے (یہ جواہرات کی گت بنائی) میں جب بھی نہ مرا میا۔ میرے سامنے ایک ڈائن کو لائے

تا کہ مجھے کھالے (یہ شہزادی کی گت بنائی) میں جب بھی نہ مرا میا۔

تو جیسے اس احمق نے ساری قدر و منزلت اور عروج و راحت کو مصیبت اور سامان موت سمجھا۔ ایسا ہی ہم لوگ حق تعالیٰ کے امتحانات و ابتلاءات کو مصیبت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں غایت عروج و راحت کا سبب ہیں اور حکمتیں تو آخرت میں جا کر منکشف ہوں گی۔

مصائب بھی محبت ہی کا عنوان ہیں

مطیع اور طالب خدا مصیبت اور راحت دونوں اس کے نزدیک عطیہ الٰہی ہیں۔ دونوں میں کچھ فرق بھی نہیں کرتا۔ جیسا راحت میں خوش ہے اور اطمینان قلب رکھتا ہے ویسا ہی مصیبت میں خوش ہے اور اطمینان رکھتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے ایک بڑا ذیشان میزبان ایک وقت میں کسی مہمان کے سامنے پلاؤ رکھے اور ایک وقت میٹھے چاول تو چونکہ دونوں کھانے اس کو محبت اور عزت کے ساتھ عطا ہوئے ہیں۔ برابر ہیں۔ یہ بھی ضیافت ہے اور وہ بھی ضیافت ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک وقت پلاؤ دینے کے بعد جو دوسرے وقت پلاؤ نہیں دیا۔ اس کی اہانت ہوئی۔ بلکہ اس کو زیادہ اچھا سمجھتے ہیں اور مہمان بھی اس کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اور بہت زیادہ عزت کی بات سمجھتا ہے کہ میزبان رنگارنگ کے کھانے کھلائے ایک وقت کچھ دوسرے وقت کچھ ہاں اگر کسی قرینہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ پلاؤ کی جگہ میٹھے چاول اس واسطے دیئے گئے ہیں کہ میزبان کشیدہ خاطر ہو گیا ہے مہمان کو پلاؤ کا اہل نہیں سمجھتا تو اس وقت ڈوب مرنے کی بات ہے۔ میٹھے چاول تو کیا اگر مشک و عنبر بھی سامنے رکھا جائے تو زہر ہے۔ (اصلاح اعمال)

ایک اشکال کا جواب

اس پر شاید تم یہ کہو کہ احکام تشریعیہ میں تو بے شک ایسی ہی آسانیاں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو ہم سے بہت محبت ہے مگر تکوینیات میں تو یہ حالت ہے کہ کبھی بیماری ہے کبھی پھوڑا پھنسی نکل رہا ہے کبھی طاعون ہے کبھی ہیضہ ہے کبھی اولاد کا صدمہ دیتے ہیں کبھی بیوی اور ماں بہن کے مرنے کا کسی کے بدن میں کیڑے پڑ گئے ہیں کسی کو دمہ یا سل اور دق کی تکلیف دی جا رہی ہے۔ محبت تو جب ہوتی کہ تکالیف تکوینیہ بھی نہ آیا کرتیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی محبت ہی ہے مگر اس میں ماں کی محبت کا رنگ نہیں ہے بلکہ باپ کی محبت کا رنگ ہے باپ کی محبت یہی ہے کہ جب لڑکا شرارت کرے تو چار ادھر لگائے اور چار ادھر۔ حضرات ان مصائب سے حق تعالیٰ ہم کو مہذب بنانا چاہتے ہیں۔ تا کہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ ہم لوگ اپنے اعمال بد سے اپنے آپ کو تباہ کرنے میں کسر نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ ان سزاؤں سے ہم کو راستہ پر لگا دیتے ہیں اور دماغ درست کر دیتے ہیں۔

پھر حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کے مصائب سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندہ کو کوئی خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے وہ اس درجہ عالیہ کو پا لیتا ہے۔

اب بتلایئے یہ مصائب و متاعب تکوینیہ محبت حق سے ناشی ہیں یا نہیں حدیث میں آتا ہے کہ قیامت میں اہل مصائب کو ثواب کثیر ملتا ہوا دیکھ کر اہل نعم کہیں گے۔ یالیت جلودنا قرضت بالمقاریض فنعطی مثل ما اوتوا۔ (او کما قال)

کہ اے کاش! ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں تا کہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے۔ پس اس ثواب کے استحضار سے آپ کو غم ہلکا کرنا چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سب مصائب درحقیقت تجارت میں داخل ہیں۔

آداب المصاب

جو شخص کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا ہو پھر اس سے نجات ہو جائے تو سنت پیغمبری یہ ہے کہ نجات پر شکر کرے اور مرض و مصیبت کے ذکر کو بھول جائے۔ (معارف القرآن)

کسی بڑی مصیبت سے بچنے کیلئے دعا میں یہ کہنا کہ اس سے تو بہتر ہے کہ فلاں چھوٹی مصیبت میں مجھے مبتلا کر دے مناسب نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہر مصیبت اور بلا کے وقت عافیت ہی مانگنی چاہیے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے صبر کی دعا مانگنے سے ایک شخص کو منع فرمایا کہ صبر تو بلا و مصیبت پر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعا مانگنے کے بجائے عافیت کی دعا مانگو (حوالہ بالا)

جب انسان کسی تکلیف ومصیبت میں گرفتار ہو اور پھر اللہ تعالیٰ اس سے نجات عطا فرما کر اپنی نعمت سے نوازیں۔ تو اب اس کو گزشتہ مصائب کا ذکر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے اس انعام واحسان کا ذکر کرنا چاہیے۔ جو اب حاصل ہوا ہے۔ مصیبت سے نجات اور انعام الٰہی کے حصول کے بعد بھی پچھلی تکلیف ومصیبت کو روتے رہنا ناشکری ہے۔ گناہوں سے بچنا اور تکلیفوں پر صبر وثبات قدم یہ دو صفتیں ایسی ہیں جو انسان کو ہر بلا ومصیبت سے نکال دیتی ہیں۔ (حوالہ بالا)

مصیبت کو ہلکا کرنے کی تدبیریں

عادۃ اللہ اب بھی یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے اور اسی کے فضل کا امیدوار رہے اور کامیابی میں دیر ہونے سے آس نہ توڑ بیٹھے تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کے حق میں آسانی کر دے گا۔ بعض روایات حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (تفسیر معارف القرآن)

پس ہم کو مصیبت کے وقت اول تو اپنے گناہوں کو یاد کرنا چاہیے تا کہ اپنی خطاء کا استحضار ہو کر مصیبت سے پریشانی زیادہ نہ ہو۔ کیوں کہ اپنی خطاء پر جو سزا ہوتی ہے۔ اس سے دوسرے کی شکایت نہیں ہوتی بلکہ انسان خود نادم ہوتا ہے کہ میں اسی قابل تھا۔

پھر (مصیبت پر ملنے والے) اجر کو یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کا بہت ثواب رکھا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان کو جو ایک کانٹا لگتا ہے وہ بھی اس کیلئے ایک حسنہ (نیکی) ہے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ کے گھر میں چراغ گل ہو گیا۔ آپ نے انا للہ الخ پڑھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔ یا رسول اللہ کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں۔ جس چیز سے مسلمان کو تکلیف ہو وہ مصیبت ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ ہے جب ادنیٰ ادنیٰ تکلیف پر ثواب کا وعدہ ہے تو زیادہ تکلیف پر ثواب کیوں نہ ہو گا پس ثواب کو یاد کر کے غم کو ہلکا کرنا چاہیے۔

صبر کی ایک صورت یہ ہے کہ اہل مصائب کو سامنے رکھے۔ بالخصوص ان کو جن پر زیادہ مصیبت آئی ہے تو خود بخود وہ شکر کرے گا کہ ہم سے زیادہ مصیبت فلاں پر آئی ہے۔

پھر اس بات کو سوچے جو اس آیت میں بتلائی گئی ہے۔ ولیبتلی اللہ مافی صدورکم کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت دے کر ہمارے ایمان کو آزمایا ہے کہ اس کو مصیبت میں بھی ہم سے تعلق ہے یا نہیں پس مصیبت میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ خدا کی شکایت نہ کرے کوئی بات ایمان کے خلاف زبان اور دل پر نہ لائے۔ (لسمیر بالصبر)

پریشانیوں کا نفسیاتی علاج

فرمایا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دنیا کی تمام پریشانیوں سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ پریشانیوں کو پریشانیاں نہ سمجھو۔ تو کوئی پریشانی نہیں رہتی۔ نفسیات کو علاج میں بڑا دخل ہے۔ آج کل ہر بیماری کا نفسیات سے علاج ہو رہا ہے۔ نفسیات کیا ہے کہ دماغ کو اس تکلیف سے ہٹالو تو تکلیف جاتی رہتی ہے۔ یعنی اگر کسی کو بخار ہے اور دوسرے نے کہہ دیا کہ یہ بخار بہت خطرناک ہے۔ تو اب تک کو خطرناک نہ تھا۔ ہاں اب خطرناک بن گیا۔ اسی طرح اگر پریشانی کو یہ سمجھا جائے کہ یہ پریشانی کچھ بھی نہیں ہے تو وہ پریشانی نہیں رہتی۔ (مجالس مفتی اعظم پاکستان)

مصائب میں دستور العمل

۱۔ فرمایا کہ حالت مصیبت میں ابتلا ہو تو صبر کیا جائے۔ کہ مومن کی شان یہی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ یعنی مومن کی عجیب حالت ہے کہ اگر اس کو خوشی پہنچتی ہے شکر کرتا ہے اور اگر مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو دونوں حالتوں میں نفع رہا۔

۲۔ فرمایا کہ خدا کی رحمت سے مصیبت میں مایوس نہ ہو بلکہ فضل و کرم الٰہی کا امیدوار رہے کیونکہ اسباب سے فوق بھی تو کوئی چیز ہے تو یاس (ناامیدی) کی بات وہ کہے کہ جس کا ایمان تقدیر پر نہ ہو اہل دین کا طریقہ تو رضا بالقضا ہے۔

۳۔ مصیبت کی وجہ سے دوسرے احکام شرعیہ میں کوتاہی نہ کرے۔

۴۔ خدا سے اس مشکل کے آسان کرنے کی دعا کرتا رہے اور تدابیر میں بھی مشغول رہے۔ مگر تدبیر کو کارگر نہ سمجھے (اور دعا کا حکم اس لئے ہے کہ تدبیر میں بغیر دعا برکت نہیں ہوتی)۔

۵۔ استغفار کرتے رہو یعنی اپنے گناہوں سے معافی چاہو۔

۶۔ اگر مصیبت ہمارے کسی بھائی مسلمان پر نازل ہو تو اس کو اپنے اوپر نازل سمجھا جائے اس کیلئے ویسی ہی تدبیر کی جائے جیسا کہ اگر اپنے اوپر نازل ہوتی تو اس وقت خود کرتے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ)

تسلی کے چند اشعار

زندگی پرکیف پائی گرچہ دل پر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غم دوجہاں سے فراغت ملے

ہر تلخی حیات و غم روزگار کو
تری مٹھاس ذکر نے شیریں بنا دیا

خوشا حوادث پیہم خوشا یہ اشک رواں
جو غم کیساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

مصائب میں ظاہری تدابیر

خدا تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے اور انہی کی دی ہوئی تاثیر ہے۔ جب تک انہیں منظور ہے دواؤں میں تاثیر رکھتے ہیں۔ جب منظور نہیں ہوتا۔ تاثیر نہیں ہوتی لاکھ علاج کرو بیماری نہیں جاتی اس واسطے کسی دوا کو یہ نہ سمجھو کہ یہ اچھا کرتی ہے اچھا تو خدا تعالیٰ کرتے ہیں اگر اس وقت اچھا کرنا منظور ہوگا اس میں اثر دے دیں گے ورنہ نہیں ہمیں علاج کا حکم ہے ہم کرتے ہیں مگر انہی پر بھروسہ ہے اسلئے انہی سے دعا کرتے رہو وہ چاہیں گے تو خاک میں اثر دے دیں گے نہیں چاہیں گے تو کشتوں کو خاک کر دیں گے۔ مگر علاج ضرور کرتے رہو کہ حکم ہے۔ (بہشتی زیور)

بعضے جو دوا کرتے ہیں وہ اس کو ایسا موثر سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے گویا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا اس سے درخواست شفا بھی نہیں کرتے۔ پس دوا کو موثر سمجھتے ہیں اور دعا کو کسی درجہ میں موثر نہیں جانتے جب وقت ناکامی کا آجاتا ہے تو ساری دوائیں رکھی رہ جاتی ہیں۔ بلکہ اطباء خود متعجب اور حیران رہ جاتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ کوئی دقیقہ ہم نے نہیں چھوڑا اور اثر نہیں ہوتا۔

قضا جب آتی ہے تو سکنجبین صفرا بڑھاتی ہے اور روغن بادام خشکی کرتا ہے۔ ہلیلہ اسہال کی بجائے قبض کرنے لگتا ہے اور پانی پٹرول کی طرح آگ کا مددگار بن جاتا ہے جتنا بھی ان لوگوں نے دوا علاج کیا بیماری بڑھتی گئی اور ضرورت پوری نہ ہوئی۔ (فضائل صبر و شکر)

تعویذ: جس طرح بیماری کا علاج دوا دارو سے ہوتا ہے اسی طرح بعضے موقع پر جھاڑ پھونک سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے (لیکن) بعض نہ دوا کریں نہ دعا کریں بس جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے پر کفایت کرتے ہیں سرسام ہو دورہ بخار ہو زکام ہو ہر بات کا تعویذ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام میں برکت ہے لیکن تعویذ کے ساتھ دوا بھی کرو۔ اب تو یہ خبط ہو گیا ہے کہ ہر بات کیلئے تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ (فضائل صبر و شکر)

دعاء اور تدبیر دونوں کی ضرورت

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غصہ کرتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا ہر چیز سے کام دیتی ہے ایسی بلا (مصیبت) سے بھی نازل ہو چکی ہو اور ایسی بلا سے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی۔

فائدہ: جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے اور خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو۔ سب خدا تعالیٰ سے مانگنا چاہیے۔ مگر (ساتھ ہی) تدبیر بھی کرنا چاہیے مثلاً کوئی دشمن ستائے تو اس سے بچنے کی تدبیر بھی کرنا چاہیے۔ خواہ وہ تدبیر اپنے قابو کی ہو یا حاکم سے مدد لینا پڑے مگر اس تدبیر کے ساتھ خدا تعالیٰ سے بھی مدد مانگنا چاہیے۔

الغرض: ہر کام اور ہر مصیبت میں جو اپنے کرنے کی تدبیر ہے وہ بھی کرے اور سب تدبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی اور توجہ کے ساتھ عرض بھی کرتا رہے۔

اور جس کام میں تدبیر کا کچھ دخل نہیں یا کوئی ظاہری تدبیر ہمارے بس کی نہیں اس میں تو تمام کوشش دعا ہی میں خرچ کرنا ضروری ہے جیسے قابو یافتہ ظالموں کے شر سے (یا ظالم حکمراں) کے شر سے بچنا ان کاموں کا بنانے والا سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی برائے نام بھی نہیں۔

اس لئے تدبیر کے کاموں میں جتنا حصہ تدبیر کا ہے ان بے تدبیر کے کاموں میں تدبیر کا وہ حصہ بھی دعا ہی میں خرچ کرنا چاہیے۔

غرض تدبیر کے کاموں میں تو کچھ تدبیر اور کچھ دعا ہے۔ اور بے تدبیر کے کاموں میں تدبیر کی جگہ بھی دعا ہی ہے۔

ساری تدبیریں ایک طرف اور خدا سے تعلق اور دعا کرنا ایک طرف اس کو لوگوں نے بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔ مگر دعا خشوع کے ساتھ ہونا چاہیے۔ (مذہب سیاست)

تدبیر و دعاء میں افراط و تفریط

ہمارے اندر یہ کوتاہی ہے کہ دو جماعتیں ہوگئیں بعض نے تو دعا کو اختیار کر کے تدبیر کو چھوڑ دیا اور بعض لوگ محض تدبیر کے پیچھے پڑ گئے اور دعا کے منکر ہو گئے ۔ (یا بھول گئے)۔

مصیبت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ خدا سے اس مشکل کے آسان کر دینے کی دعا کرتا رہے اور تدبیر میں بھی مشغول رہے مگر تدبیر کو کارگر نہ سمجھے۔

شریعت کا یہ مقصود نہیں کہ تمام تدبیریں چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاؤ دعا کا حکم تو اس لئے ہے کہ تدبیر میں بغیر دعا کے برکت نہیں ہوتی اور یہ مقصود نہیں کہ صرف دعا پر اکتفا کی جائے اور تدبیر کچھ نہ کی جائے۔

مصائب میں ترک اعمال

ناگوار واقعات کا یہ اثر بہت سخت ہے کہ ان سے بعض اوقات اعمال میں تقلیل ہونے لگتی ہے لوگ مصائب کا حق صرف اتنا سمجھتے ہیں کہ ایسے مواقع پر جزع و فزع نہ کیا جائے اور اسی کو کمال سمجھتے ہیں اس پر کسی کی نظر نہیں کہ ناگوار واقعات کا یہ بھی ایک حق ہے کہ اس وقت اعمال سابقہ میں کمی نہ کی جائے اس کو تو صبر میں داخل ہی نہیں سمجھتے۔

حالانکہ معمولات ترک کرنے کا ضرر بہ نسبت جزع و فزع کے ضرر کے بہت زیادہ ہے۔ مصیبت میں معمولات پر جمار ہنا صبر کا جزو اعظم ہے۔ (فضائل صبر و شکر)

مصائب میں اہتمام اعمال کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن اکثر لوگوں کو اس کی بالکل پروا نہیں پس جہاں کوئی ناگوار بات پیش آئے اب ذکر بھی ناغہ ہے اور تہجد بھی رخصت ہے تلاوت قرآن بھی ندارد ہے اور جماعت کا اہتمام بھی فوت ہے اس وقت انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس مصیبت کے بعد معمولات کی پابندی شروع کروں گا مگر یہ اس کی غلطی ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے بعد دوسری مصیبت آ جائے پھر یہ کہو گے کہ اس کے بعد پابندی کروں گا۔ ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی حادثہ ہو جائے تو تم اسی امروز و فردا میں رہو گے اور عمر بھر پابندی نصیب نہ ہو گی پس اگر پابندی چاہتے ہو تو ہمت کر کے مصیبت ہی میں کام شروع

کردو۔ کام کا خاصہ ہے کہ وہ خود بخود فراغ پیدا کر دیتا ہے۔

ناگوار واقعات میں اعمال و معمولات کے ترک سے مصیبت تو کم ہو نہیں جاتی ہاں ترک اعمال کا نقصان بڑھ جاتا ہے ایک نقصان تو غیر اختیاری ہوا تھا۔ دوسرا نقصان ہم اپنے ہاتھوں کرتے ہیں جس سے مصیبت کو اور ترقی ملتی ہے۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے زمانہ جاہلیت کے ایک حلیم (برداشت والا) کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اس کے بھتیجے نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا لوگ قاتل کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے تو غایت حلم سے یہ کہا "میرے ایک ہاتھ نے دوسرے ہاتھ کو کاٹ دیا اب یہ حماقت ہے کہ میں دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ دوں"۔

دیکھئے یہ ایک کافر تھا جس نے غیر اختیاری ضرر سے پریشان ہو کر اختیاری ضرر کو گوارا نہ کیا۔ پس یہ بڑی حماقت ہے کہ ہم مصائب غیر اختیاری کی وجہ سے اپنے معمولات کو تباہ کر کے اختیاری ضرر میں مبتلا ہوں۔ اس وقت اعمال پر جمار ہنا ہی صبر ہے۔

نمک حلالی کا حق

اے صاحب! جس خدا نے سالہا سال ہم کو راحت و آرام میں رکھا ہے۔ اگر کسی وقت وہ تکلیف بھی دے دیں تو کیا یہی انسانیت ہے کہ ہم اس تکلیف کو زبان پر لائیں اور ناگواری کا اثر لیکر اطاعت میں کوتاہی کرنے لگیں۔

صاحبو! سلاطین عالم فوجی ملازموں کو سالہا سال بے مشقت گھر بیٹھے تنخواہ دیتے ہیں۔ اور کسی وقت دشمن کے مقابلے میں بھی بھیج دیتے ہیں۔ تو بتلایئے کیا اس وقت فوجی ملازم کو اس حکم پر ناگواری کا کچھ بھی حق ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ نمک حلالی یہی ہے کہ جس بادشاہ نے برسوں گھر بیٹھے تنخواہ دی ہے اور بلا کسی مشقت و کلفت کے خبر گیری کی ہے کسی وقت اس کے حکم سے مشقت بھی ضرور برداشت کرنا چاہیے۔ چنانچہ فوجی ملازم کبھی ایسے وقت میں انکار نہیں کرتا اور خوشی کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے ہر قسم کی مصیبت کو برداشت کرتا ہے اور جان دینے کو اپنی سعادت اور نمک حلالی سمجھتا ہے اور پھر کس قدر افسوس ہے کہ ہمارا خدا تعالیٰ کے ساتھ وہ برتاؤ بھی نہ ہو جو ایک ادنیٰ فوجی ملازم کا ادنیٰ بادشاہ کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے۔

مصائب میں خدا فراموشی

غرض یہ ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس پر مصیبت سے اثر نہ ہو مگر فرق یہ ہے کہ بعض لوگ تو یاد رکھتے ہیں اور اکثر بھول جاتے ہیں اور اگر چہ بھول جانے کے یہ معنی نہیں کہ ان کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں رہی مگر برتاؤ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے دوسرا ناواقف یہ اخذ کر سکتا ہے اور اس مرض کے کئی درجے ہیں بعض کو تو مصیبت آتے وقت بھی پوری طرح تنبہ نہیں ہوتا مجھے تعجب ہوا کرتا ہے اس شخص سے جو کہ مصیبت آنے پر یہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں ہم سے کیا گناہ ہوا ہے جس کی پاداش بھگت رہے ہیں صاحبو! کونسا وقت ہے کہ ہم اس میں گناہ نہیں کرتے۔ ہم تو ہر وقت ہی گناہ میں مبتلا ہیں پھر اس سوال کے کیا معنی اور بعض کو دوسری طرز کی غفلتیں ہوتی ہیں چنانچہ ہم میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ ہم نے کچھ کیا ہے مگر پھر بھی اس کا تدارک نہیں کرتے استغفار نہیں کرتے بلکہ بعضے تو اور زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں میں نے جہاز میں دیکھا ہے کہ عین شدت طوفان کے وقت نہایت پریشانی میں بعض لوگ یا علی یا علی کہتے تھے اور بہت سے لوگ حضرت غوث الاعظم کو پکارتے تھے میں نے اپنے جی میں کہا کہ اے اللہ یہ مشرکین عرب سے بھی بڑھ گئے۔

مشرکین عرب بھی مصیبت کے وقت ایک خدا ہی کو پکارتے تھے مگر ہندوستان میں مصیبت کے وقت بھی دوسروں ہی کو پکارتے ہیں۔ اور جو گناہ کو یاد کر کے تدارک بھی کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت خدا ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن وہ حالت ہوتی ہے کہ۔

اہلکاراں بوقت معزولی شبلی وقت و بایزید شوند

بازچوں میرسند برسرکار شمر ذی الجوشن و یزید شوند

(سرکاری ملازم نوکری سے علیحدہ کر دیئے جائیں تو وہ ایسے نیک بن جاتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اپنے زمانہ کے حضرت شبلیؒ اور بایزیدؒ جیسے بہت بڑے ولی ہیں اور پھر جب اپنی ملازمت پر آ جاتے ہیں تو اس قدر برے اعمال کرتے ہیں جیسے کہ شمر جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا اور جیسا کہ یزید تھا کہ جس کی اس وقت حکومت تھی)۔

یعنی جب تک مصیبت رہے اللہ بھی یاد رہے رسول اللہ ﷺ بھی یاد رہے اور جب مصیبت ٹلی تو ایسے آزاد کہ گویا خدا تعالیٰ کی حدود حکومت ہی سے نکل گئے اسی کو فرماتے ہیں اذا مس الانسان الضر دعانا۔ کہ مصیبت کے وقت تو خوب پکارتا ہے اور جب مصیبت دور کر دیتے ہیں تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا تعلق ہی نہ رہا اور اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کذالک زین للمسرفین ما کانوا یعملون۔ یعنی وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لوگ حدود سے باہر ہو گئے ہیں اور یہ خاصیت ہے کہ نیک عمل میں بصیرت ٹھیک رہتی ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو بینش جاتی رہتی ہے اسی لئے فرماتے ہیں کہ ان کو اپنے اعمال خوش معلوم ہوتے ہیں پس علت اس کی اسراف ہے کہ اس کی وجہ سے بری باتیں مزین معلوم ہونے لگتی ہے اسی کو سن کر ہر شخص اپنی حالت کو دیکھ لے کم و بیش سب کی یہ حالت ہے اور دوسری جگہ بھی ایسا ہی مضمون ارشاد ہے واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ فلما نجاکم الی البراء عرضتم۔ یعنی جب مصیبت آتی ہے اس وقت تو سب کو بھلا کر کہتے ہیں کہ اگر ہمیں اس سے نجات ہو جائے تو ہم خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں گے مگر جب اس سے نجات ہو جاتی ہے تو اعراض کرنے لگتے ہیں آگے فرماتے ہیں وکان الانسان کفورا۔ کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں افامنتم ان یخسف بکم جانب البر او یرسل علیکم حاصباً ثم لاتجدوا لکم وکیلا۔ (یعنی تم کیا اس سے امن میں ہو گئے کہ تم کو زمین ہی میں دھنسا دیں؟ یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دیوے جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ)۔ چنانچہ قارون کو دھنسا دیا گیا تھا۔ اور اس واقعہ پر گو سب کا ایمان تھا۔ لیکن عین الیقین نہ تھا۔ مگر اب چند ہی سال ہوئے کہ کانگڑہ کے قریب زلزلہ میں ایک بہت بڑے حصے کو دھنسا دیا گیا کہ لوگ اب بھی دیکھ لیں۔ آگے فرماتے ہیں یا تم پر تند ہوائیں بھیج دیں کہ پھر تم اپنے لئے کوئی وکیل نہ پاؤ غرض ہر طرح تم ہمارے قبضے میں ہو کسی طرح بچ نہیں سکتے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خیر وہ دریائی اندیشہ تو کٹ گیا اس

کو فرماتے ہیں ام امنتم ان یعید کم فیہ تارۃ اخری (یاتم اس سے بےفکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لیجاویں؟) دیکھو! روزمرہ بات پیش آتی ہے کہ انسان ایک جگہ نہ جانے کی قسم کھاتا ہے مگر پھر مجبوراً جانا پڑتا ہے اور یہ اوپر بتلادیا ہے کہ اگر دریا میں بھی نہ جانا ہو تو دوسری جگہ بھی تو ہلاک کر دینا ممکن ہے کیونکہ اس کی قدرت خشکی اور دریا میں برابر ہے مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک ملاح سے ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں مرے اس نے کہا دریا میں ڈوب کر۔ کہنے لگا اور دادا۔ کہا کہ دریا میں، کہنے لگے کہ پھر بھی تم دریا میں رہتے ہو۔ ڈرتے نہیں، ملاح نے کہا کہ تمہارے باپ کہاں مرے کہنے لگا گھر میں۔ پوچھا اور دادا کہنے لگا کہ گھر میں۔ ملاح نے کہا کہ پھر بھی تم گھر میں رہتے ہو ڈرتے نہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت ہر جگہ موجود ہے بلکہ دریا میں تو بہت سی تدابیر بچنے کی ممکن بھی ہیں خشکی میں اگر کوئی آفت آئے تو اس سے بچنے کی تو کوئی تدبیر ہی نہیں مثلاً اگر دو ریل گاڑیوں میں تصادم ہو جائے تو کوئی صورت بچنے کی ہو ہی نہیں سکتی برخلاف جہاز کے کہ اگر ٹوٹ جائے تو غرق ہوتے ہوئے بھی اس کو بہت دیر لگ جاتی ہے دوسرے جہاز اکثر کنارے کے قریب ہی ہوتے ہیں کہ وہاں سے مدد کا آجانا بھی ممکن ہوتا ہے تو جو شخص سمندر میں خدا سے ڈرے اور خشکی میں نہ ڈرے وہ کس قدر نادان ہے۔ دوسرے اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ سمندر ہی میں زیادہ خطرہ ہے تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ دوبارہ سمندر ہی میں بھیج دیں اور ایک ایسی ہوا کو مسلط کر دیں کہ وہ کشتی کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے اسی کو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں ام امنتم ان یعید کم فیہ تارۃ اخری۔ اور یہ کچھ اسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر صاحب مصیبت کو کہا جا سکتا ہے کہ کیا پھر ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ پھر اسی قصہ میں تم کو پھنسا دیں۔ صاحبو! اپنے کو کسی وقت خدا تعالیٰ کے قبضے سے نکلا ہوا نہ سمجھو! اور سب گناہوں کو چھوڑ دو۔ دیکھو گناہ میں مصیبت اس لئے آتی ہے کہ اس سے خدا تعالیٰ ناراض ہیں یہ بات سب گناہوں کو عام ہے اگرچہ وہ کسی قسم کا گناہ ہو تو جب خدا تعالیٰ ناراض ہوئے اور ہر قصہ ان کے قبضہ میں ہے تو ممکن ہے کہ پھر کسی قصہ میں مبتلا کر دے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کو

جب منظور ہوا تو نمرود کو ایک مچھر سے پریشان کر دیا۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ نمرود کی حالت یہ تھی کہ جب سر پر چوٹ لگتی تھی تو چین آتا تھا تو وہ مچھر اب بھی تو موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کو اب بھی تو وہی قدرت ہے دیکھو کہاں نمرود اور کہاں مچھر مگر خدا تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ ہمارا ایک معمولی سپاہی بھی کافی ہے۔ ایک چیونٹی اگرچہ بظاہر نہایت چھوٹی اور معمولی چیز ہے لیکن جب خدا تعالیٰ چاہتے ہیں تو اسی سے ہلاک کر دیتے ہیں اور جب ان کی حفاظت ہوتی ہے تو کسی سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ میں نے متعدد مرتبہ دیکھا ہے کہ سر میں تیل ڈال کر سر کے نیچے رومال رکھ کر سو گیا ہوں اٹھ کر دیکھا رومال پر چیونٹیاں چڑھی ہوئی ملیں لیکن سر میں ایک چیونٹی بھی نہیں پائی گئی۔ سو اس سے بچانے والا کون ہے بجز خدا کے اور اگر وہ نہ بچائے تو ادنیٰ ذرہ پریشان کرنے کو کافی ہے ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ اس کی ناک پر بار بار ایک مکھی آکر بیٹھتی تھی اس نے تنگ آکر کہا کہ معلوم نہیں مکھی کو کیوں پیدا کیا ہوگا وزیر نے کہا کہ اس واسطے پیدا کیا ہے کہ متکبرین کا تکبر ٹوٹے حاصل یہ ہے کہ ذرا سنبھل کر خدا تعالیٰ کی مخالفت کرو۔ تم میں ایک مکھی کی مقاومت کی بھی تاب نہیں بس اگر بچنے کی کوئی صورت ہے تو یہی کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔

مصائب میں موحد (ایمان والے) کا حال

موحد (یعنی ایمان والے کو اپنے ایمان اور) علوم پر اطمینان ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ ہر چیز کا فاعل خدا ہے حوادث اور مصیبتوں میں موحد مستقل و مطمئن رہتا ہے وہ کہتا ہے

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المومنون۔

کہ ہم کو وہی پیش آئے گا جو خدا نے مقدر کر دیا ہے اس کے خلاف ہرگز نہیں پیش آ سکتا۔ اور حق تعالیٰ ہمارے آقاء و مولیٰ ہیں ان کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آئے گا اس میں رحمت و حکمت ہی ہوگی اس لئے خدا ہی پر مسلمان کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ بتلایئے جس کا یہ اعتقاد ہو وہ مصیبتوں میں کب پریشان ہو سکتا ہے۔ اور ملحد (جس کا خدا پر ایمان نہ ہو اس) پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کی پریشانی کی کوئی حد ہی نہیں رہتی کیوں کہ اس

کواسباب پر اعتماد تھا اور اسباب (اور ظاہری حالات) اس کے مخالف ہو گئے تو اب اس کے پاس کوئی سہارا نہیں۔ اور (اللہ والے) کو خدا پر اعتماد ہوتا ہے اور خدا کو وہ اپنا مخالف نہیں سمجھتا بلکہ مولیٰ اور آقا سمجھتا ہے اس کو اسباب (اور حالات) کے مخالف ہو جانے پر بھی یہ امید ہے کہ شاید خدا تعالیٰ مخالف اسباب کو موافق بنا دیں اور اگر اسباب مخالف ہی رہے اور اس کو ناکامی بھی ہو جائے (ہلاک ہی کیوں نہ ہو جائے) تب بھی وہ راضی ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بات بھی آتی ہے اس میں خیر ہی ہوتی ہے پس اس صورت میں اگر دنیا کا (جان و مال کا) نقصان ہوا تو میری آخرت کی ترقی ہو گی۔

موحد کے لئے مصیبتوں میں بھی فائدہ ہے اور وہ تکلیف سے بھی خوش ہوتا ہے جیسے بچہ دودھ چھوٹنے کے وقت گو پریشان ہوتا ہے اور اس وقت اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے مگر بعد میں ماں کو دعا دیتا ہے۔

اسی طرح موحد کو مصیبت کے وقت اگرچہ ظاہر میں تکلیف ہوتی ہے مگر تکلیف کے بعد جب اپنی ترقی کا احساس ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے (بلکہ عین مصیبت کے وقت میں اس کی حکمتیں اور اپنی ترقی محسوس ہو جاتی ہے سب سے بڑھ کر مصیبت لوگوں کی نظر میں موت ہے جو تمام مصیبتوں کا آخری درجہ ہے اور اسی اندیشہ سے آدمی تمام مصیبتوں سے گھبراتا ہے مگر موحد کے نزدیک یہ زہر کا پیالہ بھی شیریں ہے۔

واللہ ایمان والے (یعنی مسلمان) سے بڑھ کر کوئی چین میں نہیں، مشرکین کے بعض معبود ایسے ہیں کہ ان میں آپس میں رقابت ہے۔ وہ ایک کی عبادت دوسرے سے چھپا کر کرتے ہیں کہ کہیں وہ یہ معلوم کر کے کہ یہ دوسرے کے پاس بھی جاتا ہے ناخوش نہ ہو جائے جیسے کوئی رنڈی دو آشنا کرے تو وہ ایک کے پاس دوسرے سے چھپ کر جاتی ہے۔

اور موحد (یعنی مسلمان) کو ایسا اطمینان ہوتا ہے جیسے بچہ کو ماں کی گود میں اطمینان ہوتا ہے بچہ ماں کی گود میں جا کر بالکل بے فکر ہو جاتا ہے کہ بس اب کسی کا خوف نہیں اور اس

کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دوسرا کوئی پیار سے بھی بلائے تو اس سے بھاگتا ہے۔ اور ماں اگر مارتی ہے تو اس سے بھاگتا نہیں بلکہ رو کر اسی کو چمٹ جاتا ہے۔

مصائب میں مایوسی

مسلمانو! مصیبت میں خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ اللہ کے فضل وکرم کے امیدوار رہو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

لاتیئسوا من روح اللّٰہ انہ لاییئس من روح اللّٰہ الا القوم الکفرون ۔ ترجمہ: خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیوں کہ خدا کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ مسلمان کو تو خدا سے بڑی امید رکھنا چاہیے۔

پس کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ ہو دل شکستہ ہرگز نہ ہونا چاہیے شریعت میں اس کی تاکید کی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت میں ناامید نہ ہو حق تعالیٰ سے امیدوار رہنا چاہیے۔ کیوں کہ اسباب سے فوق (بڑھ کر) بھی تو کوئی چیز ہے تو ناامید کی بات تو وہ کہے جس کا دین (ایمان) تقدیر پر نہ ہو۔ محض تدبیر پر ہو۔

ایک روز مسلمانوں کی موجودہ حالت کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ کھانا تک تلخ (کڑوا) معلوم ہونے لگا۔ اس روز کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر مکان پر پہنچا چارپائی پر بیٹھ کر لیٹنے کا ارادہ تھا کہ اچانک زبان پر یہ جاری ہوگیا۔

امنت باللہ وملئکۃ .... الی قولہ والبعث بعدالموت.

''بعدالموت'' پر قلب میں القاء ہوا کہ تم بعدالموت (یعنی مرنے کے بعد) کیلئے تیاری کر رہے ہو۔ ان دنیا کے ذرا سے فتنوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ اور کیوں پریشان ہوتے ہو موت کے بعد جو واقعات پیش آنے والے ہیں ان کے سامنے ان (مصیبتوں کی حقیقت ہی کیا۔ مثلاً جان کندنی ہے۔ قبر (کا منظر) ہے میدان حشر ہے میزان عدل ہے

پل صراط ہے بس اسی وقت قلب کو سکون ہو گیا پھر تو چین سے کھاتا تھا چین سے سوتا تھا۔

بس اللہ ہی ہمارا مددگار ہے

وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو الایۃ۔

ترجمہ: اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچادے تو اس کے سوا اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرمادیں اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے میں تجھ کو چند باتیں بتلاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ وہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ اس کو اپنے سامنے (یعنی قریب) پائے گا جب تجھ کو کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب تجھ کو مدد چاہنا ہو تو اللہ سے مدد چاہ۔ (مذہب وسیاست)

مسلمان زیادہ مصائب کا شکار کیوں؟

چنانچہ ابھی میرے پاس ایک خط آیا تھا۔ جس میں سخت گندے مضامین تھے اس لئے اس مرحلہ کو بھی طے کر دینا چاہتا ہوں وہ مرحلہ یہ ہے کہ ابھی بیان کیا گیا ہے کہ مصائب اور بلائیں اکثر گناہوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے آتی ہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرا مقدمہ یہ کہ کفر سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں تو کفار سب سے بڑے گنہگار ہوئے اور ان پر سب سے زیادہ بلائیں آنی چاہئیں۔ حالانکہ بعض دفعہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ طاعون کی وجہ سے اکثر مسلمان ہی فوت ہوتے ہیں۔ ہندو وغیرہ کم مرتے ہیں۔ اسی طرح آج کل ترکوں سے کفار کی جنگ ہے اور بعض دفعہ بہت متوحش خبریں آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک مغلوب ہو گئے۔ ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج کل سب سے زیادہ مصیبت

مسلمانوں پر ہے۔ تو بعض لوگوں کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بلا اور مصیبت کا سبب بندوں کے گناہ اور بد اعمالیاں ہیں تو سب سے زیادہ مصیبت کفار پر ہونی چاہیے تھی۔ مسلمانوں ہی پر سب سے زیادہ مصیبت کیوں ہے جن صاحب کا خط میرے پاس آیا تھا اس میں ایسے ہی گندے مضامین بھرے ہوئے تھے۔ کہ کیا آج وہ آیتیں اور وہ وعدے سب منسوخ ہو گئے جو قرآن میں مسلمانوں سے کئے گئے تھے۔ وکان حقاً علینا نصر المومنین۔ کہ مسلمانوں کی امداد ہمارے اوپر لازم ہے۔ آج کل تو کفار کی امداد کی جارہی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ خدا ان ہی کا طرف دار ہے۔ اور ایسے ہی واہی تباہی مضامین تھے اور ان حضرات کو یہ شبہات پیدا ہوئے۔ ترکوں کے معاملات میں اخبارات دیکھنے سے اور ترکوں کی شکست کی خبر آنے سے تو میں نے ان کے خط کا تو یہ جواب لکھ دیا ہے کہ ذرا منہ سنبھال کر باتیں کرو خدا کی شان میں گستاخی نہ کرو بڑے ترکوں کے طرف دار خدا سے بھی زیادہ بنتے ہو پہلے ان کی حالت تو دیکھو کہ ترکوں کی حالت آج کل کیا ہے اور ان میں اسلام کس قدر باقی ہے۔ مجھے واللہ ترکوں کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہوئے شرم آتی تھی کہ اپنے بھائیوں کے عیب کو میں کھولوں مگر اس شخص کے ایمان کی حفاظت کے لئے مجھے ایسا کرنا پڑا کیونکہ اگر میں یہ نہ لکھتا تو اس کے ایمان کی خیر نہ تھی۔ دوسرے جب ہم لوگوں کو اپنے نفس کی اصلاح اور درستی کی فکر نہیں ہوتی تو حق تعالیٰ مجاہدہ اضطراریہ سے ہماری اصلاح فرما دیتے ہیں۔ آپ ان شکستوں کی خبروں سے یہ سمجھتے ہیں کہ ترک مغلوب ہو گئے۔ مگر آپ کو کیا معلوم ہے کہ اس سے جوان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہوگی وہ کتنی فتوحات کا پیش خیمہ ہوگا۔ مگر آج ترکوں کی ذرا سی حالت میں لوگوں کو خدا تعالیٰ سے بدگمانی ہونے لگی۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ پر کبھی کسی کو بدگمانی کا حق نہیں ان کی حکمتوں کے راز کسی کو کیا معلوم۔ آپ اپنے خانگی معاملات کے راز اپنے نوکروں کو نہیں بتلاتے حالانکہ آپ میں اور ان میں بہت تقارب ہے مگر اس کے باوجود بھی اپنا بھید آپ نوکروں کو نہیں بتلاتے۔ تو خدا کیوں آپ کو اپنے معاملات کے راز بتلا دیں آپ میں اور خدا میں تو کچھ بھی مناسبت نہیں چہ نسبت

خاک رابا عالم پاک (خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت) اسی کو حافظ فرماتے ہیں

حدیث مطرب ومی گوراز دہر کمتر جو ☆ کہ کس نکشو ونکشاید بحکمت ایں معمارا

اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت اور اسکے ذکر وشغل کی طرف متوجہ ہو اسرار حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے راز معلوم کرنے کو ترک کرو کسی شخص نے اس معمہ کو نہ حل کیا اور نہ کوئی کر سکے گا۔

بہرحال حق تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے مقبولین پر بھی وہ مصائب نازل کرتے ہیں۔

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند ☆ سر بچرخ ہفتمیں افراشتند

مصائب میں حکام کو برا بھلا کہنا

بعض لوگ مصائب سے تنگ آ کر حکام وقت کو برا بھلا کہتے ہیں یہ بھی علامت ہے بے صبری کی۔ پسندیدہ تدبیر نہیں ہے اور حدیث شریف میں اس سے ممانعت آئی ہے فرماتے ہیں لاتسبوا الملوک۔ یعنی بادشاہوں کو برا بھلا مت کہو۔ ان کے قلوب میرے قبضہ میں ہیں۔ میری اطاعت کرو میں ان کے دلوں کو تم پر نرم کردوں گا۔ یاد رکھو جو مصیبت آتی ہے سب منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اور جبکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس کا علاج یہی ہے کہ ادھر رجوع کرے اور پھر جو پیش آئے خیر سمجھے۔ (فضائل صبر وشکر)

مصیبتوں کے نازل ہونے کے اسباب

قرآن مجید میں نافرمانوں کے جابجا قصے اور اس کے ساتھ ان کی سزائیں مذکور ہیں۔

وہ کیا چیز تھی جس نے ابلیس کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا؟ یہی نافرمانی ہے جس کی بدولت وہ ملعون ہوا۔ صورت بگاڑ دی گئی۔ باطن تباہ ہو گیا بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی۔

وہ کیا چیز ہے جس نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تمام اہل زمین کو طوفان میں غرق کر دیا۔ وہ کونسی چیز ہے کہ جس سے تیز تند ہوا (طوفان) کو قوم عاد پر مسلط کیا گیا۔ یہاں تک کہ زمین پر پٹک پٹک کے مارے گئے وہ کونسی چیز ہے جس سے قوم ثمود پر چیخ آئی

جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے وہ کون سی چیز ہے جس سے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں آسمان تک لے جا کر الٹی گرائی گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔

وہ کون سی چیز ہے جس سے قوم فرعون بحر قلزم میں غرق کی گئی۔ وہ کون سی چیز ہے جس سے قارون زمین میں دھنسایا گیا۔

وہ کون سی چیز ہے جس نے ایک بار بنی اسرائیل پر ایسی قوم کو مسلط کیا کہ جو سخت لڑائی والی تھی اور وہ ان کے گھروں کے اندر گھس گئے اور ان کو زیروزبر (یعنی ہلاک و برباد) کر ڈالا۔ اور پھر دوسری بار ان کے مخالفین کو ان پر غالب کیا جس سے ان کا پھر بنا بنایا کارخانہ تباہ و برباد ہوا۔

وہ کون سی چیز ہے جس نے انہیں بنی اسرائیل کو طرح طرح کی بلا میں گرفتار کیا۔ کبھی قتل ہوئے کبھی قید کبھی ان کے گھر اجاڑے گئے کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوئے کبھی وہ جلاوطن کیے گئے۔

وہ چیز جس کے یہ آثار ظاہر ہوئے۔ اگر نافرمانی نہیں تھی تو پھر کیا تھا مختصر الفاظ میں اس کی وجہ یہ ارشاد ہوئی ہے۔

وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ ان پر ظلم کرتے لیکن وہ تو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ان اللہ لایغیر مابقوم حتی یغیر واما بانفسھم واذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد لہ ومالھم من دونہ من وال۔

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود ہی اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور ایسے وقت میں کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی ان کی حفاظت نہیں کرتے۔

گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں اور مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ فرماتے ہیں کوئی بلا نہیں نازل ہوتی مگر گناہ کے سبب سے اور کوئی بلا نہیں دور ہوتی مگر توبہ کے سبب سے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر۔

یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کل امتی معافی الا لمجاھرون۔ یعنی سب کے لئے معافی کی امید ہے مگر جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔

(اس وقت کی یہ مصیبتیں اور) بلائیں ارضی ہیں۔ سماوی نہیں یہ خود لوگوں نے اپنے ہاتھوں خریدیں سماوی (یعنی آسمان سے نازل ہونے والی) بلاؤں کا رنگ ہی اور ہوتا ہے۔ یہ وہ بلائیں ہیں جن کے واسطے حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ومن یھن اللہ فماله من مکرم۔

جسے خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص (ذلیل اور) بے قدر ہو جاتا ہے۔ اور جب خالق کے نزدیک کوئی ذلیل ہو گیا تو مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی۔

اہل شریعت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہر امر (یعنی ہر مصیبت) میں گناہوں کو سبب بناتے ہیں۔ اسباب کے منکر ہیں سو یہ اعتراض غلط ہے۔ وہ اسباب سے بے خبر نہیں۔ مگر اسباب کے ساتھ اسباب کے اسباب کو بھی دیکھتے ہیں اور اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو مصیبت آتی ہے گناہوں کی وجہ سے آتی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔

کسی شخص کو پھانسی ہوئی کسی نے پوچھا کہ کیوں کر ہوئی ایک نے کہا چمڑے سے گلا گھونٹ دیا گیا دوسرے نے کہا کہ بے وقوف! سبب یہ ہے کہ حاکم نے حکم دیا تھا تیسرے نے کہا کہ حاکم نے حکم اس لئے دیا کہ اس نے ڈکیتی کی تھی۔ تو اصل محقق یہ تیسرا شخص ہے کہ

حاکم کے حکم اور مجرم کے عمل کو بھی دیکھا۔

(یا جیسے کوئی شخص) یہ سمجھ لے کہ سرخ جھنڈی میں خاصیت ہے ریل کو روکنے کی اور یہ ایسی زبردست چیز ہے کہ ریل جیسی زوردار چیز بھی اسکے سامنے کچھ نہیں تو کیا اسکا یہ سمجھنا صحیح ہے؟ ہرگز نہیں بس یہی حالت ہے اسباب کی۔ آگ پانی سب خداوند کریم کے حکم کے تابع ہیں۔ ان کو جب حکم ہوتا ہے اور جیسا حکم ہوتا ہے کرتے ہیں یہ ہمارے سامنے مردہ ہیں ورنہ سب زندہ اور حکم کے تابع ہیں۔

الغرض ساری مصیبتیں ہمارے جرائم اور اعمال کی وجہ سے آتی ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم اگر حکام کی طرف سے کوئی ناگوار بات دیکھو تو ان کو برا مت کہو۔ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ حکام کے قلوب میرے اختیار میں ہیں۔ اگر راحت چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اور مجھ سے معاملہ درست رکھو۔ حکام کے دل نرم کردوں گا۔

یہ بات نئی سی معلوم ہوتی ہے کہ نافرمانیوں سے مصائب آتے ہیں اب اس کو بیان کرتا ہوں دیکھئے! یہ تو ثابت ہے کہ گناہ کو حق تعالیٰ نے منع کیا ہے اس کے تو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کوئی شخص اس کا منکر نہیں ہے اور جب حق تعالیٰ نے اسے منع کیا ہے تو اس کا ارتکاب موجب ناراضی ہے یہ مقدمہ بھی بداہۃً ثابت ہے اب ایک مقدمہ اور رہ گیا سو اس کے ثابت کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہ ہوگی۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ سب مقدمات کو ملا کر نتیجہ نکال لیا جائے وہ مقدمہ یہ ہے کہ جب اپنے سے کسی بڑے کو ناراض کیا جاتا ہے تو اس پر سزا تجویز ہوتی ہے ان تینوں مقدموں کو ملا کر اس طرح پر نتیجہ کیوں نہیں نکالا جاتا کہ گناہ کو حق تعالیٰ نے منع کیا ہے اور ممنوع کا ارتکاب باعث ناراضی ہے اور ناراضی کا نتیجہ سزا ہے۔ تو گناہ پر بھی سزا ہونی چاہیے۔ یہ نتیجہ دنیا کے کاموں میں سب نکال لیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں مثلاً چوری کو مانا جاتا ہے کہ یہ فعل ممنوع اور باعث ناراضی حکام ہوتا ہے اور ناراضی موجب سزا ہے لہٰذا چور کو سزا ہوگی دین کے کاموں میں کیوں ان مقدمات کی ترتیب نہیں کی جاتی اور یہی نتیجہ کیوں نہیں نکالا جاتا؟ اب علاقہ مصائب اور معاصی میں سمجھ میں آ گیا ہوگا پس عقلاً اور عرفاً یہ بات کچھ بعید نہیں رہی کہ گناہ

پر سزا ہو اور مصیبتیں نازل کی جائیں۔ غرض امکان اس کا ثابت ہو گیا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ گناہ کی پاداش میں مصائب بھیجے جائیں۔ پھر شریعت نے اس کی خبر دی ہے کہ ایسا واقع بھی ہوتا ہے تو اب اس میں کیا استبعاد رہا؟ اور اس کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

مصیبت کے وقت لوگ یوں کہتے ہیں کہ نہ معلوم ہم کس خطا میں پکڑے گئے۔ گویا کہ بالکل معصوم ہیں کہ ان سے کوئی خطا نہیں ہوئی۔ ارے خطا تو ہم سے روزانہ ہوتی ہے۔

ہمارا تو مصیبت میں مبتلا ہو جانا تعجب نہیں ہے۔ ہاں نعمت ہم کو ملے یہ زیادہ عجیب ہے اس لئے کہ ہم ہر وقت گناہ میں رہتے ہیں۔ سوال اور تعجب تو اس پر ہونا چاہیے کہ خدا جانے ہم سے کیا نیکی ہوئی جو ہم کو نعمتیں مل رہی ہیں۔ اور مصیبت پر تو کچھ بھی تعجب نہ ہونا چاہیے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے: وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر۔ کہ تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کے کرتوت سے پہنچتی ہے۔ اور حق تعالیٰ بہت سے گناہوں سے درگزر کر دیتے ہیں۔

مصیبت زدہ پر طعن کرنا

بعض لوگ وہ ہیں کہ دوسرے کی مصیبت پر افسوس تو کرتے ہیں لیکن طعن کے طور پر اس کی بابت اسی حدیث میں ہے فیرحمه الله ویبتلیک۔ یعنی ہنسو مت شاید بجائے اس کے تم مبتلا ہو جاؤ اسی کو کہتے ہیں۔

نہ خواہندہ بردر دیگراں ☆ بشکرانہ خواہندہ از درمراں

یعنی اگر اور کچھ نہیں تو سائل کو اسی شکر میں دیدو کہ تم مانگنے نہیں گئے تو یہ شکر اسی احتمال پر تو ہے کہ شاید ہم ہی اپنی معاصی کے سبب اس حالت کو پہنچ جاتے۔

اس کے مناسب ایک حکایت تاریخ میں عجیب لکھی ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس بیٹھا کھا رہا تھا اس وقت ایک فقیر مانگنے آیا اس نے فقیر کو جھڑک دیا۔ اتفاق سے کچھ ایسا انقلاب آیا کہ یہ شخص بالکل تباہ و پریشان ہو گیا۔ حتیٰ کہ بیوی کا نان ونفقہ جب نہ چل سکا تو اس کو بھی طلاق دیدی اور اس نے کسی اور دولت مند سے نکاح کر لیا۔ اتفاق سے اس

دولت مند کے دروازے پر کوئی شخص سوال کرنے آیا اس شخص نے بیوی کو کہا کہ اس کو بھیک دے آؤ۔ جو دروازے پر گئی تو وہاں سے روتی ہوئی لوٹی شوہر نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ سائل میرا پہلا شوہر ہے اور اسی تذکرے میں وہ قصہ سائل کے جھڑک دینے کا بھی بیان کیا۔ اس شوہر ثانی نے کہا کہ وہ سائل جو جھڑکا گیا تھا میں ہوں۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو مال بھی دیا اور اس کی بیوی بھی دیدی۔

تو خدا تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے عبرت حاصل کرو۔ اور عبرت میں یہ بھی داخل ہے کہ جس کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھو ڈرو۔ بزرگوں نے ہر جگہ یہ بات یاد دلائی ہے مگر ہم بے فکر ہیں وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے کو اس کے اسباب سے بری سمجھتے ہیں کہ ہم کو مثلاً طاعون کیسے آئے گا ہم تو تعویذ یا فتائل رکھتے ہیں۔

صاحبو! جس وقت کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو فتائل وغیرہ بیکار ہو جاتے ہیں یہ چیزیں ان کے حکم کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں۔

اوست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند ☆ عالمے را در دمے ویراں کند

کیا انتہا ہے قدرت کا۔ (آداب انسانیت)

مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ ہمدردی

مصیبت کا ایک حکم یہ ہے کہ اگر ہمارے کسی بھائی پر مصیبت نازل ہو تو اس کو اپنے اوپر نازل سمجھنا چاہیے اور اس کے لئے ویسی ہی تدبیر کی جائے جیسا کہ اگر اپنے اوپر مصیبت نازل ہوتی اس وقت کرتے۔

مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمان کی مصیبت سے بے چین ہو جائے ادنیٰ سے ادنیٰ مصیبت میں سب کا یہی حال ہونا چاہیے چہ جائے کہ بڑی مصیبت۔

واللہ انسان کا دل تو وہ ہے کہ کتے کی مصیبت کو بھی نہیں برداشت کر سکتا نہ کہ مسلمان کی مصیبت کو۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک فاحشہ عورت چلی جا رہی تھی راستہ میں اس نے ایک کتے کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے جان بلب ہو رہا ہے اس کو ترس آ گیا اپنا چمڑہ کا موزہ پیر

سے نکال کر اس کا ڈول بنایا اور اوڑھنی اتار کر رسی بنائی اور کنویں سے پانی نکال کر اس کتے کو پلا دیا جب وہ مری تو اس فاحشہ کو اس عمل کی وجہ سے بخش دیا گیا۔ (حقوق السراء والضراء)

بیماروں کی عیادت کی فضیلت

حدیث میں ہے کہ جو کوئی مریض کو صبح صبح جا کر پوچھے (یعنی مزاج پرسی کرے) تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے شام تک دعا کرتے ہیں اور شام کو پوچھے تو اتنے ہی فرشتے صبح تک دعا کرتے ہیں۔

مریض کی عیادت کرنا ایسا کام ہے کہ اس سے اپنے کو بھی آرام ملتا ہے تو اگر چہ یہ کام اپنی راحت کا بھی ہے مگر اس پر بھی کس قدر ثواب ہے۔

شریعت نے مریض کی مزاج پرسی کی کس قدر ترغیب دی ہے اور اس پر اتنا ثواب دیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی بیمار کی خدمت بھی کردے تو سمجھئے کس قدر ثواب ہوگا۔

اہم دعا اور اس کا ادب

حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کو بیماری وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو خدا کا شکر کرو کہ تم کو اس میں مبتلا نہ کیا اور ایک دعا بتلائی گئی ہے کہ اس کو پڑھا کرو وہ یہ ہے۔

الحمدللّٰہ الذی عافانی مماابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ عربی ہی میں پڑھی جائے اگر اردو ترجمہ کر کے پڑھ لیا جائے تب بھی کافی ہے۔

ترجمہ: ”خدا کا شکر ہے اور اس کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس تکلیف سے محفوظ رکھا اور اپنی بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت دی“۔

مگر ساتھ ہی فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ دعا آہستہ سے پڑھے زور سے نہ پڑھے تاکہ اس کو رنج نہ ہو۔ (مذہب وسیاست)

انبیاء اولیاء اور بچوں پر مصائب

محبوب بندوں پر پریشانی

حدیث شریف میں ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اس پر مختلف قسم کی آزمائش اور تکالیف بھیجتے ہیں۔ وہ آزمائش اور تکالیف اس پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ (اصلاحی خطبات)

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ بعض اوقات بڑے وجد کے انداز میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ۔

ما پروریم دشمن و ما می کشیم دوست ☆ کس راچوں وچرانہ رسد در قضاء ما

یعنی بعض اوقات ہم اپنے دشمن کو پالتے ہیں اور اس کو دنیا کے اندر ترقی دیتے ہیں اور اپنے دوست کو تکلیف دیتے ہیں۔ ہماری قضا اور تقدیر میں کسی کو چوں وچرا کی مجال نہیں۔اس لئے کہ ہماری حکمتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ (اصلاحی خطبات)

انسان کو جو تکالیف پریشانیاں اور بیماریاں آرہی ہیں یہ سب اضطراری مجاہدات کرائے جارہے ہیں۔ کیونکہ اضطراری مجاہدات کے ذریعہ انسان کو جو ترقی ہوتی ہے وہ اختیاری مجاہدات کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتاری سے ہوتی ہے جس کو ہم تکلیف سمجھ رہے ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تکالیف کی حقیقت

انبیاء علیہم السلام کو مصیبت کے وقت بوجہ ادراک لطیف اور صفائی قلب کے رنج تو ہوتا ہے۔ مگر پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ معصوم ہیں ان پر تکالیف کا ورود معاصی کے نہیں ہوتا۔ پھر وہ پریشان کیوں ہوں۔ پریشانی تو گناہ کا نتیجہ ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے جو مراتب ہیں اس کی یہی تو وجہ ہے کہ انہوں نے سب سے زیادہ قیود وحدود کا حق ادا کیا ہے۔ ان پر وہ بلائیں گزری ہیں جس کو دوسرا

برداشت نہیں کرسکتا۔

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند ☆ سر بچرخ ہفتمیں برداشتند

اور خیر ہم لوگ تو جیسے مصائب میں مبتلا ہیں اسی طرح گناہوں میں بھی پھنسے ہوئے ہیں مگر جو حضرات ہم سے پہلے گزر چکے ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ان کے حالات میں غور کیجئے کہ ان پر کیسی کیسی شدتیں ہوئی ہیں ہائے۔ مولانا فرماتے ہیں ۔

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند ☆ سر بچرخ ہفتمیں برداشتند

(یہ مصائب حضرات انبیاء علیہم السلام نے برداشت کیے بلکہ ساتویں آسمان کے سر تک برداشت کیے)۔

یعنی انبیاء علیہم السلام پر کیسی کیسی ایذائیں امت کی طرف سے پہنچیں اور وہ بلائیں ان کی ترقی مدارج کا سبب بنیں اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ بعض امتوں کے لوگ آروں سے چیرے گئے ہیں مگر ان لوگوں کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ آخر کس چیز نے ان کو مستقل بنائے رکھا وہ کیا چیز تھی وہ محبت تھی کیونکہ ۔

از محبت تلخہا شیریں بود (محبت کے باعث تلخیاں میٹھی (خوشگوار) ہو جاتی ہیں)

اولیاء اللہ کی تکالیف کی حقیقت

اہل اللہ مثل انبیاء و اولیائے کاملین کی مصیبت محض صوری ہے حقیقی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دل سے پریشان نہیں ہوتے۔ گو جسم متالم (درد والم) ہو۔ اور ثمرہ اس کا رفع درجات ہوتا ہے اور یہی حال بچوں کی تکلیف کا ہے۔

کاملین پر ایسے واقعات بطور تنبیہ اور تادیب کے لئے نہیں آتے بلکہ بطور امتحان کے پیش آتے ہیں۔ حق تعالیٰ ناگوار واقعات سے ان کی محبت وعشق کا امتحان فرماتے ہیں۔

مصائب سے کاملین کو بھی کلفت ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ کاملین کو صرف جسمانی کلفت اور طبعی رنج ہوتا ہے اور عقلی رنج ایسے موقع پر ہرگز نہیں ہوتا۔

مثلاً ایک شخص ڈاکٹر سے خود کہے کہ میرا آپریشن کردو۔ اس کے لئے وہ ڈاکٹر

کو فیس بھی دیتا ہے اس کی خوشامد بھی کرتا ہے۔ مگر آپریشن کے وقت اس کے منہ سے آہ اور چیخ بھی نکلتی ہے کیا آپ اس شخص کو اس آہ پر کچھ ملامت کریں گے ہرگز نہیں۔

فرمایا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو بلا اور نعمت سے راحت اور کلفت تو ہوتی ہے لیکن وہ راحت وکلفت طبعی ہوتی ہے۔ ان کو اس میں مبالغہ اور انہماک نہیں ہوتا۔ یعنی ان کو مصیبت میں زیادہ ناگواری اور نعمت میں زیادہ گورائی نہیں ہوتی۔ (معارف اشرفیہ)

بچوں کے لئے مصائب تکلیف دہ نہیں گو جسم کو تکلیف ہو مگر روح کو تکلیف نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی روح کو تعلق مع اللہ حاصل ہے۔ کیونکہ تعلق مع اللہ قطع ہوتا ہے معصیت سے اور ان سے معصیت اب تک ہوئی نہیں تو تعلق باقی ہے بچوں پر مصائب اس کے درجے بلند کرنے کیلئے اور ماں باپ کا درجہ بلند کرنے کیلئے آتے ہیں۔

سو عاشقان جمال حقیقی کو ہر دم اپنا محبوب سامنے ہی معلوم ہوتا ہے وہ کبھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہر جگہ موجود ہے اور اپنے عشاق کے ساتھ ساتھ ہے۔ واللہ معکم اینما کنتم اس تصور اور حضور کی وجہ سے ان پر تمام مشقتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

صاحبو! جو شخص سچ مچ تقدیر کا معتقد ہے۔ اس کو رنج وغم بھی نہیں ہوتا اور یہ جو کبھی کبھی آپ ان کو مصائب میں دیکھتے ہیں یہ نظر بد سے بچانے کیلئے صورت رنج وغم ہے جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

دل ہمی گوید از ورنجیدہ ام ☆ وزنفاق ست اوخندیدہ ام

(دل کہتا ہے کہ میں اس سے رنجیدہ ہوں اور نفاق ست سے اس کے خندیدہ ہوں)

ان کو ان مصائب سے ایسی کلفت ہوتی ہے جیسے مرچوں کے کھانے والے کو کلفت ہوتی ہے کہ ظاہر میں آنسو جاری ہیں مگر دل میں ہنس رہا ہے اور مزے لے لے کر کھا رہا ہے ان کو اس میں ایسی لذت آتی ہے کہ سلطنت کے بدلہ میں بھی اپنی تنگی اور فقر فاقہ وغیرہ کو دینا نہیں چاہتے۔

اہل اللہ کا مصائب میں حال

مصیبت کی حقیقت یہ ہے کہ دل میں الجھن اور پریشانی ہو اور ایسے لوگوں

کو تکلیف میں بھی سکون واطمینان اور روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر محبوب چٹکی لے۔ عاشق کے دل سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ وہ تو اس کی چٹکی کی لذت میں ایسا مست ہوگا کہ یوں چاہے گا کہ یہ بار بار چٹکی لئے جائے تو اہل اللہ کو دیکھ لو کہ ان مصائب میں ذرا بھی پریشانی نہیں ہوتی وہ تو زبان حال سے کہتے ہیں۔

دردازیارست ودرماں نیز ہم ☆ دل فدائے اوشد وجاں نیز ہم

باقی میرا مطلب یہ نہیں کہ ان کو رنج نہیں ہوتا۔ رنج طبعی اُن کو ضرور ہوتا ہے لیکن اس رنج میں حدود سے باہر نہیں ہوتے۔ کوئی کلمہ خلاف ادب یا شکایت کا ان کے منہ سے نہیں نکلتا اور دل ان کا ہر حال میں خوش ہے۔

بظاہر شبہ پڑتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رنج بھی ہو اور خوشی بھی۔ میں اس کو ایک مثال کی ضمن میں سمجھاتا ہوں۔ ایک شخص ہے اس کے دنبل نکل رہا ہے اور اس کو سخت تکلیف ہے۔ طبیب نے تجویز کیا کہ اس کو جب تک شگاف نہ دلاؤ گے یہ مادہ قطع نہ ہوگا۔ چنانچہ جراح کو بلایا گیا اور خوشی خوشی اس کو اجازت دی گئی کہ نشتر سے اس کو کاٹ دو۔ اور جراح اس کو شگاف دے رہا ہے اور تکلیف ہو رہی ہے لیکن دل خوش ہے کہ اب آرام ہو جائیگا۔ اور اگر درمیان میں وہ نشتر ہٹالے یا حیلہ کر کے کہیں چلا جائے کو کہتے ہیں کہ نشتر کیوں ہٹایا۔ میری تکلیف اور خوف کی وجہ سے تم اپنا کام نہ چھوڑو۔ مجھ کو ڈرنے دو۔ آرام تو ہو جائیگا۔

بعینہٖ یہی مثال اہل اللہ کی مصیبت دینوی کیساتھ ہے کہ تکلیف بھی ہے اور رنج طبعی بھی ہے لیکن دل راضی ہے کہ جو کچھ محبوب حقیقی نے ہمارے لئے تجویز فرمایا ہے مصلحت وحکمت ہے۔ اس لئے ہر حال میں خوش ہیں اور یوں کہتے ہیں۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ☆ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

باقی یہ جو کبھی کبھی آپ ان کو مصائب میں دیکھتے ہیں یہ نظر بد سے بچانے کیلئے صورت رنج وغم ہے۔ جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

دل ہمی گوید ازو رنجیدہ ام ☆ وزنفاق ست اوخندیدہ ام

(دل کہتا ہے کہ میں رنجیدہ ہوں اور نفاق ست سے اس کے خندیدہ ہوں)۔

ان کو اس میں ایسی لذت آتی ہے کہ سلطنت کے بدلہ میں بھی دینا نہیں چاہتے۔

حضرت شیخ الہندؒ کو جب مکہ کے حرم محترم میں برطانیہ کے کارندوں نے اسیر کیا اور گرفتاری کا پروانہ دیا گیا۔ تو فرمایا کہ الحمدللہ ''بہ مصیبتے گرفتار آمدم نہ معصیتے'' (خدا کا شکر ہے کہ مصیبت میں گرفتار ہوا نہ کہ معصیت میں)۔

جس سے واضح ہوا کہ معصیت دینی مصیبت ہے اس لئے اس میں مبتلا نہ ہونے پر شکر الٰہی ادا فرمایا۔ اس سے نمایاں ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک دنیا کی مصیبت کوئی چیز نہیں۔ نہ وہ کوئی قابل شکایت امر ہے کہ تغیرات دنیا ہیں اور منجانب اللہ بنی آدم کی مصالح کیلئے بھیجی جاتی ہیں کبھی ان سے کفارہ سیئات مقصود ہوتا ہے اور کبھی ترقی درجات۔ (خطبات حکیم الاسلام)

اشکالات کا جواب

شاید اس موقع پر کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ خدا کے نیک بندوں پر بھی تو مصائب آتے ہیں پھر قرب حاصل کرنے سے کیا فائدہ۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ وہ واقع میں مصیبت ہی نہیں۔ کیونکہ مصیبت ایک تو حقیقی ہوتی ہے جس سے پریشانی ہو جائے اور پریشانی صرف گناہ سے ہوتی ہے اور وہ اس سے محفوظ ہیں اور ایک مصیبت صوری ہوتی ہے کہ ظاہر میں تو مصیبت ہو مگر اس سے وہ پریشانی نہیں سو یہ واقعات ان کیلئے مصیبت اس لئے نہیں کہ ان کی نظر ہر وقت مصلحت پر ہے اور وہ ہر حال میں راضی ہیں جو کچھ پیش آتا ہے وہ اس کو خیر سمجھتے ہیں اگرچہ اس میں کچھ تکالیف جسمانی سہنی پڑے مگر روح مسرور ہے اور جسمانی تکلیف تو سب ہی کو ہوتی ہے۔ مگر پریشانی اور شکوہ و شکایت ان میں نہیں ہوتا حضرت بہلولؒ نے ایک بزرگ سے مزاج پوچھا انہوں نے کہا کہ اس شخص کے مزاج کی کیفیت کیا پوچھتے ہو کہ دنیا میں جو کچھ ہو اس کی خواہش ہی کے موافق ہوتا ہے۔ حضرت بہلولؒ نے پوچھا یہ کس طرح ہو سکتا ہے انہوں نے کہا یہ تو جانتے ہو ہر بات خدا کے ارادے اور خواہش کے موافق ہوتی ہے اور میں نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا اور اس کے تابع کر دیا ہے اسی

طرح پروہ میری خواہش کے موافق بھی ہے اسی طرح ایک حکایت مشہور ہے کہ پنجاب میں ایک بزرگ تھے شاہ دولہ ایک مرتبہ ایک دریا گاؤں کی طرف چلا آرہا تھا لوگوں نے کہا کہ دعا کیجئے ان بزرگ نے پھاوڑوں سے کھدوا کر اور بھی گاؤں کے قریب کرلیا اور پوچھنے پر فرمایا کہ جدھر مولا ادھر شاہ دولا۔

تفویض کی راحت

اور اہل اللہ کی راحت کا راز یہ ہے کہ ہر کام انہوں نے مفوض بحق کر دیا ہے اپنی کچھ تجویز نہیں کرتے تو جو کچھ ہوتا ہے ان کیلئے ایذادہ نہیں ہوتا۔ یہ راز ہے اس کا کہ اہل دنیا کو کبھی راحت نصیب نہیں ہوتی اور اہل اللہ کو کبھی رنج نہیں ہوتا۔ (مفاسد گناہ)

رہی یہ بات کہ اگر محبوب ہی کی یہ مرضی ہو کہ مصیبت میں پھنسا رہے پھر کامیابی ہونا اور مصیبت سے نکلنا ممکن ہی نہیں تو پھر کامیابی کدھر سے ہوئی۔ بات یہ ہے کہ میرا مقصود صرف یہ ہے کہ ان کو اطمینان اور چین اور سکون ہر وقت رہتا ہے اس کا نام میں نے باعتبار حقیقت کے کامیابی رکھا ہے۔ میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مصائب ان پر نہیں آتے مصائب صوریہ آتے ہیں مگر اس سے وہ پریشان نہیں ہوتے از جارفتہ نہیں ہوتے اور کیوں ہوں اس لئے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ کے واسطے وہی کرتے ہیں جو اس کے لئے بہتر ہو کیونکہ حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ ماں سے زیادہ شفقت ہے۔

طفل می لرزد زنیش احتجام ☆ مادر مشفق ازاں غم شاد کام

(بچہ نشتر لگانے سے لرزتا ہے مگر مشفق ماں اس سے مطمئن اور خوش ہوتی ہے)

لذتِ مصائب کی حقیقت:

(۱) عین واقعہ رنج میں دو حیثیتیں ہیں باعتبار مصیبت ہونے کے تو وہ الم رساں ہے اور باعتبار من المحبوب ہونے کے وہ مرضی ہے اور ان حضرات کے ہر واقعہ کا من اللہ ہونا ہر وقت پیش نظر رہتا ہے اس لئے خواہ کسی طرح کی مصیبت پیش آئے وہ اس حیثیت سے پسندیدہ ہے اور ان کے اطمینان قلب میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہاں تکلیف پہنچنا امر آخر ہے۔

اس کی حقیقت جو بفضلہ تعالیٰ آج ہی سمجھ میں آئی ایک مثال کے ضمن میں یہ ہے کہ طیب ہونے کے دو درجے ہیں اول مزے دار ہونا اور نافع ہونا دوسرے صرف نافع ہونا مثلاً کہتے ہیں کہ یہ غذا طیب ہے تو معنی یہ ہیں کہ مزہ دار بھی ہے اور نافع بھی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دوا طیب ہے تو اس کا طیب ہونا یہ ہے کہ شفا ہو جائے امراض زائل ہو جائیں پس حزن مثل دوا کے ہے دوا کا کڑوا ہونا گو طبع کے خلاف ہے لیکن گوارا ہے کڑوی دوا بھی خوشی سے پی لی جاتی ہے اور تلخی اس کی برداشت کی جاتی ہے اور یہ بھی حصول لذت کے لئے ہے اس لئے کہ دوا سے صحت ہوگی اور صحت لذیذ ہے تو دوا بھی اس قاعدہ سے لذیذ ہوگی اور اس کی تلخی میں بھی ایک گونہ مسرت ہوگی بشرطیکہ اس کا نافع ہونا پیش نظر ہو۔ بحمد اللہ اس تقریر سے سب شبہات رفع ہو گئے خلاصہ یہ کہ ان حضرات کو خواہ مصیبت ہو رنج ہو فقر و فاقہ ہو یہ ہر وقت خوش ہیں اور اصل میں خوش کرنے والی ان کو محبت ہے چونکہ ان کو حق جل وعلا شانہ سے محبت ہے اس لئے لقاء حق کے انتظار میں ان کو سب سہل ہے دنیا میں دیکھ لیجئے اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو کہ فلاں وقت وہ ہم سے ملے گا تو اس وقت کے انتظار میں سب بلائیں اس کو سہل ہو جائیں گی یا انتظار کہ خدا تعالیٰ ہم سے خوش ہوں گے یا اس وقت ہم سے خوش ہیں اس کی ایسی خوشی ہوتی ہے کہ سب مصائب سہل ہو جاتے ہیں یہ سب محبت کی برکت ہے۔ (وعظ حیوۃ طیبہ۔ جزاء سزا)

(۲) اس پر کسی کو تعجب نہ کرنا چاہیے کہ بلا تو ایک تلخ چیز ہے تلخی میں کیا ذوق؟ تلخی میں کیا لذت؟ محسوسات میں اس کی نظیر دیکھئے کہ مرچوں میں کیسی لذت ہے جو لوگ مرچیں کھاتے ہیں ان سے دریافت کیجئے حالانکہ اس وقت حالت یہ ہوتی ہے کہ آنکھوں سے بھی پانی آرہا ہے منہ سے بھی سی سی کر رہے ہیں مگر کھاتے چلے جا رہے ہیں کوئی پوچھتا ہے ارے بھائی کیا ہو گیا خیر تو ہے؟ کہتے ہیں کچھ نہیں آج سالن میں مرچیں بہت ہو گئیں اب اگر وہ یہ کہے کہ پھر سالن نہ کھایا ہوتا تو وہ یہی کہے گا کہ واہ مرچ بھی کوئی چھوڑنے کی چیز ہے۔ جو لوگ تمباکو کھاتے ہیں وہ اس کی تلاش میں ہر وقت رہتے ہیں کہ کہیں سے تیز تمباکو ملے۔

اگر کسی دوکان میں مل جاتا ہے تو کہتا ہے کہ بھائی اس سے بھی زیادہ کڑوا ہو تو وہ دو۔ ذرا آپ تو تمبا کو کھا کر دیکھئے ذرا پتی ہی سے پت اچھلنے لگیں گے ورنہ چکر اور متلی تو ضرور ہو جائے گی اور جو عادی ہیں ابتداء میں ان کو بھی سب کچھ ہوا تھا۔ مگر اب ان کو تمبا کو میں کیسی لذت آتی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اب یہاں تلخی اور لذت کیسے جمع ہو گئے۔ مگر حیرت ہے کہ آپ یہاں تعجب نہیں کرتے اور اللہ کے بندوں پر آپ کو تعجب ہوتا ہے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ حق تعالیٰ کی محبت میں یہ خاصیت ہے کہ تلخ کو شیریں کر دیتی ہے۔ دشواریوں کو آسان کر دیتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ صاحب اگر یہ بات ہے تو پھر اولاد کے مرنے کے وقت انبیاء علیہم السلام کے آنسو کیوں نکلے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کے اندر مختلف طبائع رکھے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے تو وہ آنسو ناگواری سے نہیں نکلے بلکہ ترحم سے نکلے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے اپنے بچہ کی اس حالت کو دیکھ نہ سکے اگر آنسو نہ نکلتے تو بچہ کا حق ادا نہ ہوتا۔ کیونکہ ترحم بچہ کا حق ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آخر مرچوں سے آنسو کیوں نکلتے ہیں تو تم یہی کہو گے نا کہ صاحب مرچ کی تو خاصیت ہی یہ ہے کہ اس سے آنکھوں سے اور ناک سے پانی نکلا کرتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اسی طرح بعض بلا میں بھی یہ خاصیت ہے کہ اس سے آنسو نکلا کرتے ہیں اور باوجود آنسو نکلنے کے وہ دل سے ناراض نہ ہوگا جیسا مرچ کھانے والا دل سے ناراض نہیں ہوتا گو آنکھیں رو رہی ہیں رضاء والم جمع ہو سکتے ہیں دیکھئے ایک شخص ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے کہ میرا پھوڑا نکلا ہے اس میں آپریشن کر دیجئے ڈاکٹر نشتر لگاتا ہے تو مریض ایک چیخ مارتا ہے۔ پھر جب آپریشن ہو چکتا ہے مرہم پٹی کر کے ڈاکٹر فارغ ہو جاتا ہے تو یہ مریض صاحب جیب سے پچاس روپے نکال کر ڈاکٹر کے نذر کرتے ہیں۔ کہ یہ آپ کا انعام ہے اس موقعہ پر کسی کو تعجب نہیں ہوتا کہ اگر اس مریض کو ڈاکٹر کے فعل سے ناگواری تھی تو پچاس روپے کیسے دیئے اگر راضی تھا تو چیخ کیسے نکلی یہاں ہر شخص عاقل بن جاتا ہے اور یہی کہتا ہے کہ نشتر کی خاصیت ہے کہ چیخ نکلے رونا آجائے اس لئے یہ فعل

عدم رضا کی دلیل نہیں۔ طبعاً الم تھا اس وجہ سے چیخ ماری اور عقلاً اس فعل پر راضی تھا اس لئے خوش ہو کر انعام دیا۔ بلکہ دراصل وہ طبعاً بھی راضی تھا صرف اتنی بات تھی کہ طبیعت اس وقت نشتر کی خاصیت سے مغلوب ہو گئی تھی جو کہ اب بعد میں غالب آئی ہے اب تو آپ کی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ رضا والم محبت اور صورت غم دونوں جمع ہو سکتے ہیں پس خوب سمجھ لیجئے کہ محبت ایسی ہی چیز ہے جو تلخ کو شیریں کر دیتی ہے تو یہ دعویٰ ثابت رہا کہ بلاؤں سے نہ بعد ہوتا ہے اور نہ حجاب بلکہ بلاؤں سے تو اور حجاب اٹھ جاتا ہے حجاب کی چیز تو صرف ایک ہے جو حظ نفس کی ایک فرد ہے اور وہ گناہ ہے اور یہ گناہ وہ چیز ہے کہ بعض مرتبہ اسکے اثر سے ذکر تک سے محرومی ہو جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ (راہ نجات)

بھلا ایسے لوگ کیا پریشان ہوں گے جو خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر راضی ہوں کھانے کو کم ملے تو اس پر راضی، پہننے کو پھٹا پرانا ملے اس پر راضی، بیماری آئے تو اس پر راضی، پھر انہیں کس چیز کا غم، ان کی طرف سے دنیا میں جو چاہے ہوتا رہے، وہ کبھی پریشان نہ ہوں گے کیوں کہ وہ سب کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ جس نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا کر دیا اس کو پھر کاہے کا غم۔ یہ ہے زندگی اور یہ ہے حیات طیبہ کہ جس سے وہ پریشان نہیں ہوتے کہ۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست　　در صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(یعنی درویشی کے راستہ میں چلنے والے کے سامنے خدا کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ بہتر ہی ہوتا ہے۔ اے دل! صراط مستقیم میں کوئی گمراہ نہیں ہو سکتا)۔

(۴) ایک ہی فعل کی نسبت ایک کی طرف ہو تو مصیبت بن جائے اور اسی فعل کی نسبت دوسرے کی طرف ہو تو راحت بن جائے دبانے کی نسبت صدیق یعنی دوست کی طرف ہوئی تو عین راحت ہے اور عدو یعنی مخالف کی طرف ہوئی تو مصیبت ہے اس نسبت سے کھانا بھی زہر بن جاتا ہے اور اسی نسبت سے زہر شکر ہو جاتا ہے۔ اب یہ شبہ حل ہو گیا کہ طاعون میں اولیاء اور نیک لوگ بھی مرتے ہیں تو کیا حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو عذاب دیتے ہیں۔

حاصل اس حل کا یہی ہے کہ طاعون اپنی ذات میں مصیبت نہیں اس کے اندر ایک اور چیز ہے جس سے وہ مصیبت بن جاتا ہے اور وہ چیز وہی نسبت ہے۔ جب طاعون مطیع پر آتا ہے تو اس نسبت سے آتا ہے جس سے وہ دبانا راحت ہوا تھا یعنی دوستی اور محبت و رحمت کے ساتھ آتا ہے اسلئے راحت ہوتا ہے اور جب غیر مطیع پر آتا ہے تو اس نسبت سے آتا ہے جس سے وہ دبانا باعث اذیت ہوا تھا یعنی دشمنی اور قہر کے ساتھ آتا ہے اس لئے مصیبت ہوتا ہے۔ مطیع پر حق تعالیٰ کی نظر رحمت ہوتی ہے لہٰذا ہر بات اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے۔

(۴) مصیبت کی مثال لوہ کی سی ہے کہ کیسی ناگوار اور تکلیف دینے والی چیز ہے لیکن یہ ضروری بات نہیں کہ وہ سب کو تکلیف ہی دے کسی کے لئے لوہ تکلیف دینے والی ہے اور کسی کے لئے آرام دینے والی۔ وہ کون شخص ہے جس کو لوہ آرام دیتی ہے وہ وہ ہے جو خس خانہ میں بیٹھا ہے کہ لوہ جتنی سخت اور تیز ہوگی اتنا ہی اس کو آرام پہنچے گا ایک کوتاہ نظر جس نے خس کی ٹٹی کو نہیں دیکھا لوہ چلتی دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص بیچ میدان میں ہے لوہ اس کو چاروں طرف سے بھون دے گی اور رحم کرے گا کہ بیچارہ کس مصیبت میں ہے اور یہ خبر نہیں کہ وہ کس قدر آرام میں بیٹھا ہے لوہ اس کو ذرا ناگوار نہیں بلکہ باعث راحت ہے حتیٰ کہ خواہش کر رہا ہے کہ لوہ خوب چلے کیونکہ خس کی ٹٹی کا لطف لوہ ہی میں آتا ہے۔ جتنی لوہ زیادہ چلتی ہے اتنا ہی خس خانہ برف خانہ ہوتا ہے۔ یہی حالت اہل اللہ کی ہے کہ اہل دنیا مصائب کی لوہ دیکھ کر ان پر رحم کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ مصائب کا شکار ہیں اور یہ خبر نہیں کہ وہ ان ہی پر رحم کھاتے ہیں اور اس قدر مزہ میں بیٹھے ہیں کہ تمنا کرتے ہیں کہ لوہ اور چلے تا کہ خس خانہ رضا کا لطف آئے ان کے پاس ایسی چیز ہے کہ اس سے مصیبت مصیبت نہیں رہتی جس کی مثال بالکل خس کی ٹٹی کی سی ہے واقعات آتے ہیں مگر چھنکر اور گرمی چھوڑ کر سرد ہو کر اور اذیت سے خالی ہو کر عین راحت بن کر۔ اس مصیبت کے وقت ان کے حالات دیکھ کر صاف پتہ چل سکتا ہے کہ وہ تکلیف میں ہیں یا آرام میں بعضوں پر تو ایسا غلبہ ہوا لذت کا کہ موت کے وقت قہقہہ مارتے تھے کیا تکلیف میں کوئی قہقہہ مارا کرتا ہے اور اکابر اہل اللہ

کا تو کہنا ہی کیا ہے ادنیٰ مسلمان کی حالت میں بھی مصیبت کے وقت کفار کی حالت سے فرق ہوتا ہے۔ جس کو جتنی نسبت حق تعالیٰ سے حاصل ہے اسی قدر مصیبت کی تکلیف کم ہوتی ہے۔

صدمہ موت اور اس کی حقیقت

ہم کو جو موت عزیز سے مفارقت کا صدمہ ہوتا ہے تو غور کر لیا جائے کہ یہ صدمہ نفس مفارقت پر نہیں بلکہ اعتقاد مفارقت دائمہ اس کا سبب ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بس اب یہ ہمیشہ کے واسطے ہم سے جدا ہو گیا۔ اگر یہ خیال ذہن میں نہ جمے تو نفس مفارقت سے زیادہ صدمہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ دنیا میں بھی بعض دفعہ اس سے مفارقت ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی ہم کو سفر پیش آتا تھا۔ کبھی عزیز کو سفر پیش آتا تھا۔ جس میں مہینہ دو مہینہ اور بعض سالہا سال کی مفارقت ہوتی ہے۔ مگر یہ اس لئے گوارا تھا کہ پھر ملاقات کی امید رہتی ہے۔ تو انا للہ وانا الیہ راجعون میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تم اس مفارقت کو دائمی مفارقت نہ سمجھو۔ کیونکہ تم بھی ایک دن وہیں جانے والے ہو۔ جہاں یہ عزیز گیا ہے اور وہاں اس سے ملاقات ہو جائے گی۔ پس یہ مفارقت ویسی ہی چندروزہ مفارقت ہے جیسی دنیا میں کبھی سفر وغیرہ سے پیش آیا کرتی تھی۔ ایک دن یہ مفارقت ختم ہو کر مبدل بہ وصال ہو جائے گی اور قاعدہ ہے کہ جس فراق کے بعد وصال کی یقینی امید ہو وہ زیادہ گراں نہیں ہوتا۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے نظام حیدرآباد ایک شخص کو اپنے یہاں کسی اعلیٰ ملازمت پر بلالیں اور اس کے بھائی کو مفارقت کا صدمہ ہو۔ نظام اس کے صدمہ کی خبر سن کر خط لکھ دیں کہ گھبراؤ نہیں۔ ہم تم کو بھی بلالیں گے۔ تو غور کر لیجئے کہ نظام کے اس خط سے غمگین بھائی کا صدمہ فوراً زائل ہو جائے گا یا نہیں یقیناً پہلا سا غم تو ہرگز نہ رہے گا۔ البتہ اب اس فکر میں پڑ جائے گا کہ دیکھئے وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی وہاں پہنچ جاؤں اور جب تک مفارقت رہے گی اس وقت تک گن گن کر دن گزارے گا اور امید وصال میں یہ فراق کے دن خوشی سے گزار دے گا۔

پس ہم کو بھی کسی عزیز کی وفات پر یہی سمجھنا چاہیے کہ یہ مفارقت چندروزہ ہے۔

ایک دن خدا تعالیٰ ہم کو بھی بلالیں گے۔ جیسا اسے بلایا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کل الینا راجعون ۔ پھر حیرت ہے کہ نظام حیدرآباد کے تو اس کہنے سے کہ ہم تم کو بھی بلالیں گے۔ مفارقت کا غم جاتا رہے اور خدا تعالیٰ کے فرمانے سے ہلکا بھی نہ ہو۔

غرض صاحب شریعت کا مقصود یہ ہے کہ صدمہ کے وقت ہمارے زخم پر مرہم لگادیں۔ چنانچہ حزن عقلی کے استیصال کا اور حزن طبعی کی تخفیف کا ہر طرح مکمل سامان کردیا ہے۔ (فضائل صبر و شکر)

اولاد کے مرنے پر صبر کرنا

حضرت ابوہریرہؓ رسول کریم ﷺ کا ارشاد پاک نقل فرماتے ہیں کہ جس شخص کے تین بچے فوت ہو گئے۔ وہ دوزخ صرف اللہ تعالیٰ کے اس قول کو پورا کرنے کیلئے جائے گا جو کہ اس آیت میں ہے: وان منکم الاواردھا (اورتم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا گزر اس پر نہ ہو)۔

ف: یعنی محض عبور کیلئے۔

رسول اللہ ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچے۔ خواہ وہ پرانی ہو چکی ہو جب بھی اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے گا تو اس کو وہی پہلی مرتبہ پڑھنے اور صبر کرنے کا سا اجر ملے گا جو مصیبت کے دن ملا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا ذکر ہے کہ انکے ہاں کوئی بچہ ہوتا تو اسے ساتویں دن اپنے پاس لیتے تھے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی کچھ محبت میرے دل میں پیدا ہو جائے تا کہ مر جائے تو اس کا اجر زیادہ ملے۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بچے کو ساتھ لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ قضائے الٰہی سے بچہ فوت ہو گیا جسکے بعد باپ بھی کچھ دن حاضر خدمت نہ ہو سکا آنحضرت ﷺ نے اس کی غیر حاضری محسوس فرمائی پوچھنے پر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا بچہ فوت ہو گیا ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ ارشاد فرمایا تم نے مجھے کیوں اطلاع نہ دی چلو ہم اپنے بھائی کی تعزیت کو چلیں۔ صحابی کے گھر کو شرفِ سعادت بخشا اور اسے غم و اندوہ میں مبتلا دیکھا کہنے لگا یا رسول اللہ میں اپنے

بڑھاپے اور کمزوری کے ایام کیلئے اس کے سہارے اور نفع کی امیدیں لگائے ہوئے تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو قیامت کے دن حاضر ہوگا اس بچے کو کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا۔ تو وہ کہے گا یا اللہ میرے والدین تو باہر ہیں اسے تین دفعہ جنت میں داخل ہونے کو کہا جائے گا۔ مگر وہ ہر بار والدین کی سفارش کرے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کو قبول فرمائیں گے۔ اور تم سب کو اکٹھے ہی جنت میں داخل فرمائیں گے یہ بات سن کر صحابی کا غم غلط ہو گیا۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعزیت کیلئے جانا مسنون عمل ہے کسی بھائی کو مصیبت پہنچے تو دوستوں اور بھائیوں کو تعزیت کیلئے جانا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے مومن بندے کے بیٹے کی روح کو جب میں قبض کر لیتا ہوں اور پھر وہ اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے تو جنت کے علاوہ کوئی اس کا بدلہ نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے صاحبزادہ کی وفات

کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم فوت ہوئے۔ تو آپ رونے لگے اور آنکھیں بھر آئیں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ روتے ہیں آپ نے تو رونے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا نہیں۔ بلکہ نوحہ کرنے سے اور گیت گانے یعنی بین کرنے سے منع کیا ہے۔ جو دو احمق اور گندی آوازیں ہیں۔ اور چہروں کو نوچنے سے اور گریبان پھاڑنے سے منع کیا ہے۔ اور شیطانی رونے سے اور گانے کی آواز سے کہ یہ لہو ولعب ہے۔ اور یہ رونا تو رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے مہربان بندوں کے قلوب میں ڈالتے ہیں اور جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ پھر ارشاد ہوا دل غمگین ہے اور آنکھ آنسو بہاتی ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جو رب کریم کو ناراض کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کی وفات

حضرت ابودرداؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا فوت ہو گیا جس پر انہیں شدید غم لاحق ہوا۔ اچانک ان کے پاس دو فرشتے حاضر ہوئے۔ جو بظاہر انسانی شکل میں باہمی تنازعہ لے کر آئے تھے۔ ایک کہنے لگا کہ میں نے فصل بوئی تھی اور ابھی کاٹی نہ تھی کہ یہ شخص آیا اور سب فصل برباد کر ڈالی۔ آپ نے دوسرے سے سوال کیا وہ کہنے لگا کہ میں اپنے راستہ پر چلا آرہا تھا کہ سامنے اس کی فصل آگئی۔ میں نے دائیں بائیں ہٹا کر راستہ صاف کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پہلے شخص سے فرمانے لگے تو نے راستہ پر فصل کیوں کاشت کی تھی۔ تجھے معلوم نہ تھا کہ لوگوں کو راستہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرشتہ کہنے لگا تو پھر آپ بچہ کی وجہ سے کیوں غم زدہ ہو رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ موت آخرت کا راستہ ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور توبہ کی اور اس کے بعد اپنے بچہ پر کبھی پریشانی ظاہر نہ کی۔

حضرت ابن عباسؓ کی بیٹی کا انتقال

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا واقعہ ہے کہ سفر کی حالت میں بیٹی کی وفات کی خبر پہنچی۔ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر فرمانے لگے ایک پردے کی چیز تھی جسے اللہ تعالیٰ نے پردہ دے دیا۔ ایک ذمہ داری تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ہلکا کر دیا۔ اور اجر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف چلایا ہے۔ پھر سواری سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور فرمایا ہم نے وہی کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ (اور صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو)

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو انا للہ ...الخ پڑھے اور یہ دعا مانگے۔

اللھم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیراً منھا۔ (اے اللہ میری مصیبت کا اجر مجھے عطا فرما اور اس کا بہتر بدل نصیب فرما)۔

تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھی معاملہ فرماتے ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میرا خاوند ابو سلمہؓ فوت ہوا تو میں نے یہ دعا مانگی اور اپنے جی میں کہتی تھی کہ بھلا ابو سلمہؓ جیسا خاوند اب کیسے ملے گا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کا شرف عطا فرمایا۔

حضرت انس بن مالکؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارنا اجر کو ختم کر دیتا ہے۔ اور صدمہ کے شروع وقت میں صبر کرنا اجر بڑھا دیتا ہے اور اجر کی بڑائی مصیبت کی بڑائی کے بقدر ہے۔ اور جو شخص مصیبت کے بعد بھی انا للہ پڑھتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو نیا اجر دیتے رہیں گے جیسا کہ مصیبت کے دن یہ کلمہ پڑھنے اور صبر کرنے پر دیا تھا۔

بچوں کی وفات پر صبر

یحییٰ بن جابرؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی آدمی نے کبھی کوئی چیز اپنے آگے آخرت کے لئے ایسی نہیں بھیجی۔ جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ اور اجر میں بھی سب سے بڑھ کر ہو۔ بجز اس بارہ سالہ بچے کے جسے اس نے آگے بھیجا۔ اور مشہور ہے کہ صبر صدمہ کے اولین لمحات میں ہوتا ہے اور جب کچھ وقت گزر جاتا ہے تو پھر خواہ صبر کرے یا نہ کرے۔ عاقل وہی ہے جو پہلے موقعہ پر ہی صبر کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ ہے کہ ان کا بچہ فوت ہو گیا ایک مجوسی ان کے پاس تعزیت کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج پہلے ہی دن وہ کام کرنا اختیار کرے جسے جاہل پانچ دن کے بعد کرے گا۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ اس کی یہ بات لکھ لو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس غم زدہ کو ملتا ہے۔

مصیبت زدہ پسماندگان کے لئے صبر و تسلی کا مضمون

اللہ تعالیٰ سب کے مالک ہیں دنیا و آخرت دونوں انہیں کے ہیں ان کو اختیار ہے

کہ جب چاہیں کسی کو دنیا میں رکھیں اور جب چاہیں آخرت کی طرف بلالیں۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی شخص کے پاس ایک الماری ہو جس کے اندر متعدد تختے لگے ہوں اور اس نے ایک خاص ترتیب سے برتنوں کو ان میں لگا رکھا ہو اب اگر کسی وقت وہ اس ترتیب کو بدل دے اور نیچے کے برتن اوپر اور اوپر کے نیچے رکھ دے تو کسی کو اعتراض یا ناگواری کا کیا حق ہے؟ اسی طرح حق تعالیٰ کے یہاں عالم کے دو تختے ہیں ایک دنیا ایک آخرت۔ اگر وہ کسی وقت ان موجودات کی ترتیب کو پلٹ دیں کہ اوپر کی ارواح کو نیچے بھیج دیں اور نیچے کی ارواح کو اوپر بلالیں تو کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے۔ وہ الماری کے بھی اور اس کے برتنوں کے بھی مالک ہیں تم گڑبڑ کرنے والے کون ہو۔ (عصم المصنوف)

حق سبحانہ تعالیٰ نے ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق ۔ میں اسی کا علاج بتلایا ہے سبحان اللہ کیسا عجیب علاج ہے۔ اس کا مراقبہ کیا کرو کہ آخرت میں جو راحت ہے وہ دنیا سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے اور مرنے والا ہمارے پاس سے خدا کے پاس پہنچ گیا ہے اور یقیناً خدا کے پاس رہنا ہمارے پاس کے رہنے سے بہتر ہے اور گو امکان کے درجہ میں وہاں کی عقوبت کا بھی اس کے لئے احتمال ہے مگر اپنے مسلمان عزیز کے ساتھ یہ بدگمانی کیوں کی جائے کہ وہ خدانخواستہ مجرموں کی طرح تکلیف میں ہوگا بلکہ نیک گمان رکھو اور اس احتمال کے تدارک کے لئے اس کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرتے رہو یہ اس کیلئے ہمارے غم کرنے سے زیادہ نافع ہے یہ حاصل ہے اصل مالک اور اصل موجود حق تعالیٰ ہیں دنیا و آخرت دونوں انہیں کے ہیں۔ ان کو اختیار ہے۔ کہ جب چاہیں کسی کو دنیا میں رکھیں۔ اور جب چاہیں آخرت کی طرف بلالیں۔

ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بڈھا روتا ہوا آیا کہ حضرت میری بیوی مر رہی ہے حضرت نے فرمایا کہ دیکھو کیسی عجیب بات ہے ایک قیدی قید سے چھوٹ رہا ہے اور دوسرا رو رہا ہے کہ ہائے یہ قید سے کیوں نکل رہا ہے۔ پھر فرمایا تم بھی ایک دن اسی طرح قید سے چھوٹ جاؤ گے میں نے دل میں کہا کہ اور بیوی کو چھڑانے آؤ تم بھی منگوائے گئے۔

جب یہ ایسی شے ہے تو یہاں سے تو جانے کی فکر ہونا چاہیے نہ کہ رہنے کی خصوصاً اگر کوئی مرے تو زیادہ عبرت ہونا چاہیے۔ دنیا کی مثال ریل کی سی ہے کہ سوار ہوتے ہیں اترتے ہیں آج وہ پیدا ہوا کل وہ مرا۔ دم بہ دم گھنٹی بجانے کے لئے بجتی ہے

؎ مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

"مجھ کو منزل جاناں میں کیا عیش و آرام کہ جب جرس شور مچاتا ہے کہ محملوں کو باندھو۔

یعنی مجھ کو دنیا کی مستعار زندگی میں کیا راحت مل سکتی ہے جب کہ تقاضائے موت کسی وقت کسی جگہ چین نہیں لینے دیتا اور وہ گھنٹیاں یہی ہیں۔ اپنے دوستوں کا اپنے رشتہ داروں کا مرنا۔ مگر ہم ایسے خواب غفلت میں سو رہے ہیں کہ کچھ عبرت ہی نہیں ہوتی"۔ (دنیا و آخرت)

اس لیے میں سب کو کہتا ہوں کہ دنیا کے فنا اور آخرت کے بقاء کا مراقبہ کیا کریں زیادہ نہیں تو دس ہی منٹ کے لئے روزانہ کر لیا کریں اور وقت بھی وہ لیں جو محض بے کار ہو یعنی جس وقت سونے کو لیٹیں اس وقت دس منٹ کے لئے سوچ لیا کریں کہ دنیا ایک نہ ایک دن ہم سے چھوٹ جائے گی۔ سارا سامان پڑا رہ جائے گا پھر آخرت کو پیش نظر کریں کہ خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہوگا اعمال پیش کئے جائیں گے، اعمال ٹھیک نہ ہوئے تو دوزخ میں جانے کا گمان غالب ہے اس واسطے ہمیں اچھے اعمال کرنا چاہیے تاکہ دوزخ کے عذاب سے بچیں۔ اور جنت ملے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سب نعمتیں ہوگی۔ اور وہ نعمتیں دنیاوی نعمتوں کی طرح فانی نہ ہوں گی۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی دائمی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیاوی نعمتوں میں فانی چیزوں میں منہمک رہنا (اور اس کے نہ ملنے پر افسوس کرنا) سراسر بے عقلی ہے۔

یہ مراقبہ ہر شخص کے لئے نہایت ضروری ہے۔ (سبیل النجاۃ)

مصیبت زدہ کو تسلی دینا:

فرمایا جس نے مصیبت زدہ کو صبر دلایا اسے مثل مصیبت زدہ کے ثواب ملے گا۔

فرمایا جس نے بچے مری عورت کو تسلی دی اسے جنت کی چادریں پہنائی جائیں گی۔
(جواہر الحدیث ص ۲۹۱)

اہل اللہ اور صدمہ موت

واقعی عارفین دنیا کو قید خانہ سمجھتے ہیں اور ان کو یہاں سے نکلتے ہوئے وہی خوشی ہوتی ہے جو قیدی کو جیل خانہ سے نکلتے ہوئے ہوتی ہے عارف فرماتے ہیں ۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ☆ راحت جاں طلبم وزپے جاناں بروم

اور یہ نری شاعری نہیں ہے معیار سے دیکھ لو اگر اس کلام سے دل پر اثر ہوتا ہے تو یہ سچا کلام ہے وگرنہ شاعری ہے۔ (فضائل صوم وصلوٰۃ)

چنانچہ منصور کی یہ حالت ہوئی کہ جب کہ ان کو دار پر لیجانے لگے تو وہ خوش ہو کر کہتے تھے ۔

اقتلوني يا ثقاتي ان في موتي حياتي

غرض موت اہل اللہ کا تو کھیل ہے ان کا تو مشغلہ ہے پس ہم کو یہ حالت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے تا کہ بجائے غم کے شوق ہو۔

ان کا اعتقاد اور حال یہ ہوتا ہے کہ لا معبود الا اللہ۔ لا حکیم الا اللہ۔ لا مقصود الا اللہ کسی چیز کا اثر ان پر نہیں ہوتا۔ یعنی عقل کو اور حواس کو پریشان نہیں کرتا باقی اثر کیوں نہ ہوتا۔ وہ بے حس تھوڑا ہی ہو جاتے ہیں بلکہ ان کی سی حس تو کسی میں نہیں ہوتی۔ قلب پر بھی ان کے اثر ہوتا ہے۔ مگر وہ اثر پریشانی کی حد تک نہیں پہنچتا بات یہ ہے کہ وہ سب شقوق پر رضا مند رہتے ہیں کہ یوں ہو جائے بہت اچھا یوں ہو جائے بہت اچھا کسی حال میں ناراضی نہیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اس کیفیت کے بیان کرنے کی خدا نصیب کرے تو معلوم ہو۔

قدر ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

(اس شراب محبت کی قدر خدا کی قسم اس وقت تک نہیں پہچان سکتے جب تک کہ اسے خود ہی نہ چکھ لو)

نہایت ہی اطمینان ہوتا ہے کہ قلب کو ذوقی امر ہے بیان سے سمجھ میں آ نہیں سکتا تاہم ہم لوگوں کو اگر خود وہ کیفیت حاصل نہیں ہے تو اس کے آثار کو تو دیکھ لیں آگ نہ نظر آئے تو اس

کا دھواں تو نظر آتا ہے۔ دیکھئے سب سے بڑی چیز اپنی موت ہے۔ اس کے ساتھ دیکھ لیجئے ان حضرات کا کیا معاملہ ہے حضرت حافظ فرماتے ہیں اور کس ذوق وشوق سے فرماتے ہیں

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم ☆ راحت جاں طلبم وزپئے جاناں بردم

نذر کردم کہ گر آید بسرایں غم روزے ☆ تا در میکدہ شاداں وغزل خواں بردم

(وہ کیا ہی خوشی کا دن ہے کہ میں اس اجاڑ دنیا سے چلا جاؤں اور جان کی آرام وآسائش کو تلاش کروں اور معشوق کے پیچھے چلا جاؤں۔ میں نے منت مانی ہے کہ اگر یہ غم ایک روز آخر آجائے گا تو میں شراب خانہ کے دروازہ تک شاداں اور غزل پڑھتا ہوا جاؤں گا)۔

اہل اللہ کا موت کے وقت حال

پھر اوپر سے اہل اللہ کو موت کے وقت یہ بشارت بھی دی جاتی ہے وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة۔ موت کے وقت کہا جاتا ہے کہ گھبرانا مت۔ بعضے لوگوں نے بیان کیا کہ بعض لوگوں کا طاعون کے زمانے میں مرتے دیکھا کہ وہ اپنے باپ اور استاد کا نام لے رہے تھے کہ وہ کھڑے ہیں اور ہم کو بلا رہے ہیں وہ مانوس شکل میں فرشتے تھے تاکہ یہ گھبرائیں نہیں۔ سو اہل اللہ مرنے کے وقت بھی خوش ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک بزرگ کے مرنے کا وقت قریب تھا اور وہ خوشی میں آکر کہہ رہے تھے۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم ☆ جسم بگذارم سراسر جاں شوم

کیا یہ لوگ بے ہودہ تھے جو ایسا کہتے تھے۔ واقع یہ ہے کہ ان کو اس وقت نہایت خوشی کا عالم ہوتا ہے۔ پھر قبر میں دیکھئے ان کیلئے کیا خطاب ہوتا ہے۔ جس وقت منکر نکیر آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں تو حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے۔ ان صدق عبدی کہ میرے بندہ نے سچ کہا تو اس کیلئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ غرض سب راحت کا سامان کر دیا جاتا ہے۔

پھر قیامت میں دیکھئے جو کہ بڑی گھبراہٹ کا وقت ہے کہ انہیں اس وقت بھی کوئی

پریشانی نہیں ہوتی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

لا یحزنهم الفزع الاکبر۔ کہ ان کو فزع اکبر بھی گھبراہٹ میں نہ ڈالے گی۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو میں نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔ گویا وہ اس کا ترجمہ ہے۔ فرماتے تھے۔

عاشقاں را روز محشر با قیامت کار نیست   عاشقاں را جز تماشائے جمال یار نیست

رہا دوزخ، سو اس میں اول تو جائیں گے کیوں! وہ تو ان سے الگ رہنا چاہے گا چنانچہ حدیث میں ہے کہ دوزخ کہے گا۔

جز یا مومن فان نورک قد اطفا ناری۔

کہ اے مومن جلدی سے گزر جا تیرا نور تو میری آگ کو بجھائے دیتا ہے۔

جب دوزخ خود ان سے پریشان ہوگی تو وہ انہیں کیا جلائے گی۔ یہی اسے ٹھنڈی کردیں گے پھر ایسے لوگوں کو کیا پریشانی ہوسکتی ہے۔ (فضائل صوم وصلوٰۃ)

دوسرے عارفین نے الذین اذا اصابهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون۔ کے مضمون پر غور کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ اس میں حق تعالیٰ نے تقلیل غم وتسہیل حزن کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ ان کو یہ مطلوب نہیں کہ غم کو بڑھایا جائے بلکہ اس کا کم کرنا مطلوب ہے۔ چنانچہ اول تو انا للہ کی تعلیم ہے کہ یوں سمجھو کہ تم خدا کے ہو اور تمہاری ہر چیز خدا کی ہے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ذات میں یا متعلقین ومتعلقات میں کچھ تصرف کریں تو تم کو ناگواری کا کیا حق ہے اور جن عارفین نے وحدۃ الوجود کو ظاہر کیا ہے جن میں اول شیخ ابن عربی ہیں وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہمارا وجود ہی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ ہم کسی شے کے مستحق ہوں۔ عارفین کی تو اسی سے تسلی ہوگئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارا کوئی استحقاق نہیں۔

نیز ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ تمام جذبات کا اور اسی طرح صفات حمیدہ کا بقاء ان کے استعمال سے ہوتا ہے اور صفات حمیدہ میں سے ایک صفت رحم بھی ہے۔

اگر اس کا استعمال ہوتا رہا تو یہ باقی رہے گی ورنہ فنا ہو جائے گی اور استعمال کی صورت یہ ہے کہ کسی اپنے متعلق پر کلفت وارد ہو۔ اور یہ بات اپنے اختیار سے خارج ہے بلکہ قصداً کلفت وارد کرنا جائز بھی نہیں تو حق تعالیٰ کبھی کبھی عارف کے کسی عزیز کو مصیبت یا موت دیتے ہیں جس سے دل پر چوٹ لگتی ہے تا کہ صفت رحم مستعمل ہوتی رہے۔ اس وقت عارف گو ظاہر میں روتا ہے اور اس کے دل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ مگر عقلاً راضی اور خوش ہوتا ہے کیونکہ اس واقعہ کی حکمت اسے منکشف ہو چکی ہے کہ اس سے میری تربیت منظور ہے کہ صفت رحم فنا نہ ہو بلکہ باقی رہے۔ (صوم وصلوٰۃ)

موت کے وقت رونا

اب یہاں ایک سوال وارد ہوگا کہ جب موت فی نفسہ خوشی کی چیز ہے کیونکہ جیل خانہ سے رہائی ہے تو پھر چاہیے کہ اپنے کسی عزیز کی موت پر رویا بھی نہ جائے۔ بلکہ خوش ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں جن لوگوں نے صرف اسی پہلو کو دیکھا وہ تو ایسے موقع پر خوش ہی ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مرنے پر ہنستے تھے اور ذرا بھی نہیں روئے مگر عارف اس کے ساتھ دوسرے پہلو پر بھی نظر کرتا ہے یعنی حق اولاد و حق اقربا پر وہ اپنی اولاد یا عزیز کی موت پر روتے بھی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اولاد کا یہ بھی ایک حق ہے کہ اس کے مرنے پر رویا جائے اور اس کے ساتھ حق تعالیٰ کا حق بھی ادا کرتے ہیں کہ دل میں راضی رہتے ہیں۔ (فضائل صوم وصلوٰۃ)

اکابر کے صدمات میں صبر جمیل کے چند واقعات

(۱) ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوان صاحبزادہ کا عین عید کے دن انتقال ہوا ادھر جواں بیٹے کی نزع ہو رہی ہے ادھر نماز کا وقت قریب ہے مولانا نے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ لو بھائی خدا کے سپرد ہم تو اب جاتے ہیں کیونکہ ہمیں نماز پڑھنی ہے۔ ان شاء اللہ اب قیامت میں ملاقات ہوگی یہ کہہ کر رخصت

ہو گئے اور نماز کا اہتمام شروع کر دیا آنکھ سے تو آنسو جاری تھے لیکن ایک کلمہ بھی بے صبری کا زبان سے نہیں نکلا خوش تھے کہ اللہ کی یہی مرضی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی کے جوان صاحبزادہ کا انتقال ہو گیا لوگ تعزیت کے لئے آئے لیکن چپ بیٹھے ہیں کہ کیا کہیں۔ اہل اللہ کا رعب ہوتا ہے۔ کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کچھ کہے اور آخر کہتے بھی تو کیا کہتے۔ اگر کہے کہ رنج ہوا تو اس کے اظہار کی کیا ضرورت اگر کہے کہ صبر کیجئے تو وہ خود ہی بیٹھے ہیں۔ آخر ہر جملہ خبریہ کی کوئی نہ کوئی غایت تو ہونی چاہیے بڑی دیر کے بعد آخر ایک نے ہمت کر کے کہا کہ حضرت بڑا رنج ہوا۔ فرمایا معلوم ہے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ پس پھر سارا مجمع چپ۔ لوگ آتے تھے اور کچھ دیر چپ بیٹھ کر چلے جاتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے انتقال کا صدمہ حضرت مولانا کو اس درجہ ہوا تھا کہ دست لگ گئے تھے اور کھانا موقوف ہو گیا تھا لیکن کیا مجال کہ کوئی کچھ ذکر کر دے۔ میں بھی اس موقع پر حاضر ہوا اب میں وہاں پہنچ کر متحیر کہ یا اللہ کیا کہوں۔ آخر چپ ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک مولانا ذوالفقار علی صاحب تھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بڑے عاشق مزاج اور حضرت حاجی صاحب کے والہ وشیدا۔ ان کا یہ رنگ تھا کہ جب میں حضرت حاجی صاحب کے انتقال کے بعد اول مرتبہ ان سے ملنے گیا تو میری صورت دیکھتے ہی بڑے جوش کے ساتھ کہا۔

بنال بلبل اگر بامنت سر یاری ست   کہ ما دو عاشق زاریم کار ما زاری ست

(اے بلبل اگر تجھ کو میری دوستی کا خیال ہے تو رو کیونکہ ہم دونوں لاغر عاشق ہیں اور ہمارا کام رونا ہی ہے)۔

اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے میں آبدیدہ ہو گیا۔ خیر وہاں کچھ دل کی بھڑاس نکلی۔

(۲) حضرت مولانا گنگوہی پر اتنے بڑے بڑے صدمات پڑے لیکن کیا ممکن کہ کسی معمول میں ذرا فرق آ جائے چاشت تہجد اوابین کوئی معمولی قضا تو کیا کبھی موخر بھی نہیں ہونے پایا۔ یہاں تک کہ کھانا بھی جب سامنے آیا تو اسے بھی خدا کی نعمت سمجھ کر کھا لیا۔ آنے والے کو یہ حالت دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ انہیں کچھ بھی رنج نہیں حالانکہ رنج اس قدر ہوتا تھا

کہ میں نے ایک عریضہ صاحبزادہ کی تعزیت کا لکھا تھا۔ اس کے جواب میں مجھے فقط یہ لکھا کہ شدت ضبط سے قلب و دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ مجھے حیرت ہوئی تھی کہ یہ بھی کیسے ظاہر فرما دیا بے حد عنایت تھی کہ اتنا لکھ دیا۔ ورنہ وہاں ضبط کی یہ شان تھی کہ کسی طرز سے پتہ نہ چلتا تھا نہ چہرے سے نہ زبان سے وہی معمولات وہی اذکار اشغال وہی تعلیم تلقین کسی معمول میں ذرا فرق نہیں۔ واللہ یہ تعلق مع اللہ کی قوت ہے۔ یہ وہ قوت ہوتی ہے کہ۔

موحد چہ برپائے ریزی زرش ☆ چہ فولاد ہندی نہی برسرش

امید وہراش نباشد زکس ☆ ہمیں ست بنیاد توحید وبس

(موحد کے پیروں میں روپیہ کا خواہ ڈھیر لگا دیا جائے یا اس کے سر پر ہندوستانی تلوار رکھی جائے اس کو کسی سے امید و خوف نہ ہوگا توحید یہی ہے بس)

(۳) حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ پہلے عطاری کی دوکان کیا کرتے تھے ایک دن اپنی دوکان پر بیٹھے نسخے باندھ رہے تھے۔ ایک درویش کمبل پوش دوکان کے آگے کھڑے ہو کر انہیں تکنے لگے دیر تک اسی حالت میں دیکھ کر حضرت عطار نے فرمایا کہ بھائی جو کچھ لینا ہو لو۔ کھڑے کیا دیکھ رہے ہو درویش نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری دوکان میں خمیرے شربت معجونیں بہت سی چمکتی ہوئی چیزیں بھری پڑی ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ مرتے وقت تمہاری روح کیسے نکلے گی جو اتنی چمکتی ہوئی چیزوں میں پھنسی ہوئی ہے اس وقت حضرت عطار کو باطن کا تو چسکا تھا ہی نہیں۔ بے دھڑک کہہ بیٹھے کہ جیسے تمہاری نکلے گی ویسے ہی ہماری بھی نکل جائے گی درویش نے کہا کہ میاں ہمارا کیا ہے اور کمبل اوڑھ کر وہیں دوکان کے سامنے لیٹ گیا۔ اول تو حضرت عطار یہ سمجھے کہ مذاق کر رہا ہے لیکن جب بہت دیر ہو گئی تو شبہ ہوا پاس جا کر کمبل اٹھایا تو وہ درویش واقعی مردہ تھا۔ بس ایک چوٹ دل پر لگی اور وہیں ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے افاقہ ہوا تو دیکھا کہ دل دنیا سے بالکل سرد ہو چکا تھا۔ اسی وقت دوکان لٹا کر کسی پیر کی تلاش میں نکلے۔ پھر وہ طریق کے اندر کتنے بڑے عارف ہوئے ہیں کہ مولانا فرماتے ہیں۔

ہفت شہر عشق را عطار گشت ☆ ما ہنوز اندر ہستم یک کوچہ ایم

(حضرت عطارؒ نے عشق کے ساتوں ملکوں کی سیر کروائی اور ہم ابھی تک ایک ہی گلی میں پڑے ہوئے ہیں)۔

(۴) اور ہم نے مسلمانوں کو بھی طاعون میں مرتے ہوئے دیکھا ہے کہ بڑے خوش وخرم جان دیتے تھے ہمارے یہاں ایک دفعہ طاعون بہت زور کا ہوا تو مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتب سے پردیسی طلباء اپنے اپنے وطن جانے لگے کیونکہ مولانا کا اسی طاعون میں وصال ہو چکا تھا تو ان میں ایک طالب علم نور احمد نامی تھا جس کی عمر ۱۸ سال تھی گھر جانے کے لئے تیار تھا کہ رات ہی کو اسے بخار ہوا اور گلٹی نمودار ہوئی سب کو بڑا رنج ہوا کہ اس بے چارہ کو اپنے وطن کی کیسی حسرت ہوگی گھر جانے کو تیار بیٹھا تھا اور اب موت کا سامان ہونے لگا تو بعض لوگوں نے تسلی کے طور پر اس سے کہا کہ نور احمد گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ تم اچھے ہو جاؤ گے اور تندرست ہو کر اپنے گھر جاؤ گے تو وہ کہنے لگا بس اب میرے واسطے ایسی دعا نہ کرو، اب تو خدا تعالیٰ سے ملنے کو جی چاہتا ہے یہ دعا کرو کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ اسے گھر کی ذرا بھی حسرت نہیں چنانچہ ایک دو روز میں اس کا انتقال ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے جنازہ پر ایک نور تھا۔

کلمات تعزیت و مکتوبات

کسی کے ہاں موت واقع ہو جائے تو پسماندگان کی تسلی کیلئے تسلی آمیز کلمات کے ذریعے تعزیت کرنا بھی مسنون ہے۔

کلمات تعزیت

(۱) حضور ﷺ کے وصال میں حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہ کو اس طرح تسلی فرمائی تھی "یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلی ہے۔ اور ہر فوت ہونے والے کا عوض ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو۔ کیونکہ پورا محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہے اور مسلمان تو کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کا جو کچھ غم تھا اس پر کسی کے قول سے اتنی تسلی نہیں ہوئی جتنی ایک گنوار آدمی کے قول سے مجھے تسلی ہوئی وہ مضمون تسلی بخش یہ تھا۔ "یعنی آپ صبر کیجئے ہم بھی آپ کی وجہ سے صبر کریں گے کیونکہ چھوٹوں کا صبر بڑوں کے صبر کے بعد ہوتا ہے۔ آپ بڑے ہیں۔ پہلے آپ صبر کیجئے۔ اس واقعہ میں نہ تمہارا کچھ نقصان ہوا۔ بلکہ نفع ہی ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ تم کو ثواب ملا اور ثواب تمہارے لئے حضرت عباسؓ سے بہتر ہے۔ اور نہ حضرت عباسؓ کو کچھ نقصان ہوا۔ اس لیے کہ وہ خدا سے مل گئے اور اللہ تعالیٰ عباس کے لئے تم سے بہتر ہیں"۔ (فضائل صبر و شکر)

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے بیٹے کے انتقال پر ایک مجوسی تعزیت کے لئے آیا اس نے ایک جملہ کہا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کو اتنا پسند آیا کہ فوراً لکھ لیا وہ جملہ یہ تھا۔ "عقلمند وہ ہے جو اس کام کو آج کرے جس کو جاہل نادان پانچ روز کے بعد کرے گا" صبر جاہل نادان بھی کرتا ہے لیکن وقت کے نکلنے کے بعد وہ بھی مجبوراً۔ (روضۃ الصالحین)

(۳) میرے (حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم) والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کا انتقال ہوا تو مجھے اس پر بہت شدید صدمہ ہوا۔ زندگی میں اتنا بڑا صدمہ کبھی پیش نہیں آیا اور یہ صدمہ بے چینی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ کسی کروٹ کسی

حال قرار نہیں آ رہا تھا اور اس صدمہ پر رونا بھی نہیں آ رہا تھا اس لئے کہ بعض اوقات رونے سے دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے اس وقت میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ کو اپنی یہ کیفیت لکھی تو انہوں نے جواب میں صرف ایک جملہ لکھ دیا اور الحمدللہ آج تک وہ جملہ دل پر نقش ہے اور اس ایک جملے نے اتنا فائدہ پہنچایا کہ میں بیان نہیں کر سکتا وہ جملہ یہ تھا۔

''صدمہ تو اپنی جگہ پر ہے لیکن غیر اختیاری امور پر اتنی زیادہ پریشانی قابل اصلاح ہے''۔

یعنی صدمہ تو اپنی جگہ ہے وہ ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ عظیم باپ سے جدائی ہو گئی لیکن یہ ایک غیر اختیاری واقعہ پیش آیا اسلئے تم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ موت کے وقت کو ٹلا دیتے اب اس غیر اختیاری واقعے پر اتنی پریشانی قابل اصلاح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا بالقضا کا جو حکم ہے اس پر عمل نہیں ہو رہا اور اس پر عمل نہ ہونے سے پریشانی ہو رہی ہے یقین جانئے اس ایک جملے کو پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سینے پر برف رکھ دی اور میری آنکھیں کھول دیں۔

(۴) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام اعمش نے ایک صاحب کو تعزیت نامہ لکھ کر بھیجا۔

انا نعزيد لاانا على ثقة　　من البقاء ولكن سنة الدين

فلا المعزى بباق بعد ميته　　ولا المعزى وان عاشا الى حين

ترجمہ: ہم آپ کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور ہماری زندگی کا کچھ اعتبار نہیں لیکن یہ سنت ہے دین کی پس نہ تو معزی باقی رہے گا اپنی میت کے بعد نہ تعزیت کرنے والا اگرچہ ایک زمانے تک جیتے رہیں۔ (آخر سب کو موت ہے)۔

''جب قضا ٹھہری تو پھر کیا سو برس کیا ایک دن''

(۵) فرمایا مشہور ہے کہ موت کا وقت بڑے خطرہ کا ہے مگر حقیقت میں مومن کے ساتھ بوقت موت کے بڑی رحمت ہوتی ہے اور بڑی آسانی کی جاتی ہے وہ وقت ہی خاص رحمت کا ہوتا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ عجز وضعف کی حالت سے زیادہ کون وقت رحمت کا ہوگا۔ (الافاضات)

تسلی آمیز تعزیتی مکتوبات

(۱) حضور اقدس علیہ السلام کا مکتوب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے نام

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ علیہ السلام نے ان کو تعزیت نامہ لکھوایا جس کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معاذ بن جبل کے نام'' تم پر سلامتی ہو میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد و ثناء کے بعد (دعا کرتا ہوں کہ) اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور تمہیں شکر ادا کرنا نصیب فرمائے اس لئے کہ بیشک ہماری جانیں ہمارا مال اور ہمارے اہل و عیال (سب) اللہ بزرگ و برتر کے خوشگوار عطیئے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا) اللہ تعالیٰ نے خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور (اب) تم سے اس کو اجر عظیم کے عوض میں واپس لے لیا ہے، اللہ کی خاص نوازش اور رحمت وہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب کی نیت سے صبر کیا پس تم صبر و شکر کے ساتھ رہو (دیکھو) تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کر دے کہ پھر تمہیں پشیمانی اٹھانی پڑے اور یاد رکھو کہ رونا دھونا کسی مصیبت کو لوٹا کر نہیں لاتا اور نہ ہی غم و اندوہ کو دور کرتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا''۔ والسلام۔ (احکام میت)

فقیہ فرماتے ہیں کہ اس آخری فقرے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی موت کی فکر میں لگو جو خود تجھ پر آنے والی ہے بلکہ یوں سمجھو کہ گویا آہی گئی تاکہ تیرا غم ہلکا ہو۔ کیونکہ جب آدمی اپنے بارے میں یہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ عنقریب موت کی آغوش میں جانے والا ہے۔ تو وہ اس سے جزع فزع نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ یہ میت کو تو لوٹا نہیں سکتی۔ البتہ مصیبت کا اجر و ثواب ختم کر دیتی ہے۔ کیونکہ جزع فزع کرنے والا اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے اور اس کی قضا کو پلٹنا چاہتا ہے۔

(۲) حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا مکتوب مولانا ظفر احمد تھانویؒ کے نام

یہ تعزیت نامہ حضرتؒ نے اپنے ایک ہم وطن عزیز کی وفات پر ان کے صاحبزادہ ظفر احمد صاحب انجینئر کو لکھا تھا جو اس وقت لندن میں انجینئری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے چونکہ حد درجہ سبق آموز اور مفید ہے لہٰذا نفع عام کے لئے نقل کیا جا رہا ہے۔

از اشرف علی عفی عنہ

عزیزم سلمہ! السلام علیکم! کئی روز ہوئے میں مدرسہ کو آ رہا تھا راستہ میں حافظ اعجاز کا چھوٹا بچہ مل گیا میں نے چھیڑ کے طور پر اس سے کچھ کہہ دیا وہ بولا اللہ کرے بڑے ابا مر جائیں۔ اس وقت میں نے غور کیا کہ اس کلمہ کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ سو الحمد للہ یہ محسوس ہوا کہ جیسے کوئی مسافر گھر کا آرام و آسائش چھوڑ کر کسی ضرورت سے سفر میں ہو، جہاں اس کو ہر طرح کی کلفت کا ہر وقت سامنا ہو اور کوئی شخص اس کو کہے خدا کرے تو اپنے گھر پہنچ جائے۔

یہ کہنے والا خواہ کسی نیت سے کہے لیکن اس سننے والے پر اس کا کیا اثر ہوگا کہ اس نے مجھ کو بہت اچھی دعا دی اور اگر اس نے بد دعا کے قصد سے کہا ہوگا تو اس خوشی کے ساتھ اس کو تعجب بھی ہوگا کہ عجیب بیوقوف ہے کہ دعا کو بد دعا سمجھ رہا ہے۔ بس بحمد اللہ تعالیٰ وہی اثر اس وقت مجھ پر ہوا اور میں ہنسا کہ اس نے تو اپنے نزدیک انتہا درجہ کی بد دعا تجویز کی ہوگی مگر وہ واقع میں دعا ہے تو یہ اثر مجھ پر ہوا یہ نتیجہ کس چیز کا تھا۔ صرف بزرگوں کی صحبت سے جو عقل و دین عطا ہوا تھا ورنہ طبعاً تو ایسی دعا سب ہی کو ناگوار اور گراں گزرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دولت عقل و دین اسی لئے عطا فرمائی ہے کہ ایسے موقع پر ان دونوں کو طبیعت پر غالب رکھے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آں عزیز کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا ہے او عقل بھی دی ہے اور اہل اللہ کی صحبت بھی میسر آئی ہے جس سے ان دونوں حالتوں میں کافی قوت اور اضافہ ہو گیا تو اگر کوئی ایسا موقع ہو تو ضرور دین اور عقل کو طبیعت پر غالب رکھو گے۔ اب ایسے موقع کی اطلاع دیتا ہوں۔

آں عزیز کے والد ماجد جو طویل مدت سے علیل تھے اور جن کی علالت کی اطلاع

گھر سے آں عزیز کو ملتی رہی۔ پس اس دار المشقت مسافر خانہ بلکہ پر خار دشت کو چھوڑ کر اپنے آرام گاہ وطن اصلی آخرت کو روانہ ہو گئے جس سے طبعاً آں عزیز متاثر ہوں گے اور یہ تاثر نہ عقلاً مذموم ہے نہ شرعاً بلکہ علامت ہے محبت و ترحم کی جو کہ ہر مسلمان کیلئے ہر مسلمان پر حق ہے خصوصاً جس سے زیادہ تعلقات ہوں۔ خصوص سرپرست اور مربی کے لئے مگر ساتھ ہی یہ بھی مطلوب ہے کہ عقل و دین کو طبیعت پر غالب رکھ کر راضی برضا اور مفوض بقضا ہوں۔ نہ جزع فزع کریں، نہ حدود سے متجاوز ہوں۔ دل پر قابو حاصل کر کے مرحوم کے لئے ایصال ثواب سے مدد پہنچائیں، خواہ عبادت بدنیہ، نوافل و تلاوت قرآن سے خواہ صدقہ مالیہ سے جس قدر اور جس طریق سے سہل ہو۔ ممکن ہے کہ واقعہ قلب پر زیادہ اثر نہ کرے مگر ان کی فکر نجات طبیعت کو مشوش کرے سو اس کے متعلق یہ بھی واقع ہے کہ مرحوم اگر چہ اعمال میں آزاد تھے لیکن عقائد و جذبات و ملکات اور سب کو نفع رسانی خصوصاً اہل دین کی عظمت و احترام کی رعایت اور ترحم و ہمدردی وغیرہ۔ یہ ایسے امور ان میں تھے جو حق تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے ہیں۔ پھر بیماری کی تکالیف بھی بروئے حدیث گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور اس سب سے قطع نظر ثواب بخشنے سے وہی نفع ہو سکتا ہے جو اعمال سے ہوتا ہے سو یہ زندوں کے ہاتھ میں ہے۔

غرض صبر جمیل سے کام لیں، اور صبر ہی کا تتمہ یہ بھی ہے کہ محض اس واقعہ سے متاثر ہو کر اپنا نظام عمل نہ بدلیں کہ اپنا نقصان کرنے سے ان کو یا کسی کو نفع نہیں پہنچ سکتا تو ایسے فعل عبث سے کیا فائدہ۔ بس اپنا کام پورا کر کے وہاں سے آئیں جیسا پہلے سے تجویز کر رکھا ہے۔ اب دعا پر ختم کرتا ہوں۔

دعا گو
اشرف علی از تھانہ بھون
۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
(مآثر حکیم الامت)

(۳) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ کا مکتوب مولانا زکی کیفیؒ کی وفات پر اپنے بچوں کے نام

''میرے عزیز بچو! یہ واقعہ جیسا کرب انگیز حسرت ناک وجانکاہ ہے اس کا اثر مرحوم ہو جانے والے نوجوان صالح کے ماں باپ، بچوں اور بیوی اور بھائی بہنوں پر درجہ بدرجہ جو کچھ ہونا تھا وہ ایک طبعی اور فطری امر ہے اور جب تک حدود سے تجاوز نہ ہو، شرعاً مذموم بھی نہیں۔ لیکن یہ سب کرب انگیزی اور غم وصدمہ کا ایک پہلو صرف اس بنیاد پر ہے کہ ہم واقعات کو الٹا پڑھتے ہیں اور یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ ایک پچاس سالہ نوجوان جس کے ساتھ ایک عزیز کی ہزاروں امیدیں وابستہ تھیں یکایک ہم سے رخصت ہو گیا اس کا اثر ظاہر ہے کہ بے چینی اور شدید ترین صدمہ ہی ہو سکتا ہے۔

آؤ، اب واقعات کو ذرا سیدھا پڑھو کہ صبر آئے بلکہ شکر کا موقع ملے، ذرا سمجھو کہ ہر مومن کا عقیدہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والے انسان کی عمر کی گھڑیاں اور سانس اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کے دفتر میں لکھے ہوتے ہیں، جانے والا لخت جگر پچاس سال سترہ دن کی زندگی لے کر اس دنیا میں آیا تھا زمین وآسمان اپنی جگہ سے ٹل سکتے تھے قضا وقدر کے اس فیصلے میں ایک منٹ، ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آسکتا تھا لیکن ذرا یہ سوچو کہ اس حادثہ جانکاہ کو ہم سب پر آسان کرنے کیلئے حق تعالیٰ جل شانہ نے کیسے کیسے انعامات فرمائے۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ الحمدللہ اپنی تمام ہی اولاد کو وہ اس حالت میں چھوڑ گئے جب کہ وہ کسی کے محتاج نہ تھے۔ ذرا سوچو کہ اگر معاملہ اس کے خلاف ہوتا تو یہی ایک مصیبت دس گنی بن جاتی۔

دوسری بات یہ دیکھو کہ مرحوم کو جس قدر گہرا تعلق اپنی بیوی اور اولاد سے تھا، ماں باپ اور بہن بھائیوں سے بھی اس سے کچھ کم نہ تھا۔ اس سال جب اللہ جل شانہ کو اس دنیا سے ان کی جدائی ہمیشہ کے لئے منظور ہوئی تو غیر شعوری طور پر چار مرتبہ ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ ان کو بار بار کراچی آنا پڑا اور ایک مرتبہ سب بچوں کے ساتھ آنے کا موقع

بھی مل گیا یہ کس کو معلوم تھا کہ یہ بار بار کی ملاقات اللہ تعالیٰ کے انعامات اور آئندہ پیش آنے والے صدمے پر تسلی کے سامان تھے۔

تیسری بات یہ دیکھو کہ سب سے ہونہار بیٹا مولوی محمود سلمہ تین ماہ پہلے ان سے جدا ہو چکا تھا جس سے ملنے کی اس حادثہ جانکاہ سے پہلے بظاہر کوئی امید نہ تھی، قدرت نے غیبی سامان فرما دیا اور امسال ان کے لئے حج کا سامان ہو گیا اور اس طرح وہ حج و زیارت کے فرائض اور حرمین شریفین کے برکات سے بہرہ ور ہوئے اور سعادت مند بیٹے کو بھی اٹھارہ دن ان کی مکمل خدمت کا موقع مل گیا۔

پھر یہ بھی سوچو کہ عادتاً حج و زیارت میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ تو لگ ہی جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس خوش نصیب بندے کو صرف اٹھارہ دنوں میں حج و زیارت کے تمام مراحل سے گزار کر ایسے وقت کراچی پہنچا دیا جب کہ ان کی وفات میں صرف سترہ دن باقی تھے۔ اگر مواصلاتی نظام میں ذرا بھی تاخیر ہوتی تو مرحوم اپنے بیوی بچوں، ماں باپ بہن بھائیوں سے جدا رہتے ہوئے بحالت غربت اس دنیا سے سفر کرتے، ذرا یہ سوچو کہ اس وقت ماں باپ اور اولاد اور بیوی پر کیا گزرتی۔

اور ان تمام انعامات سے بڑھ کر سب سے بڑا انعام یہ کہ آخری عمر میں ان کو حج و زیارت سے مشرف فرما کر گناہوں سے پاک فرما دیا اور پاک و صاف اپنی بارگاہ میں بلا لیا۔

اب غور کرو، اگر جانے والے مرحوم کو سال بھر پہلے یہ قطعی اطلاع ہو جاتی کہ عاشورہ محرم ۱۳۹۵ھ میں ان کی عمر کا آخری دن ہے اور وہ خود اپنے مرنے کا سامان کرتے تو اس سے بہتر اور مرنے کا کیا سامان ہوتا"۔ (البلاغ مفتی اعظم)

فائدہ: اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ ہر واقعہ غم میں اللہ کے بیسیوں نعمتیں بھی انسان پر مبذول ہوتی ہیں اگر پریشانی کیساتھ ان احسانات کو بھی بندہ سوچتا رہے تو وہ غم اور پریشانی اطمینان قلب میں تبدیل ہو جائیگی۔ لیکن ہم اپنی ناحقیقت شناسی کی وجہ سے نعماء الٰہی کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔

صدمہ موت کو ہلکا کرنے کی تدبیریں

۱۔ اناللہ کا مراقبہ

ہم لوگوں کو اناللہ کے معنیٰ ہی معلوم نہیں اس لئے ہم پریشان ہیں ورنہ یہ تعلیم غم کی زائل کرنے والی ہے وانا الیہ راجعون یہ بعض ضعفاء کی تسلی کے لئے پڑھایا گیا ہے جس کو مفارقت کے غم سے نجات ہی نہیں ہوتی۔ توان کو بتلاتے ہیں کہ تم بھی وہیں جاؤ گے جہاں وہ گیا ہے۔ یہ سوچ کر ان کو تسلی ہو جائے گی کہ مفارقت دائمی نہیں ہے بلکہ چند روزہ ہے شاید کوئی کہے کہ یہ اچھا مراقبہ بتلایا کہ تم بھی مرو گے موت سے تو ویسے ہی وحشت ہے اس سے تسلی کیونکر ہوگی سو بات یہ ہے کہ جس کا محبوب مر چکا ہے اس کو موت سے وحشت نہیں رہتی وہ تو دل سے یہ چاہتا ہے کہ کاش میں مر جاؤں اور وہ زندہ رہے تو ایسے شخص کو موت کا مراقبہ دشوار نہیں بلکہ اس کو یہ مراقبہ آسان ہوگا اور مفید بھی ہوگا۔ (تدبیر و توکل)

۲۔ سوچنے سے گریز

فرمایا کہ ایک بات میں لاکھوں کی بتلاتا ہوں وہ یہ کہ طبعی غم اور ہے کسبی غم اور ہے۔ طبعی غم کی مدت بہت کم ہے وہ تو خود بخود بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ ہاں کسبی غم جو خود سوچ سوچ کر پیدا کیا جاتا ہے اور تذکرہ کر کے بڑھایا جاتا ہے وہ البتہ اشد ہے۔ مگر اس کا حدوث و بقا اختیاری ہے۔ سوچنا موقوف کرو۔ تذکرہ نہ کرو۔ تو کسبی غم پاس بھی نہ آئے گا۔ (فضائل صبر و شکر)

باقی طبعی غم کا میں انکار نہیں کرتا۔ وہ تو ہوگا اور ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور اس سے شان عبدیت ظاہر ہوتی ہے اگر انسان پر رنج و غم وارد نہ ہو تو فرعون بے سامان ہو جائے۔ (فضائل صبر و شکر)

اور طبعی غم اس سے بڑھتا ہے کہ لوگ اس سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ ہائے اب کیا ہوگا

کیونکر ہوگا۔ کبھی مستقبل کو سوچتے ہیں کبھی ماضی کو سوچتے ہیں پس تم مصائب کو از خود سوچ سوچ کر نہ بڑھاؤ نہ کسی تجویز کو طے کرو بلکہ خدا کی تجویز میں اپنی تجویز کو فنا کر دو۔

۳۔ نعم البدل کا مراقبہ

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مصیبت کے وقت ہم کو یہ دعا تلقین فرمائی تھی۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللھم عندک احتسب مصیبتی فاجرنی فیھا وابدلنی بھا خیراً منھا** ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا۔ تو میں نے یہ دعا پڑھی مگر **وابدلنی بھاخیراً منھا** ۔ (اور اس کا نعم البدل دیجئے) کہتے ہوئے دل رکتا تھا۔ کیونکہ میں اپنے دل میں یہ کہتی تھی کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا اور حضور کے ملنے کا وہم بھی نہ ہوتا تھا۔ حضرت ابوسلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دل پر جبر کر کے یہ بھی کہا تو خدا تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ کے عوض حضور ﷺ عطا فرمائے۔

اب انسان یہ سمجھے گا کہ ہر معاملہ میں حق تعالیٰ مجھ کو نعم البدل عطا فرماتے ہیں تو غم ہلکا ہو جائے گا۔ پھر وہ نعم البدل بھی اس قدر ہے کہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔

۴۔ اللہ کی معیت ملنا

ان اللہ مع الصابرین ۔ اس کلمہ میں اس کا راز بتلایا گیا ہے کہ صبر حل مشکلات اور دفع مصائب کا سبب کیسے بنتا ہے۔ ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ صبر کے نتیجہ میں انسان کو حق تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ رب العزت کی طاقت ہو۔ اس کا کونسا کام رک سکتا ہے اور کونسی مصیبت اس کو عاجز کر سکتی ہے۔

۵۔ حاکم و حکیم کا مراقبہ

چونکہ اللہ تعالیٰ حاکم بلکہ احکم الحاکمین ہیں۔ اس لئے ان کے کسی امر میں چوں و چرا کی گنجائش نہیں۔ اور چونکہ حکیم بھی ہیں اس لئے ان کے ہر امر میں حکمت ہوتی ہے۔ گو ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ (علاج غم)

نعمت استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھنا

استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا اس امت کیلئے خاص انعام ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت کو ایک چیز ایسی دی گئی ہے۔ جو کسی امت کو نہیں دی گئی سابقہ امتوں میں سے اور وہ یہ کہ مصیبت کے وقت تم انا للہ وانا الیہ راجعون کہو۔ اور اگر کسی کو یہ استرجاع دیا جاتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا جاتا جس وقت کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی میں فرمایا تھا یا اسفا علی یوسف۔ ہائے یوسف افسوس۔ (روح کی بیماریاں اور ان کا علاج)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی مصیبت اور غم کے وقت زبان کو انا للہ وانا الیہ راجعون کے ورد میں مشغول کیا جائے۔ اور دل کو اس کے معنی کے تصور میں کہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور مالک کو ہر قسم کے تصرف کا اپنے مملوک میں اختیار ہے۔ غلام کو چاہیے کہ مالک کے تصرف پر راضی رہے۔ اس لئے اس موقع پر تصرف حق پر راضی رہنا چاہیے۔ (شریعت وطریقت)

ہمارے حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قید نہیں لگائی کہ یہ الفاظ تم عقل سے، اخلاص سے اور دل سے ادا کرنا بلکہ صرف قال ہے۔ یعنی صرف زبان سے ان الفاظ کو ادا کرنا کافی ہے۔ بس ان الفاظ کے ادا کرنے پر جو انعام اس مومن کو دیا جاتا ہے۔ وہ عالم امکاں میں کسی کو نہیں دیا جاتا۔

نیم جاں بستاند وصد جاں دھد ☆ آنچہ در وہمت نیاید آں دھد

تو انا للہ وانا الیہ راجعون کلوروفارم ہے۔ آگے فرمایا اولئک علیھم صلوت من ربھم ورحمة۔ جو انعام دینا چاہیے تھا وہ تمام تر دے دیا۔ یعنی صلوٰۃ ورحمت کا مورد بنا دیا اور اس کو ہدایت دے دی۔ اب جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیں۔ ان کو نہ شیطان

گمراہ کر سکے گا نہ نفس گمراہ کر سکے گا اس لئے کہ وہ اب ہماری حفاظت میں آگیا۔ تو اس آزمائش پر اتنا بڑا صلہ ہے۔

جب بھی کوئی ناگوار بات پیش آئے۔ چاہے وہ معمولی سی کیوں نہ ہو اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ لو۔ ان شاء اللہ صابرین کی فہرست میں داخل ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مورد بن جاؤ گے۔ (ملفوظ حضرت عارفی البلاغ)

سنت استرجاع کی تکمیل

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اور مسنون یہ ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کے بعد یہ کہے اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیر امنھا۔ اے اللہ مجھے اجر عطا فرما میری مصیبت میں اور اس سے بہتر کوئی نعمت مجھے عطا فرما۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے سنا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی بندے کو مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھ لے یعنی انا للہ .... خیر امنھا تک تو حق تعالیٰ شانہ اس کو اجر عطا فرماتے ہیں۔ اور اس سے بہتر نعمت عطا فرماتے ہیں پس جب ابو سلمہ (ان کے شوہر) کی وفات ہوئی تو انہوں نے اس کو پڑھا اور حق تعالیٰ نے ان سے بہتر عطا فرمایا۔ یعنی حضور ﷺ سے نکاح ہوا۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

جس شخص نے مصیبت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ اس کی مصیبت کے نقصان کی تلافی فرماتے ہیں اور اس کے عقبیٰ کو احسن کر دیں گے اور اس کو ایسا نعم البدل عطا فرمائیں گے جس سے وہ خوش ہو جائے گا۔ (روح کی بیماریاں اور ان کا علاج)

فضائل استرجاع

مصیبت خود بخود یاد آجائے تو انا للہ الخ پڑھ لے کہ اس وقت انا للہ الخ پڑھنے کا بھی وہی ثواب ہو گا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب تھا۔ (فضائل صبر وشکر)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس معمولی تکلیف

پر بھی انا للہ الخ پڑھو۔ یہ بھی ایک مصیبت ہے اور اس پر بھی ثواب ملے گا۔ (روضۃ الصالحین)

فرمایا جو بات ناگوار گزرے وہی مصیبت ہے اور اس پر انا للہ الخ پڑھنا ثواب ہے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ)

انا للہ پڑھنا اسی امت کا خاصہ ہے

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت پر انا للہ پڑھنا اسی امت کو تعلیم ہوا ہے۔ کسی اور کو ملا ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو ضرور عطا ہوتا آپ نے

یا اسفی علی یوسف (ہائے افسوس یوسف) فرمایا ہے انا للہ...... نہیں پڑھا۔

حضرت سعید بن مسیبؒ حضرت عمرؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ دو اجر بھی بہت اچھے ہیں اور علاوہ بھی بہت اچھا ہے اولئک علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ ۔ یہ دو اجر اور بدل ہیں۔ و اولئک ھم المھتدون۔ یہ زائد اور علاوہ ہے۔

ترک تجویز اور تسلیم و رضا کی ضرورت

دل کو یہ اعتراض اور ناگواری نہ ہو کہ یہ مصیبت حق تعالیٰ نے ہم پر کیوں بھیجی۔ کیا ہم ہی رہ گئے تھے العیاذ باللہ۔ ایسا خیال ایمان کو ضائع کر دیتا ہے۔ ایسے وقت یہ مراقبہ کرے کہ یہ مصیبت حق تعالیٰ کی طرف سے میری اصلاح کیلئے آئی ہے کیونکہ وہ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جس کا علم ہم کو ہونا ضروری بھی نہیں۔

دل کا مسرور ہونا قضا کے ورود کے وقت۔ لیکن اس رضا کا نام رضا طبعی ہے جو غلبہ انس اور غلبہ شوق میں نصیب ہوتا ہے جس کا بندہ مکلف نہیں۔ جس رضا کا درجہ فرض ہے وہ رضا عقلی ہے۔

تعریف رضا عقلی جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بیان فرمائی ہے وہ قضا پر عدم اعتراض ہے نیز فرمایا کہ رضا عقلی میں احساس الم کا ہوتا ہے اور رضا طبعی میں احساس الم باقی

نہیں رہتا۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لینے کا نام نہیں۔ بلکہ صبر زبان سے بھی ہو اور قلب سے بھی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرے جو ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ جو حق تعالیٰ نے اس سے واپس لی ہیں۔ اس سے صبر کرنا آسان ہوگا اور تسلیم کی شان پیدا ہوگی۔ (روح کی بیماریاں اور ان کا علاج)

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتے ہیں اور مصیبت پر صبر سے جو انعام قرب کا عطا ہوتا ہے اسکو اہل بصیرت اپنے قلب میں محسوس بھی کرتے ہیں اسی کو حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں۔

نیم جاں بستاند وصد جاں دہد ☆ آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

یعنی حق تعالیٰ بندوں پر ان کی اصلاح کیلئے جن مجاہدات و تکالیف کا وزن رکھتے ہیں ان کو برداشت کرنے سے اگرچہ آدھی جان ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے عوض سو جانیں غیب سے عطا فرماتے ہیں اور ایسی ایسی نعمتیں دل کو عطا فرماتے ہیں جن کا بندہ وہم وگماں بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس وقت بزبان حال کہو گے۔

جو دل پہ ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں ☆ تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

انہیں ہر لحظہ جان نو عطا ہوتی ہے اے اختر ☆ جو پیش خنجر تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں

اس خنجر تسلیم سے یہ جان حزیں بھی ☆ ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

مخلوق سے اس مصیبت کی شکایت نہ کرتا پھرے۔ یعنی جس طرح دل میں کوئی شکایت کا خیال نہ لائے۔ اسی طرح اپنی زبان سے بھی شکوہ شکایت اور اعتراض کی بات نہ نکالے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ☆ ہر زماں از غیب جاں دیگر است

اس تسلیم کا انعام یہ ہوگا کہ ہر وقت غیب سے ایک نئی جان حق تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

(روح کی بیماریاں اور ان کا علاج)

اسلام کے معنی لغت میں سپرد کرنے کے ہیں جس کو تسلیم بھی کہتے ہیں۔ یہی اسلام کی حقیقت ہے ،قرآن میں اسلام کی تفسیر اسلام وجہ ہے جس کے پورے معنی (صرف) نماز روزہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام بمعنی تفویض ہے یعنی اپنی ذات کو خدا کے سپرد کر دینا اور اپنے کو اللہ کے ہر تصرف کے لئے آمادہ کر دینا کہ وہ جو چاہیں حکم دیں سب منظور ہے نماز روزہ بھی اسی تفویض کا ایک فرد ہے۔

یہی وہ چیز ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کمالات وفضائل میں جا بجا حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اذقال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمين

اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

یاایها الذين امنوا تقوا الله حق تقاته ولا تموتن الاوانتم مسلمون۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم بجز اسلام کے کسی حالت پر جان نہ دینا۔

یہ کلام محاورہ کے موافق ہے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ بے وفا بن کر جان مت دینا اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ عمر بھر وفادار رہنا اور اسی پر جان نکل جائے۔

یہ وہ چیز ہے جس کو میں نے کہا تھا کہ وہ پریشانی کو بھی لذیذ کر دیتی ہے مگر وہ لذت مٹھائی اور حلوے جیسی نہیں بلکہ مرچوں بھرے کباب جیسی ہے یہ مت سمجھو کہ تفویض کے بعد پریشانیاں یا پریشان کن حالات پیش نہ آئیں گے ہاں یہ ضرور ہے کہ پہلے وہ ناگوار تھے اب خوشگوار ہو جائیں گے۔ جیسے مرچ کھانے والے کو مرچوں بھرا کباب خوشگوار ہوتا ہے کہ روتا بھی جاتا ہے اور کھاتا بھی جاتا ہے۔

تفویض (یعنی ہر کام میں اللہ کے فیصلے پر پہلے سے راضی ہونا) وہ چیز ہے کہ ہر کام میں اس کی ضرورت ہے خواہ دنیا کا ہو یا دین کا۔ اللہ والے تو اس سے شروع ہی

میں کام لیتے ہیں اور دنیادار بعد میں اس سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً کسی پر مقدمہ قائم ہو جائے تو اگر وہ اللہ والا ہے تو اسی وقت سے معاملہ خدا کے سپرد کر دے گا اور جو بھی نتیجہ ہوگا اس پر پہلے ہی سے راضی ہوگا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ تدبیر کو چھوڑ دے گا کیونکہ تدابیر تفویض کے منافی نہیں ہے بس یہ تدبیر کرے گا۔ مگر اپنی طرف سے کوئی نتیجہ تجویز نہ کرے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے گا کہ جو ان کی رضا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ دنیادار بھی آخر میں یہی کرتا ہے مگر وہ پہلے اپنی تدبیر پر نظر کرتا ہے اور اپنی طرف سے نتیجہ کی ایک شق متعین کر لیتا ہے کہ نتیجہ یوں ہونا چاہیے۔ پھر جب ہار جاتا ہے تو کہتا ہے کہ تقدیر میں یوں ہی تھا میں خدا کی مرضی پر راضی ہوں۔ کہ تدبیر ضرور ہی کامیاب ہو بلکہ وہ کامیابی اور ناکامی کو حق تعالیٰ کے سپرد کر کے کوشش کرتا ہے اگر کامیابی ہوگئی تو اور ناکامی ہوئی تو وہ ہر حال میں خوش ہے اور جو شخص اس ارادہ سے تدبیر کرتا ہے کہ مجھے کامیابی ہی ہو اور جس طرح میں چاہتا ہوں ویسا ہی ہو۔ اس کی پریشانیوں کی کوئی حد نہیں رہتی کیوں کہ جہاں کوئی بات ناگوار طبع نفس کو پیش آئے گی اس کو اپنی ناکامی کا رنج ہوگا۔ تو بتلاؤ کہ تفویض سے زیادہ راحت کا ذریعہ دنیا میں کیا ہے؟

حضرات! تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے اس سے بڑھ کر راحت کا ذریعہ کوئی نہ ملے گا۔

اللہ والے یوں فرماتے ہیں کہ اگر وہ چپت ماریں تو چپت کھالو اور پیار کریں تو پیار کرالو اس کی لذت حاصل ہو تو اس کو نعمت سمجھو اس میں شک نہیں کہ تفویض سے دنیا کے کاموں میں بھی راحت ہے اور دین کے کاموں میں بھی۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تدبیر نہ کرو۔ کیوں کہ تفویض تدبیر چھوڑ دینے کا نام نہیں جس کی واضح دلیل یہ آیت ہے۔

واعدوالهم ما استطعتم من قوة الآية۔

اوران کافروں کے لئے جس قدرتم سے ہوسکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھواس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھوان پر جوتمہارے دشمن ہیں۔

بس تفویض یہ ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر نظر نہ کرو اور اپنی تجویز سے کوئی شق نتیجہ کی متعین نہ کرو کہ یوں ہونا چاہیے۔

میرے ایک دوست ہیں ان کے ذمہ قرض بہت ہوگیا ادا کرنا چاہتے تھے اس سے وہ بے چارے بڑے پریشان ہورہے تھے۔ مجھے بھی اپنی پریشانی لکھی میں نے لکھا پریشان کیوں ہوتے ہو؟ آخروہ نالش کردیں گے تو کیا ہوجائے گا بہت سے بہت تم کو قید کرادیں گے۔تو تم قید خانہ میں چلے جانا یا زمین ومکان نیلام ہوجائے گا زمین ومکان نیلام کرادینا جس خدا نے اب تک روزی دی ہے وہ پھر بھی دے گا تم اپنی طرف سے اسی وقت سے ہر نتیجہ کیلئے تیار ہوجاؤ اوراس کے بعد مقدمہ میں اس کی تدبیر کرو کہ قرض کی قسطیں ہوجائیں۔

یہ خط پڑھ کر ان کو ایسا سکون واطمینان ہوا کہ اب لکھتے ہیں کہ یوں جی چاہتا ہے کہ سب قرض خواہوں کو کہہ دوں کہ سب مل کر نالش کردو۔ جو ہونا ہوگا ہوجائے گا۔ میں نے لکھا کہ ایسا بھی نہ کرنا کہ یہ بھی تفویض کے خلاف ہے اپنی طرف سے نہ تم بلا تجویز کرو نہ راحت بلکہ وہ یعنی (اللہ تعالیٰ) جو تجویز کردیں اس پر راضی ہو۔

یہ نسخہ میں نے ایسا بتلادیا جس سے نہ اہل دنیا کو استغناء ہے نہ اہل دین کو۔

ارے جب سارے راستے ان ہی کے قبضے میں ہیں اور تم کہیں سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے تو اب تفویض کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ بخدا راستے بند ہیں تم کہیں اس کے قبضے سے باہر نہیں جاسکتے۔

بس ہماری مثال ایسی ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو اب بتلاؤ لنگڑا ہرن شیر کے پنجے سے چھوٹنے کی کوشش کرے تو یہ اس کی حماقت ہے یا نہیں۔ پس اس کی خیر اسی میں ہے کہ اپنے کو شیر کے سامنے ڈال دے اس کے ہر تصرف پر راضی ہوجائے خواہ کھالے

خواہ چھوڑ دے۔

اب یہ ہوگا کہ شیر اس پر رحم کر کے خود اس کی پرورش کرے گا اور جنگل سے شکار لا کر اس کے آگے ڈالے گا۔

کیا اشارہ مل گیا اے لذت تسلیم سر ☆ ان کی جانب سے جو تو نے سر کا سودا کر لیا

بس ہمیشہ کے لئے یہی دستور العمل بنالو کہ شریعت نے جس تدبیر کی اجازت دی ہے خواہ دین کے متعلق ہو یا دنیا کے متعلق وہ کر کے آگے نتیجہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرو بس اس سے نجات ہوگی۔

اب میں تمام دنیا سے کہتا ہوں کہ کوئی اس سے بہتر نسخہ نہ لا سکے گا چوں کہ مجھے اس مضمون سے خود بہت نفع ہوا ہے اس لئے میں نے دوستوں کو بھی اس سے مطلع کرنا چاہا۔

اور یہ یقین کرلے کہ تمام جماعتیں اگر اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات سے نفع پہنچائیں تو تجھ کو ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دی تھی اور اگر وہ سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات سے نقصان پہنچا دیں تو تجھ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دی تھی۔

پریشانی کی اصل۔ تجویز

میں نے پہلے بیان میں یہ بھی کہا تھا کہ تمام پریشانیوں کی اصل یہی کہا ہے کہ انسان اپنے لئے بعض احوال و کیفیات وغیرہ تجویز کر لیتا ہے کہ یوں ہونا چاہیے اور یہ تمام پریشانیوں کی جڑ اس واسطے ہے کہ یہ تجویز کرنے والا گویا اس ذات مقدس پر حکومت کرنا چاہتا ہے جو اس کے قبضہ میں نہیں۔ بلکہ یہ تجویز کنندہ خود اس کے قبضہ میں ہے اسی لئے حق تعالیٰ نے اپنے تصرف و اختیار کو قرآن میں صاف صاف بیان کر کے انسان کے اختیار کی صاف صاف نفی کر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ام للانسان ماتمنی فللہ الاخرۃ والاولی۔

ایک مقام پر ارشاد ہے:

وربک یخلق مایشآء ویختار ماکان لھم الخیرۃ سبحن اللہ وتعلی عمایشرکون۔

ماکان لھم الخیرۃ میں صراحۃً اختیار عبد کی نفی ہے۔ مگر یہاں اس اختیار کی نفی نہیں جو جبر کے مقابل ہے کیونکہ اس کے تو استعمال کا امر ہے بلکہ اس اختیار کی نفی ہے جس کے استعمال کی اجازت نہیں۔ جس کا عنوان ثانی تجویز ورائے ہے مثلاً بیمار کے متعلق یہ تجویز کرنا کہ یہ اچھا ہی ہو جائے پھر اس کے ظہور ووقوع کا انتظار کرنا کہ کب اچھا ہوگا پھر تاخیر صحت سے پریشانی اور کلفت کا بڑھنا اس کی تو ممانعت ہے۔

ام للانسان ماتمنیٰ فللہ الاخرۃ والاولی۔

میں اسی تجویز کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ کہ دنیا وآخرت کے تمام واقعات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں تم کو ان میں تجویز کا کوئی حق نہیں اور تجویز کی علامت یہ ہے کہ اس کے وقوع کا تقاضے کے ساتھ انتظار کیا جائے یعنی ایسا انتظار جس کی جانب مخالف کا تصور ناگوار ہو۔ (تسلیم ورضا)

سبب اس کا یہ ہے کہ جتنی پریشانی ہوتی ہے تعلق ماسوی اللہ سے ہوتی ہے اور جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہے وہ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور وجہ ان کی اس پریشانی کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر امر کے متعلق ایک خاص تجویز اپنے ذہنوں میں تراش لیتے ہیں جیسے شیخ چلی کا تجویز کردہ خاندان تھا۔ تو ہم سب اس بلاء میں مبتلا ہیں کہ ہر وقت بیٹھ کر یہ دھن لگایا کرتے ہیں کہ یوں تجارت ہوگی اتنا نفع اس میں ہوگا یوں ہم بنک میں روپیہ داخل کریں گے اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر تمنا پوری ہوتی نہیں تو سارے رنج کی بات یہ ہے کہ آرزو کرتا ہے اور وہ پوری نہیں ہوتی کوئی دنیا دار کسی وقت آرزو سے خالی نہیں ہے تو ہر وقت کسی نہ کسی تمنا میں رہتا ہے اور ہر تمنا پوری ہونا ضرور نہیں اس سے پریشانی ہوتی ہے۔ تو کوئی دنیا دار پریشانی سے خالی نہیں۔ (مفاسد گناہ)

ترک تجویز اور طبعی غم

عارف سب سے اول تجویز ہی کو قطع کرتا ہے اسی لئے وہ کسی مصیبت سے

پریشان نہیں ہوتا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے ہر تصرف کے لئے آمادہ ہوتا ہے وہ بچہ کی دوا دارو اس کا حق سمجھ کر کرتا ہے مگر دل سے اس پر بھی راضی رہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے وہ جب چاہیں لے لیں ان کو اختیار ہے اس کو بچہ کے مرنے سے رنج بھی ہوتا ہے مگر محض طبعی رنج ہوتا ہے عقلی رنج نہیں ہوتا۔ ارے تم کو اس تجویز کا کیا حق ہے کہ یہ لڑکا سو سال زندہ رہے گا اور اس طرح روپیہ جمع کرے گا۔ یوں گھر کو چلائے گا۔ آہ حضور ﷺ کی صفائی دیکھئے کہ حضور ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم (علیہ وعلی ابیہ فداہ روحی افضل الصلوٰۃ والتسلیم ۱۲) کی وفات کے وقت صاف فرمادیا انا بفراقک یاابراھیم لمحزونون۔ حضور ﷺ کو غم بھی ہوا پھر اس کو ظاہر بھی فرمادیا تاکہ کوئی معتقد اس غم کو کسی باطنی حال پر محمول نہ کرے آپ نے صاف فرمادیا کہ بچہ کی مفارقت کا غم ہے اب جو چاہے معتقد رہے اور جس کا جی چاہے معتقد نہ رہے حضرت بنا ہوا آدمی اس موقع پر ہرگز غم کو ظاہر نہ کرتا کہ معتقدین یوں کہیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ بچہ کے غم میں رو رہے ہیں مگر حضور ﷺ نے اس کی پرواہ نہیں کی عملاً بھی آپ نے رنج کو ظاہر کیا اور قولاً بھی تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ طبعی غم کا مضائقہ نہیں بلکہ یہ تو ہونا چاہیے ورنہ غموم وہموم میں جو حکمتیں ہیں (مثلاً رفع درجات واظہار عجز عبد واظہار اختیار حق ۱۲) وہ باطل ہو جائیں گی اسی لئے محققین نے کہا ہے کہ جو لوگ اولاد کے مرنے کے وقت ہنستے ہیں وہ ناقص تھے اور جو روئے ہیں وہ کامل تھے۔ کیونکہ اس نے اولاد کا بھی حق ادا کیا اور خالق کا بھی۔ اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ ان کی مفارقت کا رنج کیا جائے اور خالق کا یہ حق ہے کہ عقلاً اس کے ہر تصرف سے راضی رہے۔ اور اس نقصان وکمال کی نظیر صاف یہ ہے کہ ایک شخص کے تو آپریشن کیا گیا کلوروفارم سنگھا کر اس نے نشتر لگانے کے وقت اف تک نہیں کیا اور دوسرے کے بدوں کلوروفارم سنگھائے نشتر لگایا گیا اس نے آہ کی مگر اسی طرح پڑا رہا ناواقف پہلے شخص کو بہادر سمجھے گا مگر حقیقت شناس دوسرے کو بہادر کہے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پہلے شخص کے حواس معطل تھے اس لئے اس

کو نشتر کا احساس ہی نہیں ہوا اور دوسرے کے حواس معطل نہ تھے اس کو تکلیف کا پورا احساس ہوا اس لئے ایک آہ نکل جانا کچھ بہادری کے خلاف نہیں بلکہ بڑی بہادری یہ ہے کہ باوجود احساس کے از جارفتہ نہیں ہوا۔ (تدبیر و توکل)

تو جو پیش آئے سب کو خیر سمجھے خواہ وہ بیماری ہو یا دشمن کا اپنے اوپر غالب آنا ہو یا فقر و فاقہ ہو یا اور کوئی مصیبت ہو غرض سب میں بہتری ہے مگر یہ بہتری ایسی ہے جیسے دوا کی بہتری شفیق ماں باپ تو جانتے ہیں کہ حلق سے اترتے ہی تریاق کا کام کرے گی۔ لیکن بچہ نہیں سمجھتا بلکہ ماں باپ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے کہ انہوں نے دوا پلا دی یا جیسے دنبل میں نشتر دینا کہ ماں باپ خوش ہیں مگر بچہ ان کو دشمن سمجھتا ہے۔ نشتر زن ماں باپ سے انعام طلب کرتا ہے اور بچہ تعجب کرتا ہے۔ لیکن ہر عاقل جانتا ہے کہ واقع میں یہ کام انعام کا ہے تو بچے کے علم کو جو تفاوت ماں باپ کے علم سے ہے اس سے بہت زیادہ تفاوت بندہ اور خدا کے علم میں ہے تو خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ جس حادثہ کو بندہ مصیبت سمجھ رہا ہے اس میں کیا کیا حکمتیں مخفی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں عسی ان تکرھوا شینا وھو خیر لکم۔ (اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تم لوگ ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور درحقیقت وہ تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے) اس پر جس کی نظر ہوگی وہ ہرگز اس کو مصیبت نہ سمجھے گا جس طرح جراح نے نشتر لگا کر مصیبت میں نہیں پھنسایا اسی طرح خدا تعالیٰ جو بندے کے ساتھ کرتے ہیں سب بہتر ہی ہوتا ہے مگر بندہ اس کی حکمت کو سمجھتا نہیں حالانکہ اگر ذرا غور کر لے تو بعض حکمتیں معلوم ہو بھی سکتی ہیں مثلاً یہ کہ مصیبت میں یہ خاصیت ہے کہ اخلاق درست ہو جاتے ہیں۔ انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے توبہ نصیب ہو جاتی ہے تنبہ ہوتا ہے کہ فلاں امر کی وجہ سے یہ ہوا تو یہ کھلے فائدے نظر آتے ہیں مگر بعض لوگ اس کو یاد نہیں رکھتے پس اس معنی کر مصیبت نہ کہی جائے گی مگر ظاہر نظر میں وہ مصیبت ہے کیونکہ حقیقت لغویہ مصیبت کی یہ ہے کہ کوئی بات خلاف طبیعت پیش آئے اور چونکہ زندگی میں زیادہ واقعات ایسے ہی ہوتے ہیں اس

لئے کوئی بھی مصیبت سے خالی نہیں ہے کوئی مال کی طرف سے پریشان ہے کوئی صحت کی طرف سے پریشان ہے کوئی اولاد کی طرف سے پریشان ہے۔ غرض ہر شخص کو کوئی نہ کوئی مصیبت لاحق ہے۔ (مفاسد گناہ)

پریشانی اپنا مقصود فوت ہونے سے ہوتی ہے

مثلاً ایک شخص نوکری چاہتا ہے تعلیم حاصل کی روپیہ خرچ کیا سفارشیں بہم پہنچائیں مگر نوکری نہیں ملی تو اس کو رنج ہوا یہ رنج کیوں ہے اس واسطے کہ مقصود فوت ہو گیا اگر مقصود فوت نہ ہوتا اور نوکری مل جاتی تو رنج نہ ہوتا بلکہ خوشی ہوتی۔ اسی طرح کسی نے کیمیا بنانا چاہی استادوں کے نخرے اٹھائے گھر بار چھوڑا امیر سے فقیر ہو گئے تب ایک نسخہ ملا اور بہ ہزار دقت اس کو مہیا کیا اور چڑھایا جب آنچ ختم ہوئی اور اس کو اتارا تو وہاں کچھ بھی نہیں ایک تاؤ کی کسر ہی رہی۔ ایسی صورت میں اس شخص کو کیا کچھ رنج نہ ہوگا۔ یہ رنج کیوں ہے اس واسطے کہ مقصود حاصل نہ ہوا۔ غرض رنج جبھی ہوتا ہے جب مقصود حاصل نہ ہو اور جس کا مقصود ہر وقت حاصل ہی ہو اس کے پاس رنج کا کیا کام جس کا مقصد وہی ہے جو اللہ کا مقصود ہے وہاں فوت مقصود کا احتمال ہی نہیں بلکہ اس سے آگے جس کو خود اللہ ہی مقصود ہو تو اللہ کو تو نہ فنا ہے نہ تغیر ہے اس کو پریشانی اور رنج سے کیا واسطہ تندرست ہے تب بھی اس کا مقصود حاصل ہے بیمار ہے تب بھی اس کا مقصود حاصل ہے غنی ہے تب بھی اس کا مقصود حاصل ہے فقیر ہے تب بھی اس کا مقصود حاصل ہے غرض اس کا مقصد ہاتھ سے جا ہی نہیں سکتا پھر رنج و غم کیسا۔ سو ایسے قلب میں جو حالت ہمت کی ہوگی ظاہر ہے یہ ہے قلب جس کو قلب کہنا چاہیے یہ قلب محل ہوتا ہے تجلیات لامتناہیہ کا اور مہبط ہوتا ہے انوار الٰہیہ کا اسی کی نسبت کہا ہے۔

آئینہ سکندر جام جم است بنگر ☆ تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

(یعنی تمہارے اندر ایک آئینہ سکندریا جام جم موجود ہے اس میں دیکھو اورغور کرواس ملک دارا یعنی شیطان کے حالات نظر آئیں گے اس کے مکروفریب کا انکشاف ہوگا توان سے بچ سکو گے۔(ذکروفکر)

واقعہ:

حضرت مفتی عنایت احمد صاحب علم الصیغہ کے کے مصنف حج کوتشریف لے گئے تھے شاید واپسی کے وقت جہاز طوفان میں آ گیا بعض مسافر بچ کرنکل آئے تھے وہ کہتے تھے کہ جس وقت وہ جہاز غرق ہونے لگا تو تمام مسافروں میں کہرام مچا ہوا تھا لیکن مفتی صاحب بڑی بے فکری سے بیٹھے ہوئے یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولنا وعلی اللہ فلیتو کل المؤمنون (اور کہو ہم کو وہی پیش آسکتا ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا اور وہی ہمارا آقا ہے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے) (راحت دارین ص۱۴۲)

باب۲

ضرورت صبر اور اس کی اہمیت

یایھا الذین امنوا استعینو بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے ایمان والو! (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارہ میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو۔ بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں صبر کی ضرورت اور اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ معیت سے اعانت ومدد کی معیت مراد ہو۔ یعنی تم صبر کر کے دیکھو۔ دشوار نہ رہے گا کیونکہ اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی اور ان کی مدد کے بعد کوئی دشوار، دشوار نہیں۔ دوسرے یہ کہ معیت سے حالیہ مراد ہو۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ صبر کی دشواری کو اس مراقبہ سے آسان کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں۔ اس مراقبہ کے بعد صبر میں دشواری نہ رہے گی۔ نیز فرمایا **ولیبتلی اللہ مافی صدورکم ولیمحص مافی قلوبکم** ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ نفس ایمان کی آزمائش کی جاتی ہے کہ اس میں ایمان بھی ہے یا نہیں اور مصیبت کے ذریعہ سے ایمان کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ یعنی مصیبت کے ذریعہ سے وساوس ومعاصی کا میل دھویا جاتا ہے۔ اور دعویٰ غرور وتکبر کم ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہو کر سمجھ آجاتی ہے۔

استحضار عظمت حق ہوتا ہے پس انسان پر عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے مصائب سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندہ کو خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت

یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں جس سے وہ اس درجہ عالیہ کو پالیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اہل مصائب کو دیکھ کر اہل نعم کہیں گے یعنی "کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں تاکہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے" (جو اہل مصائب کو عطا کئے گئے ہیں)

حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا انتقام خود لے لیتا ہے تو حق تعالیٰ معاملہ کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور جو صبر کرتا ہے اس کی طرف سے حق تعالیٰ خود انتقام لیتے ہیں۔ کبھی دنیا میں مزا چکھا دیتے ہیں اور کبھی آخرت پر پوری سزا کو ملتوی رکھتے ہیں (شریعت وطریقت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یایھا الذین امنوا صبروا الایۃ۔ اے ایمان والو! صبر کرو۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مومن پر تعجب ہے کہ اس کی ہر بات بہتر ہے اور یہ کسی کو میسر نہیں مگر مومن ہی کو۔ اگر اس کو خوشی پہنچی شکر کیا اور اگر اس کو سختی پہنچی صبر کیا۔ پس اس کے لئے بہتر ہے۔

صبر کی حقیقت

ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ صبر کہتے ہیں کہ کسی کے مرجانے پر خاموش ہو جانے کو کسی کے مرجانے پر ہی صبر موقوف نہیں ہے بلکہ ناجائز خواہشات سے رکنے کا نام بھی صبر ہے (معارف القرآن)

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں ایک دین پر ابھارتی ہے اور دوسری ہوائے نفسانی پر۔ سو محرک دینی کو محرک ہوئی پر غالب کر دینا صبر ہے اور اس کی حقیقت ہے حبس النفس علی ما تکرہ۔ یعنی ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا۔ آپے سے باہر نہ جانا۔ اور وہ ناگوار امر خواہ کچھ ہو۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

والصابرین فی الباسآء والضرآء وحین الباس۔

وہ صبر کرنے والے ہیں باساء میں اور ضراء میں اور باس کے وقت باساء سے مراد فقر و تنگدستی۔ حاصل یہ ہے کہ فقر اور تنگدستی میں صبر کرے۔ یعنی خدا پر نظر رکھے۔ مخلوق کے مال و دولت پر نظر نہ کرے۔ نہ ان سے توقع رکھے اس میں قناعت و توکل کی تعلیم ہو گئی

اور ضراء سے مراد مطلق بیماری۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی ظاہری بیماری میں صبر یہ ہے کہ لوگوں سے شکایت نہ کرتا پھرے۔ خدا سے دل میں مکدر نہ ہو۔ اس میں تسلیم ورضا کی تعلیم ہوگئی اور باطنی بیماریوں میں صبر یہ ہے کہ امراض قلبیہ کے مقتضا پر عمل نہ کرے عمل سے ان کا مقابلہ کرے اور باس سے مراد مطلق شدت و پریشانی جو بھی لاحق ہو اس پر مستقل مزاج رہے جس کا ایک فرد صبر عندالحرب بھی ہے کہ جہاد کے وقت لڑائی میں ثابت قدم رہے پس اب صبر کا حاصل یہ ہوگا کہ موحد کامل بن جائے۔ جب مقام صبر کامل ہو جاتا ہے تو توحید بھی کامل ہو جاتی ہے۔ پس یہ ایسا جامع خلق ہے کہ بہت سے اخلاق اس کے اندر داخل ہیں اس لئے حدیث شریف میں ہے الصبر نصف الایمان (یعنی صبر نصف ایمان ہے)۔

تو صبر فی نفسہ تمام اعمال شرعیہ کو عام ہے۔ یعنی جس وقت جس کام کا امر ہو اس پر ثابت قدم رہنا صبر ہے۔ پس اگر کسی وقت معمولات کے ترک کا امر ہو تو اس وقت ترک معمولات ہی صبر ہوگا۔ (شریعت وطریقت)

عبادات میں صبر

مشاہدہ سے یہ امر ثابت ہے کہ جیسے مصیبت کے اندر ناگواری ہوتی ہے۔ عبادت کے اندر بھی ہوتی ہے پس صبر کا تعلق دو چیزوں سے ہوا مصیبت سے بھی اور عبادت سے بھی مصیبت میں تو صبر یہ ہے کہ جزع فزع نہ کرنا اور عبادت میں صبر یہ ہے کہ باوجود ناگواری کے نفس کو اس پر جمانا اور ناگواری کی پروانہ کرنا۔ چنانچہ دونوں کی نسبت ارشاد ہے۔

یایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطو الایۃ۔ اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔

اصبروا تو مصائب میں صبر کرو اور صابر وا دوسروں کو صبر کی تعلیم دینا اور رابطوا عبادت کے اندر جمارہنا۔ چنانچہ رباط کی تفسیر حدیث میں یہ آئی ہے کہ ایک نماز پڑھ کر دوسری کے انتظار میں بیٹھے رہنا اور یہی مفہوم صبر کا بھی ہے کہ مصیبت میں اس کا نام صبر ہو اور عبادت میں اسی کو رباط سے تعبیر فرمایا اور صرف عبادت کے متعلق ارشاد ہے۔

یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ الایۃ ۔ اے ایمان والو! صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد چاہو۔

یہاں دونوں (صبر اور نماز) کا جمع کر کے بیان کرنا قرینہ اس کا ہے کہ صبر و صلوٰۃ کا مجموعہ ایک ہی چیز ہے۔ یعنی صبر علی الصلوٰۃ (نماز پر صبر کرنا) اور یہ اسی قید سے محکوم علیہ ہے لکبیرۃ کا۔ ورنہ خالی صلوٰۃ میں کوئی گرانی نہیں اور اس مضمون پر حدیث اسباغ الوضوعلی المکارہ یعنی حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان کی علامت وضو کو باوجود ناگواریوں کے کامل کرنا دال ہے یعنی جاڑے کے دن میں سردی بہت ہو رہی ہے اور جی نہیں چاہتا۔ مگر اس حالت میں بھی وضو کو پورا پورا کیا۔ حدیث شریف میں مکارہ کا لفظ ہے جس سے ناگواری کا عموم صاف معلوم ہوتا ہے۔

صبر نصف ایمان ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے حضرت ابوالدردا نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں آپ کے بعد ایسی امت پیدا کرنے والا ہوں کہ اگر ان کی دلی مراد پوری ہو اور کام حسب منشا ہو جائے تو وہ شکر ادا کریں گے اور اگر ان کی خواہش اور مرضی کے خلاف ناگوار اور ناپسندیدہ صورت حال پیش آئے تو وہ اس کو ذریعہ ثواب سمجھ کر صبر کریں گے۔ اور یہ دانشمندی اور بردباری ان کی اپنی ذاتی عقل و حلم کا نتیجہ نہیں بلکہ ہم ان کو اپنے علم و حلم کا ایک حصہ عطا فرمائیں گے۔ (معارف القرآن)

مصیبت پر صبر کرنے کا اجر عظیم

فقیہ" فرماتے ہیں کہ عقل مند کو مصیبت کے اجر و ثواب میں غور کرنا چاہیے۔ چنانچہ قیامت میں جب اس اجر کو دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ اے کاش اس کے اہل و عیال اور تمام خویش و اقارب اس سے پہلے فوت ہوتے کہ آج وہ اس مصیبت کا اجر و ثواب

حاصل کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا ہے جب کہ ثواب کی نیت سے صبر کرے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرت وبشر الصبرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، اولئک علیھم صلوت من ربھم ورحمت واولئک ھم المھتدون۔ (سورہ بقر)

اور البتہ ہم تمہیں قدرے خوف اور بھوک اور مال وجان کے نقصان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے کہ جب ان پر کسی قسم کی کوئی مصیبت بھی آتی ہے تو وہ یوں کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ ہی کے ملک ہیں اور ہم سب اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خاص خاص عنایتیں بھی ہوں گی اور عام رحمت بھی ہوگی۔ اور یہی لوگ صحیح راہ یافتہ ہیں۔ (از کشف الرحمٰن)

ف: اللہ تعالیٰ کا آزمانا اور امتحان کرنا یہ ہے کہ علم غیب سے جس چیز کو جانتے ہیں اس کو ظاہر فرمادیتے ہیں۔ اللہ کی ملک اور اس کے پاس لوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اس کی ملک اور اس کے قبضے میں ہیں۔ زندہ رہیں گے تو ہماری ضروریات روزی وغیرہ اسی کے ذمہ ہیں۔ اور اگر مرگئے تو ہمارا ٹھکانا اور مرجع بھی اسی کے پاس ہے۔ مرنے کے بعد وہیں جانا ہے لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہوں۔ آج اگر ہم اس کے فیصلہ پر راضی نہ ہوں گے۔ تو کل جب اس کے حضور پیشی ہوگی تو وہ ہم پر راضی نہیں ہوگا صلوات جمع ہے صلوٰۃ کی اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو تین معنی آتے ہیں۔ اطاعت کی توفیق، گناہوں سے حفاظت، مغفرت۔ یہ تو ایک صلوۃ کی تفسیر ہے اور صلوات جو جمع ہے اس کی انتہا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون جان سکتا ہے۔ مہتدون سے مراد ہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انا للہ.... پڑھنے کی توفیق بخشی۔

بلا ومصیبت پر صبر کرنا چاہیے

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ واقعہ یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف اپنی جان یا اولاد یا مال کے بارے میں

پیش آئے تو اس کا علاج صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے سے کرے اور یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی اقتدا کرے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان جس قدر گھونٹ پیتا ہے ان سب میں دو گھونٹ زیادہ محبوب ہیں ایک مصیبت پر صبر اور دوسرے غصہ کو پی جانا۔

سب کے سامنے مصیبت کا تذکرہ خلاف صبر ہے

حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ من بث لم یصبر۔ یعنی جو شخص اپنی مصیبت سب کے سامنے بیان کرتا پھرے۔ اس نے صبر نہیں کیا اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس صبر پر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا اور اس امت میں بھی جو شخص مصیبت پر صبر کرے گا۔ اس کو ایسا ہی اجر ملے گا۔

صبر کا ادب

صبر کا ادب یہ ہے کہ زبان کو شکوہ و شکایت سے روکا جائے اور سوائے حق تعالیٰ کے اپنی مصیبت سب کے سامنے بیان نہ کرے۔

صبر شروع میں ہونا چاہیے

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو جو بھی اذیت اور تکلیف پہنچے وہ مصیبت ہے اور اس کے لئے اجر ہے۔ اجر اس شخص کے لئے ہے کہ جب تکلیف پہنچے اس وقت صبر کرے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ صبر اول مصیبت کے وقت ہے (کیونکہ دن گزرنے سے تو صبر سب ہی کو آجاتا ہے)۔

بیماری سے کراہنا صبر کے منافی نہیں

حضرت فاروق اعظمؓ کو دیکھا گیا کہ ایک مرتبہ ایک مرض کی وجہ سے بے چین ہیں اور کراہ رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین کیا آپ بھی کراہتے ہیں۔ یہ تو صبر کے خلاف ہے فرمایا سبحان اللہ حق تعالیٰ نے مجھے بیمار کیا میرا عجز اور درماندگی ظاہر کرنے کیلئے

تو کیا میں اس کے مقابلے اپنی قوت وطاقت کا مظاہرہ کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ بے شک عارفین کا یہی حال ہوتا ہے۔

چوں بر بندت بہ بند بستہ باش ☆ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

(مجالس حکیم الامت)

فرمایا کہ بعض لوگوں کو تقویٰ کا ہیضہ ہو جاتا ہے وہ بیماری میں آہ آہ کرنے کو خلاف صبر سمجھتے ہیں۔ اس لئے اللہ اللہ کرتے ہیں تا کہ قوت قلب ظاہر ہو مگر یہ معرفت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ اللہ مظہر الوہیت ہے اور آہ آہ مظہر عبدیت ہے۔

فرمایا آنسو بہانا، آہ آہ منہ سے نکلنا خلاف صبر نہیں بلکہ رو لینے سے صبر حقیقی زیادہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ دل کا غبار نکل جاتا ہے۔ (مآثر حکیم الامت)

مقام صبر

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مقام صبر تک پہنچنا چاہے، اللہ اسے صبر دے دیتا ہے اور جس شخص کو یہ نعمت حاصل ہو جائے اس کے بارے میں حضور علیہ ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ ''کسی شخص کو صبر سے زیادہ وسیع نعمت کوئی نہیں دی گئی'' اس مقام کو حاصل کرنے کا اصل طریقہ تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے جنہیں صبر کی نعمت حاصل ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ انسان کا ماحول اور صحبت سے زیادہ کوئی مربی نہیں ہوتا۔ اگر انسان صابرین کا ماحول اختیار کرے تو رفتہ رفتہ خود بھی صابر بن جائیگا۔ (معارف القرآن)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے سوال

فقیہہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد مرحوم نے اپنی سند کے ساتھ حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مریض کی مزاج پرسی کرنے والے کو کیا اجر ملتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ عمل اسے گناہوں سے یوں پاک صاف کر دیتا ہے جیسا کہ وہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک صاف تھا۔ عرض کیا اے اللہ جنازہ کے ساتھ جانے والے کو کیا اجر ملتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کی موت کے

وقت فرشتے بھیجوں گا جو قبر تک جھنڈے لے کر چلیں گے اور پھر میدان محشر تک بھی اس کے ساتھ ہوں گے عرض کیا گیا یا اللہ کسی مصیبت زدہ کی تسلی اور تعزیت میں کیا اجر ہے۔ ارشاد فرمایا میں اسے اپنے عرش کے سائے میں رکھوں گا۔ جس دن کہ میرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

دو محبوب گھونٹ دو محبوب قطرے دو محبوب قدم

حضرت انس بن مالکؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ کسی بندے نے کوئی دو گھونٹ ایسے نہیں پیئے جو اللہ تعالیٰ کو ان دو گھونٹوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ ایک غصہ یا غضب کا گھونٹ۔ جو بردباری کی وجہ سے وہ نیچے اتار لیتا ہے۔ دوسرا مصیبت کا گھونٹ جسے آدمی صبر کے ساتھ نگل لیتا ہے۔ اور دو قطروں سے زیادہ محبوب کبھی دو قطرے نہیں بہائے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی راہ میں خون کا قطرہ اور دوسرا رات کی تاریکی میں آنسو کا قطرہ جب کہ وہ اپنے رب کے حضور سربسجود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ اور کسی بندے نے دو قدموں سے بڑھ کر کبھی قدم نہیں اٹھائے۔ جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں ایک فرض نماز کی ادائیگی کیلئے جو قدم اٹھاتا ہے اور دوسرا وہ قدم جو صلہ رحمی کے لئے اٹھاتا ہے۔

پانچ عطیات

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے غلطی اور بھول کا حکم اٹھا دیا ہے۔ اور جس چیز پر تم کو مجبور کیا جائے اور جو تمہاری طاقت میں نہ ہو اور بوقت ضرورت بعض چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی ہیں جو عموماً حرام ہیں۔ اور پانچ چیزیں تم کو عطا فرمائیں۔

۱۔ اس نے دنیا تمہیں محض اپنے فضل سے عطا فرمائی اور تم سے اس کا مطالبہ بطور قرض کے کیا ہے سو تم اس میں سے جو کچھ اپنی دلی خوشی سے دو گے تو وہ تمہارے لیے دس گنا سے سات سو گنا تک بلکہ حد بے حساب تک بڑھا دیا جائے گا۔

۲۔ دوسری چیز یہ کہ اس نے بعض چیزیں تمہاری طبیعت کے خلاف تم سے لے لیں۔

اور تم نے اس پر صبر کیا اور ثواب کی امید رکھی تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے صلاۃ ورحمت مقرر فرمائی۔ ارشاد پاک ہے۔ اولئک علیھم صلوت من ربھم ورحمۃ۔

۳۔ تیسری چیز یہ ہے کہ نعمت پر شکر کرو گے تو اس نعمت میں زیادتی اور اضافہ کا وعدہ فرمایا کہ شکر کرو گے تو میں بالضرور تمہیں زیادتی عطا کروں گا۔

۴۔ چوتھی یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اتنی برائی کرے کہ حد کفر کو پہنچ جائے مگر پھر توبہ کر لے تو وہ توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اس سے محبت بھی کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے۔

۵۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ اگر جبرائیلؑ ومیکائیلؑ کو وہ عطا ہوتی تو ان کیلئے بھی بہت ہی گرانقدر ہوتی۔ وہ یہ ہے۔ ارشاد فرمایا۔

ادعونی استجب لکم (مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا)۔

صبر کے تین درجے

ایک حدیث میں آپ کا پاک ارشاد ہے کہ صبر تین ہیں۔ اول طاعت پر صبر، دوسرے مصیبت پر صبر، تیسرے معصیت سے صبر۔ جو شخص مصیبت پر صبر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اعلیٰ حوصلہ کے ساتھ اسے برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تین سو درجے لکھ دیتے ہیں۔ اور جو شخص طاعت پر صبر کرتا ہے اس کے چھ سو درجات لکھے جاتے ہیں اور جو شخص معصیت سے صبر کرے۔ اس کیلئے نو سو درجات لکھ دیئے جاتے ہیں۔

لوح محفوظ کی پہلی لکھت:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلی بات جو لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمائی یہ تھی ''میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور محمد ﷺ میرے رسول ہیں۔ جو شخص میری قضا پر تسلیم ورضا اختیار کرے گا۔ میری مصیبت

پر صبر کرے گا، میری نعمتوں پر شکر کرے گا۔ میں اسے صدیق لکھوں گا اور قیامت میں صدیقین کے ساتھ اٹھاؤں گا جو میری قضا پر راضی نہیں، میری مصیبت پر صبر نہیں کرتا، میری نعمتوں پر شکر نہیں کرتا۔ تو وہ میرے سوا کوئی اور خدا بنا لے۔

بے صبری سے مصیبت میں اضافہ ہوتا ہے

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت ایک ہوتی ہے جب کوئی اس پر جزع فزع کرتا ہے تو دو بن جاتی ہیں ایک اصل مصیبت دوسری اس کے اجر و ثواب کا جاتا رہنا۔ اور یہ اصل مصیبت سے بھی بڑھ کر ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی

حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اسے وہ مصیبت یاد کرنی چاہیے جو میرے وصال کی وجہ سے اسے پہنچی کہ وہ سب سے بڑھ کر ہے (امت مرحومہ پر سب سے بڑی مصیبت جو نازل ہوئی وہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کی مصیبت ہے)۔

حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی حضرت علیؓ نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جنت کا شوق رکھتا ہے وہ نیکیوں کی طرف سبقت اور جلدی کرتا ہے۔ اور جو شخص دوزخ سے ڈرتا ہے وہ اپنی خواہشات سے غافل ہو جاتا ہے اور جو شخص موت کا دھیان رکھتا ہے وہ لذتوں کو چھوڑ بیٹھتا ہے اور جو شخص دنیا سے بے رغبت ہو جائے مصیبتیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں۔

صبر کو آسان کرنے کی تدبیر

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس پر مصیبت آئے (اور اسے صبر کرنا دشوار معلوم ہوتا ہو) وہ میرے مصائب کو یاد کرے اس سے صبر کرنا نہایت آسان ہو جائے گا۔ (روضۃ الصالحین)

چھ نصیحت آموز سطریں

کہتے ہیں کہ بعض کتابوں میں چھ سطریں لکھی ہوئی ہیں پہلی سطر میں ہے کہ جو شخص

دنیا کی وجہ سے غمگین ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ناراض ہوتا ہے۔ دوسری میں ہے کہ جو شخص اپنی مصیبت کی شکایت کرتا ہے وہ اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔ تیسری میں ہے کہ جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا رزق کس راستہ سے آتا ہے گویا وہ اس کی پرواہ نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کس دروازے سے دوزخ میں ڈالیں گے۔ چوتھی میں یہ ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اور اس پر ہنستا بھی ہے تو وہ روتا ہوا دوزخ میں جائے گا۔ پانچویں میں یہ ہے جس شخص کی اہم فکر خواہشات کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ آخرت کا خوف اس کے قلب سے چھین لیتے ہیں۔ چھٹی میں یہ ہے کہ جو شخص کسی غنی کے سامنے اس کی دنیا کی وجہ سے تواضع کرتا ہے تو وہ ایسی حالت میں صبح کرے گا کہ فقر اس کے سامنے موجود ہوگا۔

ماہنامہ الخیر ملتان کا تبصرہ بابت ذوالعقدہ ۱۴۲۰ھ / فروری ۲۰۰۰ء

افادات حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

مومن کا اصلی گھر آخرت ہے دنیا کا آرام وراحت عارضی وفانی ہے۔ یہاں کی تمام خوشیاں وقتی ہیں اور تمام مصائب زوال پذیر۔ اس مسافرانہ زندگی میں حق تعالیٰ شانہ سے سچا تعلق رکھنے والا مسلمان مصائب میں بھی پریشان نہیں ہوتا۔ "مصائب اور ان کا علاج" میں مصیبت کی حقیقت اور اس کی اقسام، صبر کی ضرورت واہمیت، مصائب وآلام سے متعلق بزرگوں کے اقوال واعمال اور مصائب وآلام سے بچنے کے شرعی نسخے تحریر کئے گئے ہیں کچھ نہ کچھ خلاف مزاج حالات تو ہر شخص کو پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ پریشانی اور مایوسی اطمینان اور امید سے بدلتی محسوس ہوتی ہے۔ کاغذ، کمپوزنگ، طباعت، جلد معیاری، قیمت درج نہیں۔

حصول صبر کیلئے اہم باطنی اعمال

ا۔استحضار حق تعالیٰ

یہی راز ہے اس کا کہ جب حضور ﷺ کو یہود کے اس قول سے بہت صدمہ ہوا کہ خدا آسمان پیدا کر کے تھک گیا تو اس نے یوم السبت میں آرام کیا۔ تو اس پر حق تعالیٰ نے پہلے ان کے قول کی تردید میں یہ آیت نازل کی۔

ولقد خلقنا السموات والارض ومابینھما فی ستة ایام وما مسنامن لغوب۔

اس کے بعد ارشاد ہوا فاصبر علی مایقولون ۔مگر صبر کیسے کریں اتنے بڑے صدمہ پر تو آگے اس کی ترکیب بتلائی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ۔طریقہ صبر کا کیا ہے وہ یہ کہ آؤ ہم سے باتیں کرنے کھڑے ہو جاؤ بس سب رنج وصدمہ جاتا رہے گا۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے رنج پہنچایا اور محبوب کہے کس جھگڑے میں پڑے ہو آؤ ہم سے باتیں کرلو۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کو صدمہ رہے گا۔

ایک اور جگہ حضور ﷺ کو ارشاد ہے واصبر لحکم ربک فانک باعیننا ۔ کہ آپ صبر کیجئے۔ آپ تو ہماری نگاہ کے سامنے ہیں یہ عاشقانہ لم اور تدبیر ہے رنج کے دور کرنے کی۔

میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ اس سے اس کی تفسیر سمجھ میں آجائے گی وہ یہ کہ کسی پر ایک شخص عاشق تھا۔ اس کے درے مارے گئے۔ ننانوے درہ تک آہ بھی منہ سے نہ نکلی اخیر میں ایک درہ لگا تو منہ سے آہ نکلی کسی نے پوچھا کہ ننانوے تک تو تیرے منہ سے کچھ بھی نہ نکلا اور ایک درہ میں یہ حال ہوا۔ عاشق نے کہا کہ ننانوے درہ تک تو میرا محبوب کھڑا ہوا مجھ کو دیکھ رہا تھا اس وجہ سے کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوئی اور اخیر درہ میں وہ چلا گیا تھا۔ دیکھتا نہ تھا اس لئے آہ نکلی اسی واسطے ایک عاشق کہتا ہے۔

ہمینم بس کہ داند ماہر ویم ☆ کہ من نیز از خریداران اویم

اس کا بڑا حظ ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے بس بڑی تسلی اہل اللہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں اس سے بڑھ کر تسلی کا اور کوئی درجہ ہی نہیں۔ اور دنیا میں بھی اس قسم کے سینکڑوں واقعات موجود ہیں کہ محبوب مجازی کے دیکھنے سے تمام تکالیف راحت ہوگئی ہیں۔

بجرم عشق توام می کشند وغوغائیست ☆ تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

(تیری محبت کے جرم میں مجھ کو قتل کرتے ہیں اور اسی کا شور وغل ہے تو بھی بام آجا تو سب سے اچھا تماشائی ہے)۔

سو عاشقاں جمال حقیقی کو ہر دم اپنا محبوب سامنے ہی معلوم ہوتا ہے وہ کبھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اور اپنے عشاق کے ساتھ ساتھ ہے۔ واللہ معکم اینما کنتم الایۃ۔ اس تصور اور حضور کی وجہ سے ان پر تمام مشقتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

وہ میرے دم توڑنے کی سیر اگر دیکھا کریں ☆ حشر تک زندہ رہوں اور نزع کا عالم رہے

یعنی عاشق اپنے محبوب سے کہہ رہا ہے کہ ذرا آپ بھی آکر یہ تماشا دیکھ جاتے تو اچھا تھا کہ مجھے صرف آپ کی محبت کے جرم میں قتل کیا جا رہا ہے اس کے سوا اور کوئی جرم میں نے نہیں کیا و ما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید۔ اور عاشق کی اس درخواست کا منشا یہ ہے کہ جب تم اپنی آنکھوں سے مجھ کو دیکھو گے تو تمہارے دیکھنے سے مصیبت مجھ پر آسان ہو جائے گی۔ خصوص جب تم مجھ کو دیکھو گے اور میں تم کو دیکھوں گا تو عشق کی آگ اور بڑھے گی۔ کیونکہ پھر دونوں طرف سے علاقہ ہو جائے گا اور لذت عشق میں مصائب کا تحمل آسان ہو جاتا ہے۔ (راہ نجات)

۲۔ محبت حق تعالیٰ

فرمایا محبت موقوف ہے معرفت پر یعنی جب تک کسی چیز کی معرفت نہ ہوگی اس چیز سے محبت نہیں ہو سکتی اور جس درجہ کی معرفت ہوگی اسی درجہ کی محبت بھی ہوگی اور ظاہر ہے کہ بندہ کو حق تعالیٰ کی کماحقہ معرفت حاصل نہیں اور حق تعالیٰ کو اپنے بندوں کی کامل معرفت

حاصل ہے پس حق تعالیٰ کو تو اپنے بندوں سے اعلیٰ درجہ کی محبت ہوگی چنانچہ نصوص اس کی شاہد ہیں کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اتنی محبت ہے کہ اتنی محبت ماں باپ کو بھی اولاد سے نہیں ہوتی لیکن بندہ حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کاملہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جب یہ سمجھ میں آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کامل محبت ہے تو اب میں ایک تجربہ کی بات جو ساری عمر کے تجربہ سے حاصل ہوئی بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ اگر کوئی شخص یہ مراقبہ کیا کرے کہ حق تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور حق تعالیٰ مجھ کو چاہتے ہیں اور یہ واقع کے مطابق ہے جو ابھی بیان ہوا تو یہ مراقبہ بے حد مفید ہے۔ ایک فائدہ تو اس مراقبہ کا یہ ہوگا کہ اس مراقبہ کی خاصیت ہے کہ اس سے بندہ کے قلب میں بھی حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی چنانچہ دنیوی امور میں بھی اس کی نظیر موجود ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں حاکم میرے اوپر بہت مہربان اور میری طرف بہت متوجہ ہے تو اس شخص کو بھی اس حاکم سے طبعاً محبت بڑھ جاتی ہے گو اس سے قبل اس حاکم سے اس شخص کو ایسا تعلق نہ تھا۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بندہ خواہ کیسی ہی مصیبت اور پریشانی میں ہو مگر جہاں یہ مراقبہ کیا ساری پریشانی رفو چکر کیونکہ یہ یقین کرے گا کہ جب اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے تو اس مصیبت میں ضرور میرا کچھ فائدہ ہی ہوگا ورنہ محبت میں محبوب کو کون تکلیف دیتا ہے اب اگر یہ شبہ ہو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے کام ہماری مرضی کے خلاف ہوتے ہیں مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ تندرست رہیں مگر بیمار ہو جاتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہماری یہ تنگدستی رفع ہو جائے مگر نہیں ہوتی تو اگر خدا تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے تو پھر ہم کو یہ تکلیف اور صدمے کیوں پہنچتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ خلاف طبع اور ناگوار امور کا پیش آنا اس کی علامت نہیں کہ حق تعالیٰ کو تم سے محبت نہیں۔ بلکہ ایسے امور جو تم کو پیش آئے ہیں محبت ہی ان کا منشاء ہے کیونکہ اس وقت تمہاری دین اور دنیا کی بہتری اسی میں تھی کہ تم کو ہمیشہ تندرست نہ رکھا جائے اور تم کو فراغ عیش نہ دی جائے گو اس کا بہتر ہونا تمہاری سمجھ میں نہ آئے جیسا کہ ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ بعض مرتبہ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں کہ جس کو بچہ اپنے لئے نقصان دہ سمجھتا ہے اور اس بچہ کو ناگوار گزرتا ہے

مگر ماں باپ کے اس برتاؤ کا منشا شفقت اور محبت ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس وقت اس کی بہتری اسی میں ہے اگرچہ اس کی سمجھ میں نہ آئے یہ جواب تو اس شبہ کا تھا جو اپنی حالت دیکھ کر بعض مرتبہ ہوتا ہے لیکن کبھی دوسرے کی حالت دیکھ کر شبہ ہوتا ہے مثلاً کسی بچہ کو یا جانور کو کسی سخت تکلیف میں مبتلا دیکھا تو شبہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں ہے کیونکہ حق تعالیٰ تو اپنے بندوں پر بڑے مہربان اور شفیق ہیں تو یہ خرابی علم محیط کے دعویٰ سے پیدا ہوئی ہے اس لئے اس وقت یہ سمجھنا مفید ہوگا کہ یہ سوچے کہ ہمارا علم ہی کیا ہے ہم کو کیا معلوم کہ اس کو جو یہ حالت پیش آئی ہے اس کی کیا وجہ ہمارے ساتھ جو اللہ میاں کا برتاؤ ہے وہ تو اچھا ہی ہے (کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ شبہ دوسرے کی حالت سے ہوا ہے اپنی حالت سے نہیں ہوا) بس اپنے ساتھ برتاؤ کو دیکھنا چاہیے جب اپنے ساتھ برتاؤ اچھا ہے تو ہم کو سارے جہان کی کیا فکر بس حق تعالیٰ کی محبت پر استدلال کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ اپنے ساتھ جو حق تعالیٰ کی شفقتیں اور عنایتیں ہیں ان کو دیکھے جیسے کہ کوئی حاکم بہت مہربان اور شفیق ہو کہ اس کی رحم دلی کی شہرت ہو اس کو تم دیکھو کہ وہ کسی شخص پر چلا رہا ہے کیونکہ اس شخص نے کوئی ایسی حرکت کی تھی کہ جس پر اس کو سزا دینا ضروری تھا تو جو شخص اس حاکم کے رحم و کرم سے واقف ہے اور اپنے اوپر اس حاکم کی مہربانی دیکھ رہا ہے وہ اس شخص پر چلاتا ہوا دیکھ کر کیا اس حاکم کو غیر مہربان سمجھ سکتا ہے ہرگز نہیں پھر حضرت حکیم الامت نے ارشاد فرمایا کہ یہ باتیں ہیں تو معمولی مگر علاج ہیں حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھ کو تو یہ سمجھا دیا گیا ہے اور بڑی بڑی پریشانیوں کے بعد یہ سمجھ میں آگیا ہے کہ ہمارے ساتھ جو برتاؤ حق تعالیٰ کا ہے وہ اچھا ہے (جیسا اوپر عرض کیا گیا ہے) تو پھر ہم کو دوسروں کی حالت کی وجہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے یہی غیر ضروری علم ہے کہ جس کو العلم ہو الحجاب الاکبر کہا گیا ہے۔ (القول الجلیل)

میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس مضمون کے بعد آپ کو پریشانی ہی نہیں ہوگی بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اگر پریشانی ہوگی تو لذیذ ہوگی کہ آپ اس پریشانی کے بدلے ہفت اقلیم کا لینا بھی منظور نہ کریں گے۔ باقی پریشانی کے رفع ہونے سے تو امید ہی قطع کر دیجئے کیونکہ آپ

تو پریشانی ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں یہ تو جنت ہی میں پہنچ کر ختم ہوگی خدا تعالیٰ وہاں سرخرو کر کے ہم کو پہنچا دیں۔ (آمین ثم آمین)۔(محاسن اسلام)

۳۔تعلق مع اللہ

اس کی برکت سے تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

جیسے ڈاکٹر کہتے ہیں "مریض ہسپتال میں داخل ہونے کے بعد سیف ہو جاتا ہے"۔

یعنی ہسپتال میں داخل کرنے کے بعد مریض اور اس کے رشتہ داروں کی پریشانی ختم ہو جانا چاہیے اور انہیں پورے طور پر مطمئن رہنا چاہیے، اس لئے کہ اسباب ظاہرہ کے لحاظ سے حفاظت کا مکمل انتظام ہو گیا، آگے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ مقدر ہے وہی ہوگا۔

ڈاکٹر کا یہ جملہ مسلمان کیلئے بہت ہی عبرت آموز ہے، مسلمان کو اس سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے۔

"جو شخص گناہ چھوڑ دے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سیف ہو جاتا ہے"۔

ڈاکٹر کی مریض سے محبت و شفقت ناقص، علم ناقص، قدرت ناقص، اور اللہ تعالیٰ کی اپنے فرمانبردار بندہ سے محبت و شفقت کامل، اس کا علم کامل، قدرت کامل، اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اسے راضی کر لیتا ہے، اور اس مالک الملک، قادر مطلق، رحیم و کریم کے ہاں سیف ہو جاتا ہے وہ ہسپتال میں سیف ہونے والے مریض کی بنسبت بدرجہا زیادہ مطمئن رہتا ہے کسی بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی اس کے قلب میں تشویش و پریشانی کا گزر نہیں ہو سکتا۔

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم ۔۔۔ دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

(جواہر الرشید)

۴۔نسبت مع اللہ

خیر بحمد اللہ اچھی طرح یہ بیان ہو گیا کہ اصل چیز نسبت مع اللہ ہے اور اس کی کس قدر

ضرورت ہے اور نسبت مع غیر اللہ بھی بقدر ضرورت جائز ہے بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی محبت سے کم رہے۔ میرا قصد اس مضمون کو دوسری طرح بیان کرنے کا تھا۔ مگر بحمد اللہ خوب بیان ہو گیا۔ غرض تعلق غیر اللہ میں دنیوی اور اخروی ہر طرح کا خسارہ ہے۔ جس کسی کو تکلیف و پریشانی میں مبتلا دیکھا جائے سمجھنا چاہیے کہ اس کو غیر اللہ کے ساتھ تعلق زیادہ ہے اس تعلق کو قطع کر دو۔ تکلیف جاتی رہے گی۔ یہ طریقہ تمام دنیا کی تکالیف کا خاتمہ کر دینے والا ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو پہلے خود بخود ذہن میں آیا تھا۔ اس کے بعد یہ حدیث نظر سے گزری۔

اللھم اجعل حبک احب الاشیاء الی واجعل خشیتک اخوف الاشیاء عندی۔ کہ اے اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو میرے دل میں سب سے زیادہ محبوب بنا دے اور اپنا خوف میرے دل میں سب سے زیادہ پیدا کر دے۔ رغبت کے یا ہیبت (ڈرنا ۱۲) کے۔ حضور ﷺ نے دو ہی لفظوں میں سب تعلقات کو کھپا دیا کہ سارے تعلقات اس حد تک ہونے چاہئیں کہ خدا تعالیٰ سے زیادہ کسی کی محبت نہ ہو اور نہ خدا تعالیٰ سے زیادہ کسی کا ڈر ہو۔ سب تعلقات خدا کے تعلق سے مغلوب ہونے چاہئیں۔ (تسلیم و رضا)

صبر۔ ایک عظیم باطنی عمل

یہ عمل باطنی بہت اہم اور اشد ہے اور عالم تعلقات میں بہت مجاہدہ طلب ہے اس میں قوت ایمانیہ کی منجانب اللہ آزمائش ہے۔ زندگی میں روزانہ دن رات نہ جانے کتنی باتیں ایسی ہوتی رہتی ہیں جو خلاف توقع ہوتی ہیں اور ہمیں ناگوار اور نفس پر شاق ہوتی ہیں۔ کبھی معاش کی تنگی ہوتی ہے کبھی کسی مقصود کے حاصل کرنے میں ناکامی ہوتی ہے۔ کبھی اپنی ذاتی یا کسی عزیز یا دوست کی بیماری و پریشانی یا موت کا صدمہ لاحق ہوتا ہے یا کسی مالی یا منصبی نقصان سے رنج ہوتا ہے یا کبھی خود اپنے نفس کے وساوس و خطرات پریشان کرتے ہیں۔ غرض ہر ایسی بات جو قلبی سکون و عافیت کو درہم برہم کر دینے والی ہوتی ہے صبر آزما ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ غیر اختیاری ہوتی ہے اس لئے اس کے منجانب اللہ ہونے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سی حکمتیں اور رحمتیں شامل ہوتی ہیں ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ ہی نے

خود اپنے فضل وکرم سے طمانیت قلب کے لئے بڑا قوی التاثیر علاج تجویز فرمایا ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے۔ اس سے عقلاً سکون اور طبعاً برداشت کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ غرض کوئی بڑا صدمہ ہو یا غیر معمولی ناگواری تو ایسے موقعوں پر کثرت سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جائے۔ روایات سے یہاں تک ثابت ہے کہ اگر کوئی پچھلا واقعہ یاد آ جائے تو اس وقت بھی ان کلمات کے پڑھنے سے اسی قدر ثواب ملتا ہے جتنا کہ واقعہ کے وقت ملتا ہے۔

احادیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ادنیٰ ناگواری کو بھی مصیبت کے درجہ میں شمار فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ وقتی طور پر چراغ گل ہونے پر بھی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے۔ کیونکہ اس پر کلام اللہ کا وعدہ صادق آتا ہے۔ اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولٰئک ہم المھتدون۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے سلامتیاں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں۔

یہ وہ عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی معیت کا وعدہ فرمایا ہے کہ ہم صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور صبر کرنے والوں پر اپنی صلوٰۃ اور رحمت خاصہ کے نازل فرمانے اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ اس عمل سے زندگی میں استقامت وضبط وتحمل کا وقار پیدا ہوتا ہے۔ حوادثات کا مقابلہ کرنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور رضا بالقضا کی توفیق ہو جاتی ہے جو عبدیت وصبر کا بہت اعلیٰ مقام ہے صبر کرنے والوں میں کبھی کسی سے اپنے نفس کیلئے غصہ اور انتقام کے جذبات پیدا نہیں ہوتے۔ (معمولات یومیہ)

علاج غم

غم کا علاج یہ ہے کہ سوچو مت خیال مت کرو اس صورت میں غم تو ہوگا مگر معتدل غم ہوگا اور وہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ قدرتی طور پر غم میں بھی حکمت اور نفع ہے اور غم نہ ہو تو تمدن نہ ہو اور تمدن بڑی چیز ہے اس لئے کہ دین کی ترقی اس پر موقوف ہے اور تمدن غم پر اس لئے موقوف ہے کہ اگر کسی کو کوئی غم اور فکر نہ ہو سارے بے فکر ہی ہوں تو کوئی کسی کا کام نہ کرے سارے تندرست ہی رہیں بیمار نہ ہوں تو ڈاکٹر طبیب عطار سب بیکار ہو جائیں۔

پس اگر غم نہ ہوتا تو رحم دلی کا ہیجان کیسے ہوتا اور جب اس کا ہیجان نہ ہوتا تو اس کا مادہ بالکل جاتا رہتا اس لئے غم میں بڑی مصلحت ہے کہ یہ محافظ ہے ترحم کا اور وہ محافظ ہے تعاون وتمدن کا اور غم میں اپنی ذات کے متعلق بھی مصلحت ہے کہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں اور اس میں اجتماعی مصلحت بھی ہے جیسا کہ ذکر ہوا کہ اگر غم نہ ہو تو تمدن بھی نہ ہو جو کہ اہل دنیا و دین دونوں کے نزدیک مختلف حیثیت سے بڑی چیز مانا گیا ہے غرض غم میں انفرادی اور اجتماعی دونوں مصالح ہیں۔ (وعظ انوار السراج)

غم کا نعم البدل

فرعون نے بوجہ غم نہ ہونے ہی کے تو خدائی کا دعویٰ کیا تھا رسالہ قیصریہ میں لکھا ہے کہ غم سے قلب کا کامل تصفیہ ہوتا ہے اسی لئے حضورﷺ ہر وقت مغموم رہتے تھے جیسا کہ شمائل ترمذی میں ہے۔ پس اصل میں تو غم مفید چیز ہے مگر اسی قدر کہ جس قدر حق تعالیٰ کا دیا ہوا ہے واقعی وہ عین مصلحت ہے باقی آگے جو حواشی ہم نے اپنی طرف سے بڑھا لئے ہیں وہ برے ہیں۔ حدیث شریف میں قصہ آتا ہے کہ ایک صحابی کا انتقال ہو گیا تھا ان کے گھر والوں پر غم طاری تھا کسی نے رونے سے روکا تو حضورﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تشدد نہ کرو تو صرف رونے سے حضورﷺ نے منع نہیں فرمایا لیکن اگر کوئی حد سے بڑھنے لگے تو اس سے خود ہی روکا ہے پس خوب سمجھ لو کہ حد سے زیادہ غم کرنا یہ گناہ ہے اور گناہ بھی بے لذت اس کا روکنا اور علاج کرنا واجب ہوگا۔ چنانچہ اس میں ماعندکم ینفد وماعنداللہ باق۔ ایسے ہی غم کے علاج کا بیان ہے اور یہ بیان ایک مقدمہ پر موقوف ہے وہ یہ ہے کہ اگر شے مرغوب کے جاتے رہنے سے غم لاحق ہو مگر کسی ایسی دوسری چیز کا پتہ ہم کو مل جائے اور اس کے ملنے کا یقین ہو جائے کہ جو اس شے مرغوب سے ہزار ہا درجہ بڑھی ہوئی ہو تو پہلی چیز کا غم ہمیں نہ ہونا چاہیے جیسے کسی کے ہاتھ میں ایک پیسہ ہو اور دوسرا شخص اس کو چھین کر بجائے اس کے روپیہ دے دے تو ظاہر ہے کہ پیسہ کا غم بالکل بھی نہ ہوگا بلکہ اگر وہ شخص بدلنا چاہیے تو یہ بدلنے پر کبھی راضی نہ ہوگا یہی بات آیت ماعندکم ینفد وماعنداللہ

باقی۔ میں ہم کو بتلائی گئی ہے کہ جو چیزیں ہمارے پاس ہیں اور گو ہمیں انتہا درجہ مرغوب ہیں مگر وہ سب فنا ہونے والی ہیں اور خدا تعالیٰ ہمیں ان سے اچھی چیزوں کی خبر دے رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم ان مرغوب چیزوں تک مت رہو بلکہ جو چیز ان سے اچھی اور باقی ہے اس کی رغبت کرو پس ہم کو چاہیے کہ اس مرغوب شے کا خیال کر کے جو کہ باقی ہے اپنے غم کو مغلوب کریں جو شخص اس پر غور کرے گا اس کا غم ضرور مغلوب ہو جائے گا سبحان اللہ کیا عمدہ علاج تجویز کیا ہے۔ (جزا و سزا)

طریق تحصیل

یوں سوچے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو خزانچی بنا رکھا ہے اور اپنی کچھ چیزیں ہمارے سپرد کر دی ہیں اور جب چاہتے ہیں اپنی چیزوں میں تصرف کر لیتے ہیں تو ہم کو اس میں رنج وملال کا کیا حق ہے۔ جیسے کوئی اپنا سارا خزانہ ایک خزانچی کے سپرد کر دے پھر کسی وقت اس سے لے لے اور خزانچی رونے چلانے لگے تو کیا کوئی عاقل اس کے رنج کو بجا کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں اور اگر وہ رنج نہ کرے اور صبر وتحمل بھی کرے تو کیا اس صبر وتحمل کی بنا پر مستحق انعام ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس رنج بے جا پر صبر کرنے سے اجر وثواب اور انعام جزا کی بشارت دی ہے۔

یہ سوچے کہ حزن کو قطع راہ باطن میں بڑا دخل ہے۔ حسرت سے تصفیہ باطن بہت جلد اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو عزیز وحکیم جانے یعنی اسے سب طرح کا اختیار وقدرت ہے صحیح اعتقاد سے ہر مصیبت بصورت نعمت معلوم ہونے لگتی ہے تو پھر کلفت نہیں رہتی۔

باب ۳

احادیث نبویہ ﷺ واقوال بزرگاں

(در مصائب وآلام)

احادیث نبویہ ﷺ:

گناہوں کی معافی

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میں اپنے مومن بندے کو (مرض وغیرہ میں) مبتلا کرتا ہوں پھر وہ میری تعریف کرتا ہے۔ میرے ابتلاء پر صبر کرتا ہے تو وہ اپنے بستر سے گناہوں سے یوں پاک ہو کر اٹھتا ہے جس طرح وہ اپنی پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (اوکمال قال علیہ السلام) اور حق تعالیٰ شانہ کراماً کاتبین سے ارشاد فرماتے ہیں:۔ میں نے اپنے اس بندے کو بیماری میں مقید کر دیا اور آزمائش میں اس کو مبتلا کر دیا۔ جو اجر وثواب ایام صحت کے دوران لکھا کرتے تھے اس کو باقی رکھو۔

(۲) مریض کا درد سے کراہنا تسبیح ہے اور درد سے چیخنا تہلیل ہے اور سانس لینا صدقہ ہے بستر پر لیٹنا عبادت ہے ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف کروٹ لینا ایسا ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں دشمن سے قتال کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ صحت کی حالت میں وہ جو عمل کیا کرتا تھا اس سے زیادہ بڑھیا عمل نامۂ اعمال میں لکھو۔ جب وہ (صحت یاب ہو کر) بستر سے اٹھ کر چلتا ہے تو اس طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا۔

(۳) اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں: جب میں اپنے کسی بندے کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور پھر صبر کرے اور اپنی عیادت کے لئے آنے والوں سے شکایت نہ کرے

اور پھر میں اس کو تندرست کر دوں۔ تو اس کے گوشت سے بڑھیا گوشت اور اس کے خون سے بڑھیا خون بدلے میں اس کو عطا کرتا اور اگر اس کو چھوڑ دیا (یعنی مرض ہی کی حالت میں زندہ رکھا تو اس حالت میں اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہے گا' اس کی روح کو قبض کروں گا تو میں اپنی رحمت میں ٹھکانہ دوں گا۔

(۴) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن بندہ اور مؤمن عورت کی جان میں اس کی اولاد اور مال میں آزمائش آتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ اپنے مولیٰ سے جاملتا ہے اور اس پر کوئی بھی گناہ نہیں ہوتا۔

(۵) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ قریب قریب رہو اور سیدھے سیدھے رہو۔ ہر ناگوار بات جو مسلمان کو پہنچے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ حتیٰ کہ کوئی مصیبت جو اس کو پہنچے اور کانٹا جو اس کو چبھے۔

(۶) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی مصیبت کسی مسلمان کو پہنچے اللہ اس مصیبت کو مسلمان کے لئے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھ جائے (متفق علیہ)

(۷) حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا میں جو بھی آزمائش وابتلاء کسی بندے پر آتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور اللہ بہت زیادہ کریم ہیں اور معاف فرمانے کے لحاظ سے بہت عظیم ہیں کہ اس گناہ کے بارے میں بندے سے قیامت میں سوال کریں (یعنی یہ مصیبت ان گناہوں کا کفارہ بن گئی جو اس سے سرزد ہوئے) اسی طرح حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھسل کر گرنا اور رگ کا پھڑکنا کسی لکڑی وغیرہ سے خراش کا لگنا یہ تمہارے اعمال کی بناء پر ہے اور جو اللہ معاف فرما دیتے ہیں وہ بہت زیادہ ہے۔

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی بھی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بڑی چیز' اس کی وجہ سے ایک

درجہ اس کا لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کر دی جاتی ہے۔

(۹) حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا مؤمن مرد اور مؤمن عورت' مسلمان مرد اور مسلمان عورت بیمار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطاء کو اس بیماری کی وجہ سے جھاڑ دیتے ہیں اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو جھاڑ دیتے ہیں۔

(۱۰) اسعد ابن کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیمار آدمی کی خطائیں ایسی گرتی ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ مومن بیمار ہوتا ہے۔ اللہ اس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔

(۱۲) حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی عیادت فرمائی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان پر جھک پڑے۔ تو اس انصاری نے کہا اے اللہ کے نبیؐ سات راتوں سے مجھے نیند نہیں آئی اور نہ کوئی آدمی میرے پاس آتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بھائی صبر کر۔ اے میرے بھائی صبر کر حتیٰ کہ تو اپنے گناہوں سے نکل جائے۔ جیسا کہ تو ان گناہوں میں داخل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیماریوں کے اوقات' خطاؤں کے اوقات کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

(۱۳) حضرت انسؓ ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس تشریف لائے پھر اس کو حرکت دی حتیٰ کہ اس کے پتے گرنے لگے جتنے اللہ نے چاہے گر گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اس درخت کو حرکت دینے سے پتے اس قدر جلدی نہیں گرے جس قدر جلدی مصیبتیں اور مختلف قسم کے درد ابن آدم کے گناہوں کو گرا دیتے ہیں۔

(۱۴) حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب بندہ تین

دن بیمار رہا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے ماں سے پیدائش کے دن تھا۔ یعنی کچھ بھی باقی نہیں رہیں گے۔

(۱۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو آدمی ایک رات بیمار رہا پھر اس پر صبر کئے رہا اور اللہ عزوجل سے راضی رہا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے ماں سے پیدائش کے دن تھا یعنی کچھ بھی باقی نہیں رہیں گے۔

(۱۶) حضرت ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی جبکہ میں بیمار تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ام العلاء تمہیں بشارت ہو کیونکہ مسلمان کا مرض اس کی خطاؤں کو ایسے لے جاتا ہے جیسے آگ لوہے اور چاندی کی کھوٹ کو۔

(۱۷) حضرت یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی کی موت آگئی ایک آدمی نے کہا بڑے مزے ہیں اس کے بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرا بھلا ہو تمہیں کیا معلوم اگر اللہ اس کو بیماری میں مبتلا فرماتے تو اس بیماری کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے۔

(۱۸) حضرت عبداللہ ابن عمروؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جو بھی مومن مرد اور مومن عورت بیمار ہو جائے اللہ تعالیٰ اس مرض کو اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔

(۱۹) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو بتلایئے یہ امراض جو ہمیں پہنچتے ہیں ان کی وجہ سے ہمیں کیا اجر ملے گا؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔ ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا وہ مجلس شریف میں حاضر تھے اے اللہ کے رسولؐ خواہ وہ بیماری تھوڑی سی ہی ہو؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا خواہ وہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو یا اس سے کوئی بڑی چیز۔"

(۲۰) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب

سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔ میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم جس بندے کی مغفرت کرنا چاہتا ہوں اس کو دنیا سے اس وقت تک نہیں نکالتا جب تک اس کی تمام خطاؤں کو جو اس کی گردن میں ہیں بدن کو بیمار کر کے اور اس کے رزق میں کمی کر کے پورا نہ کرلوں۔"

(۲۱) حضرت عامر الرام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا تذکرہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ ایمان والے کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ اس کو اس بیماری سے صحت عطا فرما دیتے ہیں تو یہ بیماری گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل میں اس شخص کے لئے عبرت ونصیحت کا سامان بن جاتی ہے۔ اور منافق جب بیمار ہوتا ہے پھر شفایاب ہوتا ہے تو اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے مالک نے باندھ دیا ہو اور پھر کھول دیا ہو۔ اونٹ نہیں سمجھتا کہ کیوں اس کو باندھا گیا تھا اور پھر کیوں چھوڑا گیا' ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی بیٹھا تھا کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' ہمارے پاس سے اٹھ جاتو ہم میں سے نہیں ہے۔

(۲۲) حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو کوئی تھکن' مشقت فکر اور رنج اور اذیت اور غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا ہی لگ جائے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیں گے۔

(۲۳) مومن کو جو چیز بھی پہنچے یعنی تھکن اور غم اور دائمی درد حتیٰ کہ وہ غم جو اس کو بھلا دے اللہ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

(۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بیماریاں دیکر آزماتے ہیں حتیٰ کہ ان بیماریوں کی وجہ سے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

(۲۵) مسلمان کے جسم کو جو بھی تکلیف پہنچے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

مصائب کے ذریعے آزمائش

(۱) محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپؐ

نے ارشاد فرمایا جب اللہ کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو آزمائش میں ڈال دیتے ہیں پس جو صبر کرے تو اس کے لئے صبر ہے اور جو بے صبری کا مظاہرہ کرے تو اس کے لئے بے صبری ہی ہوگی۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ثواب کی زیادتی کا مدار آزمائش کی سختی پر ہے جس قدر سخت آزمائش ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو آزمائش میں ڈال دیتے ہیں جو راضی رہا تو اس سے اللہ بھی راضی رہتا ہے اور جو ناراض ہوا تو اس سے اللہ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔

(۳) حضرت مصعب بن سعدؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام کی۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ جو افضل ہو آدمی کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اگر اس کی دینی حالت پختہ ہو تو آزمائش بھی سخت ہوگی اگر دین کمزور ہے تو اس کے دین کے موافق اللہ اس کو آزمائیں گے۔ مسلسل بندہ پر مصائب آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلتا پھرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا

ع دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

(۴) حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ اللہ کی جانب سے بندہ کا ایک طے شدہ مقام ہوتا ہے۔ عمل کے ذریعے سے بندہ اس تک نہیں پہنچ سکا' تو اللہ اس بندے کو جسمانی یا مالی طور پر آزمائش میں ڈال دیتے ہیں یا بال بچوں کی آزمائش میں ڈال دیتے ہیں پھر وہ صبر کرتا ہے تو اللہ اس کو اس مقام تک پہنچا دیتے ہیں جو اللہ نے اس کے لئے طے فرما رکھا تھا۔

غم اور تفکرات سے گناہوں کی معافی

(۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بندے کے گناہ بہت ہو جائیں اور اس کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جو ان گناہوں کا کفارہ

بن سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا فرماتے ہیں تاکہ اس غم کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

(۲) اور امام ترمذیؒ کے نزدیک ابو سعیدؓ کے واسطے سے الفاظ حدیث یوں ہیں۔ حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں کہ نہ تو نماز اور روزہ اس کا کفارہ بن سکتے ہیں اور نہ حج نہ عمرہ' معاش کی طلب میں لگ کر پیش آنے والے تفکرات ہی ان کا کفارہ بنتے ہیں۔

مصیبت سے اعلیٰ درجات ملنا

(۱) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرا مال برباد اور میں بیماری میں مبتلا ہو گیا ارشاد فرمایا اس بندہ میں کوئی خیر نہیں جو مصائب سے دوچار نہ ہو۔ اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ وہ ان پر صبر کر کے اعلیٰ درجات کا مستحق ہو جائے (تنبیہ الغافلین)

(۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو اعلیٰ مقامات سے سرفراز فرمانا چاہتا ہے لیکن عملی کوتاہی کی وجہ سے وہ بندہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو اس کو جسمانی تکلیف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے تاکہ اس پر صبر کر کے ان مقامات کا مستحق ہو جائے (حوالہ بالا)

مطیع بندوں پر مصیبت

(۱) بلاء ہر روز پوچھتی ہے کہ آج کس طرف رخ کروں؟ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میرے محبوب اور مطیع فرماں بردار بندوں کی طرف۔ تیری وجہ سے لوگوں میں سے سب سے بہترین کو جانچتا ہوں۔ اور انکے صبر کا امتحان لیتا ہوں اور ان کے گناہوں کو زائل کرتا ہوں اور تیری ہی وجہ سے ان کے درجات بلند کرتا ہوں۔ فراخی خوش حالی (بھی) روز اللہ سے پوچھتی ہے کہ آج کدھر کا رخ کروں؟ ارشاد ہوتا ہے۔ میرے دشمنوں اور

میرے نافرمانوں کی طرف (وسعت دے کر) ان کی سرکشی بڑھانا چاہتا ہوں۔ ان کے گناہوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور تیری وجہ سے ان کی فوری گرفت کرتا ہوں۔ اور تیری وجہ سے ان کی غفلت زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔

(۲) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو مصائب میں مبتلا فرماتے ہیں۔

(۳) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ سوائے مؤمن کے یہ چیز کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اس کو خوشی اور راحت وآرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر اس کو کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ اس کو بھی اپنے حکیم وکریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت یقین کرتے ہوئے اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔

(۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "جاؤ مرے بندوں پر خوب مصائب ڈال دو' پس بندہ (اس حال میں) اللہ کی حمد کرتا ہے۔ فرشتے واپس جا کر اللہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! آپ کے حکم کے موافق اس پر مصائب ڈالے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں' تم چلے جاؤ' اپنے بندہ کی گریہ وزاری کو سننا مجھے محبوب ہے۔"

(۵) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں راوی کو شک ہے کہ احب عبداً "یا" ان یصافیہ "فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خالص محبت کا ارادہ فرماتے ہیں تو بلاء کو اس پر خوب ڈالتے ہیں اور خوب مصیبت کو اس پر بہاتے ہیں پھر وہ بندہ دعا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب! تو حق تعالیٰ شانہ' فرماتے ہیں اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ (اپنے تمام تر لطف وکرم کے

ساتھ) جو چیز مجھ سے مانگے گا میں تجھ کو عطا کروں گا (پھر اس کی دو صورتیں ہیں) (۱) یا تو وہ تیری مانگی ہوئی شے فوراً ہی تجھ کو دے دوں گا (۲) یا پھر اس کو اپنے پاس ذخیرہ کرلوں گا۔"

بے حساب اجر

(۱) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میزان قائم کئے جائیں گے' نمازیوں کو بلایا جائے گا۔ ترازوؤں سے تول تول کران کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ پھر روزہ داروں کو بلایا جائے گا۔ ان کو بھی ترازوؤں سے تول تول کر پورا اجر دے دیا جائے گا۔ پھر زکوۃ دینے والوں اور خیرات کرنے والوں کو بلایا جائے گا۔ ان کو بھی ترازوؤں سے تول تول کر پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ پھر حاجیوں کو بلایا جائے گا ان کو ترازوؤں سے تول تول کر پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ پھر مصائب و بلایا میں گرفتار لوگوں کو بلایا جائے گا۔ ان کے لئے کوئی ترازو نصب نہ کی جائے گی نہ ہی حساب و کتاب کا کوئی دفتر کھولا جائیگا۔ (بلکہ) اجر و ثواب بغیر حساب ان پر برسایا جائے گا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" (جو لوگ مصائب و آلام پر ثابت قدم رہنے والے ہیں بس ان کو ان کے صبر کا صلہ بے شمار ہی دیا جائے گا۔ (یعنی بھرپور) (زمر آیت نمبر ۱۰) حتیٰ کہ فارغ البال اور خوش حال لوگ' مصیبت زدہ و آفت رسیدہ لوگوں کا اعزاز و اکرام دیکھ کر یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا گیا ہوتا"۔

(۲) مصیبت کے وقت اور پھر کسی دوسرے وقت اس کے یاد آنے پر انا للہ پڑھنا۔ حضرت حسینؓ بن علیؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کو کوئی مصیبت پہنچی پھر ایک عرصہ کے بعد وہ مصیبت اس کو یاد آ گئی۔ خواہ کتنا لمبا عرصہ گزر چکا ہو۔ پھر اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون' پڑھا تو اللہ پاک اس کے لئے اتنا ہی اجر لکھیں گے جتنا کہ پہلی مرتبہ مصیبت کے دن اجر لکھا گیا تھا" (رواہ ابن ماجہؒ)

بیماری میں شکوہ شکایت کرنا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جب میں اپنے بندہ مومن کو آزماتا ہوں (مرض کے ساتھ) پھر اپنی عیادت کے لئے آنے والوں کو اس نے میری شکایت نہ کی ہو تو میں اس کو اپنی قید سے آزاد کر دیتا ہوں یعنی بیماری کے بعد صحت یاب کر دیتا ہوں پھر اس کے گوشت سے بڑھیا گوشت اور خون سے بڑھیا خون بدلے میں دیتا ہوں پھر وہ از سر نو عمل کرے یعنی پچھلے گناہوں کی معافی ہو چکی۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے مال یا جان میں مصیبت پہنچی پھر اس نے اس کو چھپائے رکھا اور لوگوں سے اس کی شکایت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اس کی مغفرت فرما دیں"

(۳) حضرت سنجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو دیا گیا ہو اس نے اس پر شکر کیا اور اس کو آزمایا گیا تو اس نے صبر کیا اور اس نے ظلم کیا تو استغفار کر لیا اور اس پر ظلم کیا گیا تو معاف کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کیا اجر ملے گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون" (ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے دل جمعی اور یہی لوگ راہ یافتہ ہیں)

مصیبت کے وقت کف افسوس ملنا

(۱) ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مصیبت کے وقت کونسی چیز اجر کو ضائع کر دیتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جزع فزع کرنا (بے صبری کا مظاہرہ کرنا)

(۲) حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' تحقیق ایک قوم کو مصیبت وابتلاء پہنچتی ہے پس وہ بے صبری کرتے ہیں اور گھبرا اٹھتے ہیں اس مصیبت کی وجہ سے ان کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ ایک مسلمان ان کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کی اس

مصیبت کو دیکھ کر وہ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتا ہے۔ تو اللہ عزوجل اس گزرنے والے شخص کے لئے وہ اجر لکھ دیتے ہیں جو ان لوگوں کو اس مصیبت پر دیتے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو ان کو مصائب میں مبتلا فرماتے ہیں۔ جو شخص صبر کر لے اس کے لئے صبر بہت بہتر ہی بہتر ہے' اور جو شخص گھبراہٹ کا مظاہرہ کرے اس کے لئے تو گھبراہٹ ہی ہے' اور ایک روایت میں یوں ہے جو شخص خفا ہو جائے' تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

(۴) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے نعرے لگائے۔

(۵) ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مصیبت کے وقت کونسی چیز اجر کو ضائع کر دیتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ آدمی کا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارنا (یعنی کف افسوس ملنا) اور صبر تو شروع صدمے کے وقت ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی ہوتی ہے اور جو ناراض ہو گیا تو اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی ناراضگی ہے۔

ایام بیماری میں تعریف کرنا

(۱) جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو اللہ پاک اس کے پاس دو فرشتوں کو یہ کہہ کر بھیجتے ہیں اس کو ذرا دیکھو اپنی عیادت کو آنے والوں سے یہ کیا کہتا ہے؟ پھر اگر وہ بیمار بندہ مزاج پرسی کے لئے آنے والوں کے سامنے اپنی اس حالت پر اللہ کی تعریف کرتا ہے تو فرشتے اس کے اس قول کو اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ پاک زیادہ جاننے والے ہیں۔ پھر ملائکہ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کو اگر موت دے دی تو پھر اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ اور اگر شفاء دی تو پہلے گوشت سے بڑھیا گوشت اور پہلے خون سے بڑھیا خون اس کو دوں گا۔ اور اس کے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔

ایام بیماری میں ترکِ اعمال پر اجر ملنا

(۱) حضرت مکحولؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو بائیں طرف والے فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ اس سے اپنا قلم روک لے اور دائیں طرف والے فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ جو عمل یہ کیا کرتا تھا اس سے بڑھیا لکھ۔ کیونکہ میں اس کو زیادہ جانتا ہوں۔ (یعنی اپنے بندہ کو) اور میں نے ہی اس کو مرض میں مقید کر دیا (اب یہ عمل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

(۲) حضرت ابو موسیٰؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب بندہ بیمار ہو جائے یا سفر پر چلا جائے تو اللہ رب العزت بدلے میں وہ اجر لکھتے ہیں جو وہ صحیح ہونے اور مقیم ہونے کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

(۳) امام احمدؒ نے ایک روایت میں الفاظ حدیث یوں نقل کئے ہیں:۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں "تعجب ہے مومن پر اور بیماری سے اس کی گھبراہٹ پر" اگر اس کو معلوم ہو جاتا کہ بیماری میں کیا کچھ اس کے لئے اجر وانعام ہے تو زندگی بھر بیمار رہنا پسند کرتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا پھر آپ ہنس دیئے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس بناء پر آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر آپ ہنس بھی پڑے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے ان دو فرشتوں کو دیکھ کر تعجب ہوا جو بندے کو اس کی نماز پڑھنے کی جگہ میں تلاش کر رہے تھے پس اس کو نہ پایا۔ پھر وہ دونوں فرشتے حق تعالیٰ کی جناب میں لوٹ گئے اور یوں عرض کرنے لگے اے ہمارے رب! آپ کا فلاں بندہ دن رات میں جو عمل بھی کیا کرتا تھا ہم اس کو لکھ لیا کرتے تھے پس ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے مرض کی رسی میں اس کا ہاتھ باندھ دیا۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں میرا بندہ رات دن میں جو بھی عمل کیا کرتا تھا وہ سب لکھ دو اور اس میں سے کچھ کم نہ کرنا جو کچھ وہ عمل کیا کرتا تھا۔ برابر اس کو اس کا اجر ملے گا اور میں نے جو اس کو روک دیا (کہ وہ بیمار ہو کر عمل نہیں کر رہا) اس کا اجر مجھ پر ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ کہ لوگوں میں سے جو آدمی بھی کسی جسمانی مرض میں بتلا کیا جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ ان فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں جو اعمال لکھنے پر مامور ہیں رات دن میں میرا بندہ جو بھی عمل خیر کیا کرتا تھا اسے لکھتے رہو۔ جب تک وہ میرے بندھن میں ہے (یعنی جب تک وہ بیمار ہے کہ بیماری اس کو عمل سے روکے ہوئے ہے)

مختلف بیماریوں میں اجر:

بخار: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سائبؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ارے بھئی کیا بات ہے کپکپا رہی ہو؟ وہ عرض کرنے لگی کہ بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو کیونکہ یہ بنی آدم کی خطاؤں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔

حضرت حسنؓ ابن علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت ایک رات کے بخار سے مومن کی تمام خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بخار سے واقع ہونے والی موت شہادت ہے۔

درد سر: حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی کے سر میں اللہ کی راہ میں درد ہوا اور اس نے اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھی، اللہ رب العزت اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

مرگی: حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ بھی مرگی کے مرض کی وجہ سے گر جائے تو اللہ اس بندے کو اس مرض کی وجہ سے (گناہوں سے) پاک کر کے اٹھائیں گے۔

نابینائی: عرباضؓ بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندے کی دونوں آنکھوں کو سلب کرلوں حالانکہ وہ ان دونوں کے بارے میں بخل کرنے والا ہے (حالانکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کی بینائی ہمیشہ باقی رہے تو اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی بدلے پر میں راضی نہیں ہوں۔ بشرطیکہ وہ اس حال میں میری تعریف کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ بنت قدامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت پر شاق ہے یہ بات کہ کسی مومن بندے کی وہ دونوں آنکھوں کو لے لے اور پھر وہ اس کو دوزخ میں بھی داخل کرے؟

مختلف امراض میں مرنے کے فضائل

(۱) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستہ میں قتل کے علاوہ شہادت کی سات قسمیں اور بھی ہیں (۱) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔ (۲) ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔ (۳) نمونیا والا شہید ہے۔ (۴) طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔ (۵) آگ میں جل کر مرنے والا شہید ہے (۶) جو کسی چیز کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہے (۷) عورت حالت حمل یا حالت نفاس میں مر جائے تو شہید ہے۔

مسافر کی بیماری

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسافر آدمی جب بیمار ہو جائے اور اپنے دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے دیکھنے لگے کوئی بھی اس کو جان پہچان کا آدمی نظر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

مریض کی دعاء مقبول ہونا:

(۱) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیماروں کی عیادت کیا کرو اور ان سے اپنے لئے دعا کی درخواست کیا کرو' کیونکہ مریض کی دعا مقبول ہے۔ اور اس کا گناہ معاف ہے۔ اور ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے روایت

ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرو کیونکہ بیمار کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے"۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' بیمار کی دعا رد نہیں کی جاتی' حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔

علاج معالجہ اور دُعاء

(۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' تحقیق اللہ رب العزت نے جہاں بیماری کو پیدا کیا وہاں دوا کو بھی پیدا کیا پس تم علاج کیا کرو۔

(۲) حضرت اسامہ ابن شریکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ کے بندو! (بیمار ہونے پر علاج کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کی دوا نہ اتاری ہو سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔

عافیت کی دُعاء مانگنا

(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگتے رہو کیونکہ یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر تم میں سے کسی شخص کو کوئی نعمت نہیں ملی (یعنی یقین کے بعد عافیت (سلامتی) ہی سب سے بڑی اور بڑھیا نعمت ہے)

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا اے عباسؓ! اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا! عافیت کی دعا بکثرت مانگا کرو۔

(۳) اللہ کی طرف سے دکھ ٹلنے کا انتظار کرنا عبادت ہے۔ (کنز العمال)

مصائب سے بچنے اور عافیت کی مسنون دُعائیں

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو غم یا تنگی پیش آئے تو چاہئے وہ یوں کہے۔ اللہ' اللہ

ربی لا اشرک بہ شیئاً (ترجمہ) اللہ اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا' اور ایک روایت میں آتا ہے کہ مذکورہ دعا سات مرتبہ پڑھے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یوں کہا الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلاً تو وہ زندگی بھر اس مصیبت و بلا سے محفوظ رہے گا' ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اس مصیبت و ابتلا سے مجھے عافیت عطا فرمائی جس میں تجھے مبتلا کیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر مجھے نمایاں فضیلت عطا فرمائی۔

(۳) حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی آدمی اپنے بھائی پر مصیبت و بلا دیکھے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ یعنی الحمد اللہ دل ہی دل میں کہے اور اس کو سنائے نہیں کہ اس سے اس کو دکھ پہنچے گا۔

(۴) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم کے اس درد کی شکایت کی جو اسلام لانے کے وقت سے محسوس کر رہے تھے۔ تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جہاں تمہارے جسم میں درد ہو رہا ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھو اور تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو

(۵) اعوذ بعزۃ اللہ و قدرتہ من شر ما اجد و احاذر (ترجمہ) میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو مجھے ہو رہی ہے اور جس سے میں ڈر رہا ہوں۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ان کلمات کے ساتھ دعا مانگا کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک آپ کو ضرور عطا فرمائیں گے۔

اللھم انی اسالک تعجیل عافیتک و صبرا علیٰ بلیتک و خروجاً من الدنیا الیٰ رحمتک

(ترجمہ) اے اللہ میں چاہتا ہوں تیری عافیت کا جلد آنا اور تیری بلا کا پٹ جانا اور تیری دنیا سے نکلنا (یعنی موت) تیری رحمت کی طرف۔

(۷) حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم عافنی فی بدنی' اللھم عافنی فی سمعی' اللھم عافنی فی بصری

(الحزب الاعظم میں لاالہ الا انت کا اضافہ بھی ہے اور تین مرتبہ پڑھنے کا حکم بھی)

ترجمہ:۔ اے اللہ! مجھے عافیت عطا فرما میرے بدن میں' اے اللہ! مجھے عافیت دے میری سماعت میں' اے اللہ! مجھے عافیت دے' میری نظر میں۔

(۸) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی دعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے کہ بندہ یوں عرض کرے۔

اللھم انی اسالک العفو و العافیۃ و المعافات فی الدنیا و الآخرۃ

ترجمہ:۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے (ہر گناہ اور خطا سے) معافی اور (ہر دکھ اور بیماری سے) صحت و عافیت اور دنیا و آخرت میں (ہر بلا اور عذاب سے) حفاظت کا سوال کرتا ہوں۔ (کفارات الخطایا و موجبات المغفرۃ)

اقوال بزرگاں

حلاوت ایمان کا ذائقہ

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ اس شخص میں کوئی خیر نہیں جس کو لوگوں سے ایذا نہ پہنچے اور بندہ حلاوت ایمان کا ذائقہ اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ چاروں طرف سے اس پر بلائیں نازل نہ ہوں۔ (کشکول)

انسان ضعیف البنیان جو دنیا کی چند روزہ ہلکی مصیبت اور تکلیف کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ آخرت کی دائمی اور سخت مصیبت کو کیسے برداشت کر سکے گا۔ (نجات المسلمین)

مصیبت کی گھڑیاں

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت کی گھڑیاں معصیت کی گھڑیوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں۔ (مصیبت کے بعد راحت)

ناموافق حالات کی حکمت

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ بندہ جس چیز کو ناپسند کرتا ہے وہ اس کیلئے اس حالت سے بہتر ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے کیونکہ ناپسندیدہ اور مبغوض حالات اس کو دعا پر آمادہ کرتے ہیں اور حسب مرضی کا کام ہو جانا اس کو غفلت میں ڈال دیتا ہے۔ (مصیبت کے بعد راحت)

تکالیف کی حکمت

حضرت کردوس بن عمرو جو کتب سابقہ کے عالم تھے فرماتے ہیں کہ بعض کتب سابقہ میں حق تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ بعض اوقات کسی اپنے مقبول بندہ کو تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں تا کہ وہ تضرع وزاری کریں حق تعالیٰ ان کی تضرع وزاری کو سنتے ہیں۔ (مصیبت کے بعد راحت)

خاندان نبوت کے طویل مصائب

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اگر بلاو مصیبت سے دنیا میں کوئی محفوظ رہتا تو یعقوب علیہ السلام کا خاندان اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ مگر ان پر اسی برس تک مصائب و آفات کا سلسلہ رہا۔ (مصیبت کے بعد راحت)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بی بی رحمت نے عرض کیا اے حضرت! اب تو بہت تکلیف ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تو بی بی سے فرمایا کہ اے رحمت! یہ تو بتلاؤ کہ ہم راحت و آرام میں کتنی مدت رہے ہے۔ فرمایا اسی سال۔ فرمایا اسی سال تو کم از کم کلفت برداشت کرلیں۔ پھر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے۔ ورنہ یہ کیا کہ جس خدا تعالیٰ کی نعمتیں اسی سال کھائیں۔ چار دن کے لئے اگر وہ آزمائے تو اس سے گھبرا جائیں اور اس کی آزمائش کا تحمل نہ کریں۔ (فضائل صبر و شکر)

انبیاء و صالحین کا راستہ

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حواریین میں سے کسی کی کتاب میں یہ لکھا دیکھا ہے اے انسان! اگر تجھ پر بڑی بڑی مصیبتیں ہوں خوش ہو جا کہ یہ انبیاء و صالحین کا راستہ ہے جس پر تجھے چلا دیا گیا ہے اگر تجھے نعمتیں مل جائیں تو رونے کا موقع ہے کیونکہ تجھے ان کے راستہ سے ہٹا دیا گیا۔ (روضۃ الصالحین)

مصیبت کی مدت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ انسان پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اپنی عمر لے کر آتی ہے۔ اس میں اجمالی درجہ میں اس کا کچھ دفعیہ اور تدبیر کرو۔ مگر زیادہ اللہ کو سونپ دو جب اس کی عمر پوری ہوگی وہ اپنے وقت پر خود ختم ہو جائے گی اور اگر زیادہ ہاتھ پیر مارے تو بعض دفعہ الٹ پڑ جاتی ہے۔

جتنا تڑپو گے جال کے اندر ☆ جال گھسے گا کھال کے اندر

مشکلات تو انسان پر آتی ہے اس لئے کہ دنیا نام ہی مشکلات کا ہے اگر مشکلات نہ ہوں تو پھر اس کو جنت کیوں نہ کہا جائے اور جنت کی پھر طلب کیوں ہو؟ طلب اسی لئے ہے کہ دنیا مشکلات کا نام ہے۔ (اظہار تشکر)

سب سے پہلے جنت میں جانے والا

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جنت کی طرف ان لوگوں کو بلایا جائے گا۔ جو خوشی اور غم اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ بندہ کو چاہیے کہ ہر تکلیف پر صبر کرے اور یہ سمجھے کہ دنیا کی تکلیف جو مجھ پر آئی ہے آخرت کی تکلیف سے بہت کم ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس دنیا کی تکلیف کے عوض دور فرمائے گا۔ اس پر اللہ کا شکر کرے صبر دشوار ہو تو کفار کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف پر رسول اللہ ﷺ کا صبر پیش نظر رکھے۔ (روضۃ الصالحین)

نیکی کا خزانہ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر نازل ہوتی ہیں؟ فرمایا انبیاء علیہم السلام پر پھر صالحین پر پھر نیکی میں جو ان کے زیادہ قریب ہو۔ (یعنی جو شخص جتنا زیادہ متقی پرہیزگار ہوگا اتنا ہی زیادہ مصائب میں گرفتار رہے گا) اس کے بعد فرمایا کہ صدقہ کو خاموشی سے چھپا کر ادا کرنا نیز تکالیف و مصائب پر صبر کرنا نیکی کا خزانہ ہے۔

پریشانی کا سبب

فرمایا پریشانی کا سبب ہمیشہ معصیت ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے۔ جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہ ہو وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ فرمایا پریشانی غیر اختیاری واقعی مجاہدہ اور خیر ہی خیر ہے۔ اور پریشانی اختیاری میں نور نہیں ظلمت ہوتی ہے۔

(مجالس مفتی اعظم پاکستان)

رفع پریشانی

فرمایا پریشانی کے رفع ہونے سے تو امید ہی منقطع کر لینی چاہیے۔ کیونکہ آپ تو پریشانی کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ تو جنت میں پہنچ کر ہی ختم ہوگی۔ (حوالہ بالا)

تقدیر پر ایمان رکھنا

فرمایا حدیث میں ہے کہ تقدیر پر ایمان رکھنا سب افکار (غموں) کو دور کر دیتا ہے۔ فرمایا مصائب کو گناہوں کی سزا سمجھو یا ایمان کی آزمائش مگر یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال خطرناک ہے۔ اس سے تعلق ضعیف ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ تعلق زائل ہو جاتا ہے۔ (مجالس مفتی اعظم پاکستان)

نعمت کی بندگی یا خدا کی بندگی

اگر کوئی کہے کہ نعمت آئی تب تو میں خدا کا بندہ اور اگر نعمت چھین لی تو پھر میں شکایت کروں گا تو وہ خدا کا بندہ نہیں ہے وہ نعمت کا بندہ ہے نعمت اس کا معبود ہے۔ اگر وہ آ گیا ہے تو یہ راضی ہے نعمت چلی گئی وہ ناراض ہو گیا۔ اس دنیا میں آدمی خدا کی بندگی کرنے آیا ہے نعمت کی بندگی کرنے نہیں آیا۔

ہر حال میں اجر وثواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر انسان طبعی طور پر بعض چیزوں سے خوش ہوتا ہے بعض سے غمگین۔ لیکن ہونا یہ چاہیے کہ جس کو کوئی مصیبت پیش آئے وہ اس پر صبر کر کے آخرت کا اجر وثواب کمائے اور جو کوئی راحت وخوشی پیش آئے وہ اس پر شکر گزار ہو کر اجر وثواب حاصل کرے۔ (معارف القرآن)

بے صبری کا نتیجہ اور قرآن پر عمل نہ کرنا

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جو شخص دنیا کی وجہ سے بحالت غم صبح کرتا ہے وہ اللہ پر ناراض ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی پیش آمدہ مصیبت کو شکوہ کرتا ہے گویا وہ اللہ پاک کا شکوہ کرتا ہے اور جو شخص کسی غنی کے آگے تواضع دکھاتا ہے کہ وہ اس کے مال سے کچھ حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کے دو تہائی اجر کو ضائع کر دیتا ہے اور جسے قرآن عطا ہوا اور پھر بھی دوزخ میں چلا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا اور اس نے اس پر عمل نہ کیا۔ بلکہ سستی دکھائی حتیٰ کہ دوزخی بن گیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ کہ اس نے خود اپنے ساتھ یہ کیا ہے کہ قرآن پاک کی حرمت وعظمت کا خیال نہیں کیا۔

تورات کی چار سطریں

حضرت وہبؒ بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں چار سطریں مسلسل دیکھیں۔ پہلی سطر کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہے اور پھر بھی یہ گمان رکھے کہ اس کی بخشش نہیں ہوئی تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی آیت کے ساتھ مذاق کرنے والوں میں سے ہے۔ دوسری سطر کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے اوپر آنے والی مصیبت کی شکایت کرتا ہے وہ اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔ تیسری سطر کا حاصل یہ ہے جو شخص کسی شے کے فوت ہونے پر غم کھاتا ہے۔ وہ اپنے رب کی تقدیر پر خفا ہوتا ہے۔ چوتھی سطر میں ہے کہ جو شخص کسی غنی کے سامنے تواضع دکھاتا ہے تو اس کے دین کے دو تہائی حصے جاتے رہتے ہیں۔ یعنی اس کا یقین ناقص ہو جاتا ہے۔

ملفوظات اشرفیہ (حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱) فرمایا تکوینیات ناگواری کا منشا بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ مگر اس میں ماں کی محبت کا رنگ نہیں ہے بلکہ باپ کی محبت کا رنگ ہے۔ باپ کی محبت یہی ہے کہ جب لڑکا شرارت کرے تو چار ادھر لگائے اور چار ادھر۔ حضرات! ان مصائب سے حق تعالیٰ ہم کو مہذب بنانا چاہتا ہے تاکہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ ہم لوگ اپنے اعمال بد سے اپنے آپ کو تباہ

کرنے میں کسر نہیں چھوڑتے۔ حق تعالیٰ ان سزاؤں سے ہم کو راستہ پر لگا دیتے ہیں۔ اور دماغ درست کر دیتے ہیں۔

پھر حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کے مصائب سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندے کو خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتے ہیں جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں جس سے وہ اس درجہ عالیہ کو پالیتا ہے۔

اب بتلایئے کہ یہ مصائب متاعب تکوینیہ محبت حق سے ناشی ہیں یا نہیں حق تعالیٰ کے امتحانات وابتلاءات کو لوگ مصیبت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ حقیقت میں غایت عروج اور راحت کا سبب ہیں اور یہ حکمتیں آخرت میں جا کر سب کو منکشف ہوں گی۔ لیکن عارفین کو ان کی حکمتیں آخرت سے قبل دنیا ہی میں منکشف ہو جاتی ہیں۔ جن سے وہ مصائب بھی نہیں رہتے بلکہ نعم ہو جاتے ہیں۔

(۲) فرمایا کوئی مصیبت اپنی ذات میں مصیبت نہیں بلکہ محل کے اعتبار سے مصیبت ہے ممکن ہے کہ جو چیز ایک محل میں مصیبت ہو اور دوسرے محل میں مصیبت نہ ہو۔ چنانچہ قطع جلد تندرست کے لئے مصیبت ہے مگر مریض محتاج آپریشن کے لئے صحت ہے۔ فاقہ تندرست کیلئے مصیبت ہے اور مریض بدہضمی کے لئے راحت وصحت ہے۔

اس طرح یہ حوادث انفس واموال والاولاد غیر عارف کیلئے مصائب ہیں مگر عارف کے لئے جو حکم تکوینیہ کو سمجھتا ہے مصائب نہیں۔

(۳) فرمایا مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو منجانب اللہ نازل ہوتے ہیں۔ جس میں بندے کے کسب کو بالکل دخل نہیں بلکہ اس کا منشا محض مشیت ایزدی ہوتی ہے اس قسم کے مصائب تو واقعی اہل اللہ کے لئے ہمیشہ موجب ازدیاد محبت ہوتے ہیں اور ایک وہ مصائب ہوتے ہیں جو بندہ پر اس کے کسب واختیار سے آتے ہیں۔ اس قسم کے مصائب موجب ازدیاد محبت نہیں ہوتے۔

(۴) فرمایا اعمال شرعیہ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کے عنوان سے بیان فرمایا ہے اصبروا وصابروا ورابطوا۔ تاکہ سنتے ہی مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ اس میں ہمت کی ضرورت ہوگی بس اب سالکین کو جی نہ لگنے کی شکایت کرنا فضول ہے۔ کیونکہ تم کو صبر ہی کا امر ہے اور ہر عمل کی حقیقت صبر ہی ہے اور صبر میں جی نہ لگنا کیسا؟ بلکہ جی نہ لگنے کی صورت میں زیادہ خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ثواب زیادہ دینا چاہتے ہیں۔

(۵) فرمایا کہ جو مصیبت کسی گناہ کی سزا میں پہنچتی ہے اس میں پریشانی محسوس ہوا کرتی ہے اور جو رفع درجات کے لئے ہوتی ہے اس میں پریشانی نہیں ہوتی۔

(۶) فرمایا کہ مسلمان کو کھیتی کے ساتھ پالا پڑنے سے کال نقصان نہیں ہوتا۔ گو کھیتی ساری برباد ہو جائے۔ مگر اسی مصیبت سے اجر صبر بڑھ جائے گا اور آخرت میں جو ثواب اس کے بدلہ میں ملے گا وہ اس کھیتی سے لاکھ درجہ افضل ہوگا کیونکہ اجر آخرت کی شان یہ ہے۔

نیم جاں بستاند وصد جاں دہد ☆ آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ☆ کہ بیک گل می خری گلزار را

(۷) فرمایا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ فقدان اسباب میں بھی ایک سبب راحت کا موجود رہے گا۔ کیونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب و حکیم سمجھے گا اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو پھر کسی حالت میں اس کو کلفت نہ ہوگی۔

(۸) فرمایا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس مصیبت سے جو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اس پر بھی ثواب ملتا ہے اور صبر کا اجر الگ ہے۔

(۹) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مراقبہ دل میں ڈال دیا ہے کہ ظاہری یا باطنی کیسی پریشانی لاحق ہو مجھے ایسی پریشانی نہیں ہوتی کہ جس سے از جارفتہ اور بے چین ہو جاؤں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں ہمارے ظاہر و باطن میں ہر طرح کے تصرف کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ مجال دم زدن نہیں اور حکیم ہونے کی حیثیت سے اطمینان ہے کہ وہ تصرف حاکم جابر کا سا نہ ہوگا بلکہ حکمت پر مبنی ہوگا

چاہے وہ حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ (خاتمۃ السوانح)

(۱۰) فرمایا جس طرح احکام شرعیہ احکام حق تعالیٰ ہیں۔ اسی طرح احکام تکوینی بھی ہیں مگر ان کی طرف لوگوں کو توجہ کم ہے۔ حکم تشریعی حکم تکوینی دونوں بامر الٰہی ہیں پھر ایک کی طرف توجہ کرنا اور دوسرے کی طرف التفات نہ کرنا کس قدر غفلت کی بات ہے۔ مصیبت کا پہنچنا راحت کا ہونا یہ سب بھی تو بامر الٰہی ہیں ان کا مراقبہ کرنا چاہیے۔ البتہ احکام کے اسرار و حکم معلوم ہونا مشکل ہے۔ ان میں فکر نہ کرے کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا۔ ایک مجمل حکمت واقعات عالم میں یہ ہے کہ باغ میں ہر قسم کی چیزیں ہونی چاہئیں۔ جہاں پھل اور پھول ہیں۔ وہاں گھاس اور کانٹے بھی ہیں کوئی درخت خشک ہے کوئی تر اس عالم میں یہ ساری باتیں موجود ہیں۔ سبحان اللہ (مقالات حکمت)

(۱۱) فرمایا تذکرہ مصیبت سے مصیبت بڑھ جاتی ہے (عورتوں میں چونکہ مصیبت یا موت کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے اسلئے غم تازہ ہوتا رہتا ہے)۔ (معارف اشرفیہ)

(۱۲) فرمایا جب مناسب طبیعت کے واقعات پیش آجائیں تو اس وقت شریعت کی تعلیم شکر ہے اور جب ناملائم اور مخالف طبیعت کے واقعات پیش آئیں تو اس وقت شریعت مقدسہ نے ضبط کی تعلیم فرمائی ہے اور اسی کا نام صبر ہے۔ (معارف اشرفیہ)

(۱۳) فرمایا کوئی دنیادار ہر وقت پریشانی سے خالی نہیں کیونکہ وہ ہر وقت کسی نہ کسی تمنا میں رہتا ہے اور ہر تمنا کا پورا ہونا ضروری نہیں اس سے اس کو پریشانی ہوتی ہے۔ (معارف اشرفیہ)

(۱۴) فرمایا کہ بیماری میں اگر حق تعالیٰ ایک تکلیف دیتے ہیں تو اس کے ساتھ پچاس راحتیں بھی مہیا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ میری اس بیماری میں بہت سے مسلمان دعا کرتے ہیں اور جو دعا نہیں کرتے وہ صحت کی تمنا ہی کرتے ہیں۔ تو اتنے قلوب کا کسی کی طرف متوجہ ہو جانا کتنی بڑی رحمت ہے۔ دوسرے ہر شخص کو ہمدردی ہو جاتی ہے ناز نخرے اٹھانے والے بہت سے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی خفگی یا ترشی بیمار کی طرف سے ہو جاتی ہے تو کوئی خیال نہیں کرتا کہ بیماری کی وجہ سے مزاج چڑچڑا ہو گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ بیماری میں تیزی نہیں رہتی۔

خستگی اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے۔ متانت اور وقار بھی آ جاتا ہے۔ چھچھوراپن نہیں رہتا۔ غرض کہ بیماری خوش اخلاق بنا دیتی ہے۔

دردازیارست ودرماں نیز ہم ☆ دل فدائے اوشد وجاں نیز ہم

(۱۵) ایک صاحب نے کہا کہ جس زمانہ میں کوئی تکلیف نہ ہو تو اس وقت تو طبعی محبت بھی اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اور تکالیف کی حالت میں چونکہ ان کا صدور منجانب اللہ متعین ہے۔ اس لئے عقلی محبت رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات تو ایسے شبہات پیدا ہوتے ہیں جن کا اظہار کفر ہے۔ فرمایا کہ ایسے تغیرات لوازم قطع مسافت سے ہیں جیسے سفر میں تعب بھی ہوتا ہے۔ آبلے بھی پڑتے ہیں ٹانگوں میں درد بھی ہوتا ہے مگر بعد میں وصول منزل مقصود کے سب کا تدارک کر دیا جاتا ہے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ)

(۱۶) فرمایا کہ اصل تدبیر مصائب وتکالیف کی تو اصلاح اعمال ہے اگر ایسا کریں تو چند روز میں ان شاء اللہ اس کی برکت سے دشمن خائف ہو جائیں۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

(۱۷) فرمایا کہ حزن سے جس قدر جلد مراتب سلوک کے طے ہوتے ہیں مجاہدہ سے اس قدر جلد طے نہیں ہوتے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

(۱۸) فرمایا کہ غم سے نفس کو تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن روح میں نور پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مجاہدہ ہے۔ گو اضطراری سہی اور مجاہدہ اضطراری بھی موجب اجر ہے۔ حدیثیں اس میں صریح ہیں چنانچہ مرض فکر اور بلا پر بشارتیں وارد ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے لئے دعا و تدبیر کا بھی امر ہے۔ پس دعا و تدبیر بھی کرنا چاہیے اور غم کے فضائل و بشارت پر نظر کر کے صبر و رضا بھی اختیار کرنا چاہیے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

(۱۹) فرمایا کہ یاد رکھو بلا و مصیبت بحیثیت متنبہ اور متوجہ کرنے کے (حق تعالیٰ کی طرف نعمت ہے اور نعمت بحیثیت ڈھیل اور دھوکہ دینے کے مصیبت ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

(۲۰) ایک صاحب نے لکھا کہ اگر کوئی شخص کسی قسم کی تکلیف و نقصان پہنچائے تو چین نہیں آتا۔ جب تک کہ اس سے انتقام نہ لے لوں۔ اس کا کیا علاج ہے فرمایا کہ چین نہ

آنا معصیت نہیں۔ صرف کلفت ہے جس کا تحمل مجاہدہ اور موجب اجر ہے۔ تو چین نہ آنا مضر نہ ہوا بلکہ نافع ہوا باقی کلفت کا علاج یہ معلم دین کا منصب نہیں لیکن تبرعاً وہ لکھے دیتا ہوں کہ چند روز تحمل کرنے سے یہی عادت ہو جائے گی پھر اس درجہ کلفت نہ ہوگی۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ)

(۲۱) فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ میرا بندہ معذور ہو گیا جو نیک عمل یہ حالت صحت میں کرتا تھا وہی اب بھی تم روز روز لکھتے رہو۔ دیکھئے ثواب وہی لکھا جاتا ہے حالانکہ عمل نہیں۔ (حسن العزیز)

(۲۲) فرمایا کہ اصل مصیبت وہ ہے جس سے دل میں پریشانی اور بے چینی پیدا ہو پس جو شخص بیمار ہو اور دل کو پریشان پائے اس کے حق میں یہ مرض مصیبت ہے اور اگر دل میں پریشان نہیں بلکہ صابر و شاکر ہے۔ تو یہ ہرگز مصیبت نہیں بلکہ موجب رفع درجات ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

(۲۳) فرمایا وجہ ناشکری یہ ہے کہ انسان مفقود کی طرف نظر کرتا ہے وجود کی طرف نظر نہیں کرتا۔ (خیر الافادات)

(۲۴) ایک بار حضرت حکیم الامت مصیبت اور حزن غیر اختیاری کے منافع اور مصالح ارشاد فرما رہے تھے اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مصائب اور حزن غیر اختیاری سے مقبولیت عند اللہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے گو مقبولیت پیدا ہوتی ہے اعمال صالحہ سے مگر خود مصائب اور حزن غیر اختیاری پر بھی ثواب ملتا ہے جس سے درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور مصیبت اور حزن کا خاصہ ہے کہ اس سے انکسار کی شان پیدا ہوتی ہے اور انکسار سے مقبولیت حاصل ہوتی ہے مصیبت کے جالب رحمت ہونے پر مجھ کو ایک واقعہ حضرت رابعہ بصریہ کا یاد آیا کہ ایک بار وہ حج کو تشریف لے گئیں جب حج سے فارغ ہو گئیں تو دعا کی کہ اے اللہ اگر میرا یہ حج مقبول ہے تب تو میں اسلئے مستحق اجر ہوں کہ یہ حج مبرور ہے اور حج مبرور پر اجر کا وعدہ ہے اور اگر یہ حج مقبول نہیں جب بھی مستحق اجر ہوں کیونکہ پھر تو میرے لئے یہ ایک پوری مصیبت ہوئی کہ۔

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم ☆ ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

اور مصیبت پر بھی آپ کی طرف سے اجر کا وعدہ ہے لہٰذا ہر حالت میں مجھ کو اجر کا استحقاق حاصل ہے خواہ میرا یہ حج مقبول ہو یا غیر مقبول تو یہ دعا اس مصیبت ہی کی نافعیت کی بنا پر کی تھی۔ (فیوض الرحمٰن)

(۲۵) فرمایا ایک پریشانی ہوتی ہے گمراہی کی۔ وہ مقصود کے تعین سے رفع ہو جاتی ہے۔ ایک پریشانی ہوتی ہے۔ محبوب کے توارد تجلیات کی یہ دوسری تو ایسی ہے کہ ہزاروں سکون اس پر قربان کر دیں۔ باقی خود محبت کے نشیب و فراز کی پریشانی یہ الگ چیز ہے۔ من لم یذق لم یدر طلب کی شرط اعظم مطلوب کی تعین ہے۔

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد ☆ یک کار ازیں دو کار مے باید کرد

یا تن برضائے دوست مے باید داد ☆ یا قطع نظر زیار مے باید کرد

یعنی سرمد گلہ و شکوہ چھوڑنا چاہیے۔ دو کاموں میں سے ایک کام کرنا چاہیے یا تو اس کی رضا جوئی میں جان دیدو۔ نہیں تو یار ہی کو چھوڑ دو۔ (فیوض الرحمٰن)

(۲۶) فرمایا کہ آخرت کا شوق عادۃً بدوں دنیا کی نفرت کے نہیں ہو سکتا اور دنیا سے نفرت بدون ناگوار حوادث کے نہیں ہوتی۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں کہ آدمی کو خود بخود دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے۔ (الافاضات)

(۲۷) فرمایا کہ ہر چیز میں خدا کی حکمت اور رحمت رکھی ہوتی ہے حتیٰ کہ بیماری اور مصیبت میں بھی۔ کیونکہ اگر انسان ہمیشہ تندرست رہے تو کبھی دنیا سے جانے کو جی نہ چاہے۔ اگر چاہے بھی تو تکلیف کے ساتھ اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ اپنے اصلی گھر کو جائیں تاکہ راحت نصیب ہو۔ یہ کتنی بڑی رحمت اور حکمت ہے۔ (الافاضات)

(۲۸) فرمایا کہ مصائب میں جو حکمتیں ہوتی ہیں وہ حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ اگر بندہ کو معلوم ہو جائیں تو وہ مصائب کی تمنائیں کرے اور دعائیں کرے۔ جب اس میں حکمت

ہے تو ہر مصیبت میں یہ استحضار کرے کہ اس میں میرے لئے حکمت ہے۔ (الافاضات)

(۲۹) فرمایا کہ اس مراقبہ سے زیادہ آسان اور سہل کرنے والا مصیبت کا اور کوئی طریق ہی نہیں کہ اس کو سوچ لیا جایا کرے کہ اس مصیبت میں ثواب ملے گا۔ (الافاضات)

(۳۰) ایک صاحب نے ایک خانگی معاملہ کے متعلق عرض کیا کہ اس سے حضرت کو تکلیف ہوتی ہوگی حضرت نے فرمایا نہیں صاحب مجھ کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے ایک ایسی چیز دی ہے کہ اس کے سبب سے مجھ کو کسی ایسی بات سے تکلیف نہیں ہوتی۔ جہاں یہ سوچا کہ اس میں ثواب ہوگا بس ساری تکلیف گھل جاتی ہے پھر کچھ تکلیف نہیں رہتی۔ (الافاضات)

(۳۱) ایک صاحب کچھ پریشان تھے۔ حضرت والا نے ان کو درود شریف کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ درود سے رحمت ہوتی ہے اس لئے اس سے پریشانی بھی رفع ہوگی۔ (الافاضات)

(۳۲) ایک صاحب حوادث مثلاً بیماری وغیرہ سے پریشان تھے۔ ایک دوسرے صاحب نے ان کے متعلق فرمایا کہ پریشان کیوں ہو۔ بس یہ مذاق رکھئے جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا (الافاضات)

(۳۳) مکتوب: فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری لڑکی ہے جب وہ بیمار ہوتی ہے تو میں بدحواس ہو جاتا ہوں۔ قلب میں دنیا کی اس قدر محبت ہے (جواب): اولاد دنیا نہیں ہے ہاں دنیا میں رہتی ہے ان کے حقوق ادا کرنا دین ہے یہ بھی لکھا ہے کہ وطن چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تب اس بلا سے نجات ملے گی (جواب): بلا سے بھی نجات ملے گی اور ثواب سے بھی نجات ملے گی یہ بھی لکھا ہے کہ اولاد نے بندہ کو تباہ کر دیا۔ (جواب): بندہ کے دین کو تو تباہ نہیں کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بندہ کی مشکل حضرت کی توجہ اور دعا سے آسان ہوگی (جواب): اگر مشکل ہی رہے تو ثواب زیادہ ملے گا۔ اس پر فرمایا کہ اگر یہی سوالات کہیں اور جاتے تو نہ معلوم بے چاروں کی کیا گت بنائی جاتی۔ ان جوابات کو دیکھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ سکون ہو جائے گا۔ (الافاضات)

(۴۴) فرمایا کہ آج کل تو ضعف دین کی یہ حالت ہے کہ جہاں کوئی حادثہ پیش آیا وہ ارضی ہو یا سماوی پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس کے اجر اور ثواب سب کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھا کہ ان کو کس قدر مصائب اور آلام کا سامنا ہوا۔ کفار عرب نے حضور کو ستانے میں کیا کچھ کسر چھوڑی؟ غرض انبیاء اور اولیاء پر سخت کلفتیں آئیں مگر وہ اس سے گھبرائے نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جہاں اس مصیبت اور تکلیف پر نظر ہوتی ہے وہاں وہ حضرات یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نازل کرنے والا کون ہے اور جب دیکھتے ہیں کہ وہ اس ذات کی طرف سے ہے تو بزبان حال کہتے ہیں۔

ناخوش تو خوش بود بر جان من ☆ دل فدائے یار دل رنجان من

(الافاضات)

(۴۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس قدر کدو کاوش اور رنج وغم کی کون سی ضرورت ہے۔ میں اکثر ایک مراقبہ بیان کیا کرتا ہوں۔ جس میں تمام غموں اور کلفتوں اور پریشانیوں کا علاج ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر یہ مستحضر ہو جائے کہ حق تعالیٰ مجھ کو چاہتے ہیں (اور یہ واقعہ بھی ہے کہ وہ ہر مومن سے محبت کرتے ہیں اللہ ولی المومنین نص ہے) تو تمام غموم کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کو کوئی کر کے دیکھے۔ معلوم ہوگا کہ تمام غم اور حزن ہباء منثورا ہو گئے یا نہیں۔ یہ میں ساری عمر کا تجربہ بیان کر رہا ہوں۔ جس قدر نفع اس مراقبہ سے ہو سکتا ہے غالباً اور کسی مراقبہ سے نہیں ہو سکتا۔ اس میں سارے غموں کا ازالہ ہے کوئی غم ہو پریشانی یا رنج ہو سب کا علاج اس مراقبہ میں ہے۔ عجیب وغریب مراقبہ ہے لیکن کر کے دیکھنے کا ہے بدوں کئے کوئی کام نہیں ہوا کرتا۔ (الافاضات)

(۴۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ تو ان معمولی مصائب اور تکالیف ہی سے گھبرا اٹھے جس کا سبب ضعف تعلق مع اللہ ہے۔ اصل مصیبت اور مشقت کی چیز موت ہے۔ جسے حق تعالیٰ نے بھی مصیبت کے لفظ سے تعبیر فرمایا اصابتکم مصیبة الموت اور کسی مشقت کا نام لے کر اس کو مصیبت نہیں فرمایا۔ مگر ان کو یاد کرنے والوں کی

تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کو موت جیسی مصیبت بھی لذیذ اور مطلوب اور محبوب ہوتی ہے۔ یہ سب ذکر اللہ کی برکت ہے کہ کوئی چیز بھی پریشان اور غیر مطمئن نہیں کر سکتی۔ مگر اسی سے لوگوں کو غفلت ہے۔ (الافاضات)

(۳۷) فرمایا کہ اب موت سے زیادہ کیا مضر چیز ہوگی لیکن چونکہ وہ ضروری چیز ہے اس کے لئے ہر مومن کو آمادہ رہنا چاہیے۔

(۳۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں جنہوں نے اضطراب کی شکایت کی تھی فرمایا کہ ضرورت ہی کیا ہے سکون کی اگر سکون ساری عمر بھی نصیب نہ ہو تو ضرر کیا ہوا اس لئے کہ اضطراب بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس میں بھی حکمتیں ہیں۔ (الافاضات)

(۳۹) فرمایا کہ حزن سے عبدیت میں شکستگی پیدا ہوتی ہے کہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں یا پگھل رہے ہیں اور یہ خود ایک مستقل مجاہدہ بھی ہے اور تکلیف پر اجر کا وعدہ ہے۔ (الافاضات)

(۴۰) فرمایا کہ حزن خود ایک نعمت ہے حزن سے جس قدر سلوک کے مراتب طے ہوتے ہیں اتنی جلد دوسرے مجاہدہ سے نہیں ہوتے یہ دو چیزیں بڑی ہی زبردست نعمت ہیں ایک فکر دین اور ایک حزن۔ (الافاضات)

(۴۱) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب مجھ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تین وجہ سے شکر واجب سمجھتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ اس سے زائد نہ ہوئی دوسرے یہ کہ دین پر کوئی آفت نہ آئی تیسرے یہ کہ جزع فزع نہ کیا اللہ تعالیٰ نے صبر عطا فرمایا۔ فرمایا سبحان اللہ! بالکل صحیح ہے۔

(۴۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو غیر اختیاری بلائیں انسان پر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر صبر کی توفیق دے دیتے ہیں اور بلاؤں کے اور مصائب کے آنے میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں۔ ایک رحمت یہ ہے کہ بلائیں جو آتی ہیں وہ بھی بتدریج یہ بھی حکمت سے خالی نہیں کہ ان کا تحمل ہو جائے پھر اس سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ (الافاضات)

مکتوبات اشرفیہ

ایک صاحب نے جو بعض دنیوی مصائب میں مبتلا تھے خط لکھا کہ اس سے مجھے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے اس کا دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں۔ بلکہ مصائب و آلام حسن خاتمہ میں تو معین ہوتے ہیں ان سے تو مقبولیت بڑھتی ہے۔ بلکہ پہلے سے مقبولیت نہ ہو تو اس سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مصائب نہ مردود ہونے کی علامت ہیں اور نہ آرام و عیش مقبولیت کی علامت۔ (اشرف السوانح)

مصائب کو گناہوں کی سزا سمجھو یا ایمان کی آزمائش سمجھو مگر یہ مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال خطرناک ہے کہ اس سے تعلق ضعیف ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ تعلق زائل ہو جاتا ہے۔

۲۔ ایک صاحب کا لمبا خط آیا۔ جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی تھیں۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ وہ جو کریں اس میں راضی رہے۔ یہ بہترین تدبیر ہے کوئی تدبیر کر کے دیکھے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ)

۳۔ فرمایا کہ میں (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ) نے جونپور سے حضرت حکیم الامتؒ کو خط لکھا کہ بیمار ہوں۔ مقروض ہوں۔ تمام خط پریشانیوں سے بھرا تھا۔ اس خط کا جواب مشفق سے مشفق معالج یہی لکھتا کہ صدمہ ہوا دل سے دعا کرتا ہوں۔ یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو۔ مگر ہمارے حضرت حکیم الامتؒ نے ایسا جواب لکھا کہ سبحان اللہ! رخ بدل دیا۔ حضرت نے لکھا کہ حالات موجودہ میں بدوں استحقاق جو نعمتیں آپ کو حاصل ہیں۔ آپ نے اس خط میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اگر وہ بھی سلب ہو جائیں تو کس قدر مصائب کا سامنا ہو۔ اس جواب نے میرا رخ بدل دیا۔ تمام پریشانیاں سکون سے تبدیل ہو گئیں۔ (ابلاغ عارفی)

۴۔ ارشاد فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا۔ اس میں بڑی پیرانی کو لکھا کہ بیماری مثل بیرنگ خط کے ہے۔ یعنی بیرنگ خط کا لینا برا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے اندر نوٹ ہوں دس ہزار کے۔ تو کھول کر خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح بیماری بری معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر

انوار و برکات مضمر ہوتے ہیں۔ (حیات اطہر)

۵۔ سوال: صبر پر جو وعدہ ثواب ہے وہ کس صورت میں ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی انتقام یا تکلیف کے دور کرنے پر قادر ہے اور نہ کرے اور صبر کرے تب اجر ملے گا یا قادر نہ ہو پھر صبر کرے اس پر اجر ملے گا؟

جواب: بے صبری کی متعدد صورتیں ہیں۔

۱۔ انتقام بالمثل لینا۔ اس کا ترک کرنا صبر ہے۔ یہ مشروط ہے قدرت کے ساتھ۔

۲۔ دوسری صورت زبان سے برا کہنا۔ سامنے یا پس پشت بددعا دینا غیر قادر علی الانتقام بھی اس پر قادر ہے۔ اس کے لئے اس کا ترک کرنا صبر ہے۔ اسی طرح اہل میت گو مدافعت پر قادر نہیں لیکن نوحہ و شکایت پر تو قادر ہیں۔ لہٰذا ان کے حق میں اس کا ارتکاب بے صبری اور اس سے رکنا صبر ہے اور جو کسی فعل پر بھی قادر نہ ہو جیسے اندھا کہ دیکھنے پر بالکل قادر نہیں لیکن تصور یا عزم بصورت البصار یا تمنائے البصار للابصار (یعنی کسی ناجائز امر کو دیکھنے کیلئے ارادہ کرنا کہ اگر نظر ہوتی تو دیکھتا یا دیکھنے کیلئے نظر کی خواہش کرنے پر تو قادر ہے۔ لہٰذا اس کی بے صبری یہی ہے اور اس کا ترک صبر ہے۔ ان سب صورتوں میں ہر شخص کو اس کے مناسبت صبر پر اجر ملتا ہے۔

تفصیل بالا تو اجر صبر میں ہے اور ایک اجر خود تکلیف پر بھی ہوتا ہے اس میں صبر کی قید نہیں۔ اگر صبر کیا تو دو اجر ملیں گے ایک صبر کا دوسرے تکلیف کا اور اگر صبر نہ کیا تو تکلیف کا اجر ملے گا اور بے صبری کا گناہ ہوگا۔ جیسے ایک شخص نماز پڑھے اور روزہ نہ رکھے تو نماز کا ثواب ملے گا اور روزہ نہ رکھنے کا گناہ ہوگا۔ (بصائر حکیم الامت)

۶۔ ایک پریشان حال کو ارشاد فرمایا "جب مقدر پر یقین ہے تو پھر مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے

ملفوظات ابرار (حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دوئی)

(۱) فرمایا کہ جب طبیعت کے موافق حالات پیش ہوں تو شکر سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جب طبیعت کے ناموافق حالات پیش آئیں تو صبر سے اللہ تعالیٰ

کی رضا حاصل ہوتی ہے پس مومن ہر حالت میں نفع میں ہے چت بھی اس کی پٹ بھی اسکی۔
اسی کو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہے۔

کبھی ہے دل میں جلال تیرا کبھی ہے دل میں جمال تیرا
بس اب ہے دل اور خیال تیرا کسی کا اس میں گزر نہیں ہے (مجالس ابرار)

ترمذی شریف کی روایت ہے من سعادۃ ابن آدم اضاہ بما قضا اللہ۔ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اولاد آدم کی یہ سعادت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے۔

(۲) فرمایا کہ جس طرح ماں باپ احسانات کے سبب اپنی اولاد کو جب ڈانٹتے اور مارتے ہیں تو لائق اولاد بھی اور تمام عقلاء زمانہ بھی اس کو شفقت اور محبت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ جو رات دن بے شمار احسانات فرمارہے ہیں اور وہ ہمارے خالق اور مالک بھی ہیں تو ان کی طرف سے اگر ہماری طبیعت کے خلاف امور رنج و تکلیف کے پیش آجائیں تو اس وقت بھی راضی رہنا اور ان کی اطاعت میں لگے رہنا اصل عبدیت ہے۔ یہ نہیں کہ جب تک حلوا ملتا رہے محبت اور اطاعت اور جب حلوا بند ہو جائے تو شکایت۔ حلوا کھلا کر امتحان نہیں ہوا کرتا۔ امتحان محبت کا تو تکالیف میں ہوا کرتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عبدیت اس کم عمری میں اللہ اکبر کس مقام پر تھی گردن پر چھری چلنے والی ہے اور باپ سے فرمارہے ہیں **ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین**۔ ذبح میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے مگر راضی ہیں۔ (مجالس ابرار)

(۳) فرمایا کہ مصیبت کے وقت صدمہ کا احساس ہو پھر صبر کرے تب کمال ہے۔ اگر صدمہ ہی نہ ہو تو کیا صبر ہے یہی وجہ ہے کہ کاملین پر صدمہ کے وقت حزن وغم کے آثار اور آنکھوں میں آنسو بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کے فیصلے پر دل سے راضی ہوتے ہیں۔

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے

(مجالس ابرار)

(۴) فرمایا کہ ناگوار امور پر صبر کرنے سے اور ثواب کی امید رکھنے سے قلب پر پریشانی

نہیں رہتی۔ ڈاکٹر انجکشن لگاتا ہے اور اس کو فیس بھی دیتے ہیں کیونکہ اس کی حکمت پر نظر ہے اور اگر دوسرا آدمی سوئی چبھو کر فیس مانگے تو اس کو آپ کیا دیں گے۔ (مجالس ابرار)

(۵) فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ہم ضعفاء پر احسان و کرم ہے ورنہ سلف کی تاریخ دیکھئے کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا کیا مصائب جھیلنے پڑے ہیں کہ ان کے قلوب حلق تک پہنچے اور سخت زلزلہ روح پر طاری ہوا۔

سر کے کٹنے کا مزہ یحییٰ سے پوچھ ☆ لطف تن چرنے کا زکریا سے پوچھ
سر کو رکھ دینے کا نیچے تیغ کے ☆ کیا لطف ہے اسماعیل سے پوچھ

(مجالس ابرار)

(۶) فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف پہنچی تو فرمایا الحمدللہ الذی لم یذهب السمع والبصر ۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہماری سماعت اور بصارت سلب نہیں فرمائی۔ کیا ان حضرات کی دینی فہم تھی۔ (مجالس ابرار)

(۷) فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ جب کوئی پریشانی آئے تو اپنے اعمال کو سوچے کہ ہمارے اعمال تو زیادہ پریشانی اور مصائب کے لائق ہیں لیکن الحمدللہ کہ حق تعالیٰ کی رحمت سے سستے چھوٹے کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ (مجالس ابرار)

(۸) فرمایا کہ صبر کا حاصل عدم اعتراض ہے۔ اگر نہ دل میں اعتراض ہو نہ زبان سے ظاہر ہو تو صدمہ طبعی کے باوجود یہ شخص صابر ہے۔ جب کوئی نعمت اللہ تعالیٰ چھین لیں تو یہ تصور کریں کہ کتنی نعمتیں عطا بھی فرمائی ہیں۔ ایک نعمت جانے کا اگر غم ہے تو ۹۹ نعمتوں کا شکر بھی ادا کرے (مجالس ابرار)

(۹) فرمایا کہ صحت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن جب بیماری آجائے تو اس کو بھی اپنے لئے خیر سمجھے۔ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور عاجزی و تواضع پیدا ہوتی ہے اور تکوینی طور پر ڈاکٹر کی روزی، ٹیکسی والوں کی روزی، تیمارداروں کو ثواب، اور دواخانوں کا نفع اور نجانے کیا کیا حکمتیں ہیں۔ بالخصوص جب مقتدائے دین اور مشائخ بیمار ہوتے ہیں تو وہ ضعفاء اور کم ہمت جو دین کے کنوئیں تک نہیں جاسکتے تو بیماری کی راہ سے کنواں وہاں تک

پہنچا دیا جاتا ہے۔ میں حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ مولانا جب بیمار ہو کر علاج کے لئے بمبئی تشریف لے گئے تو بمبئی کے کتنے لوگوں کو دینی نفع ہوا اور کتنے ڈاکٹروں کی اصلاح ہوئی۔ (مجالس ابرار)

(۱۰) علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کے مشائخ میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک صاحب آئے ان کے پیر میں زخم تھا۔ فرمایا شکر کرو۔ کہا کس بات کا شکر کروں۔ فرمایا اس بات پر شکر کرو کہ یہ زخم پیر میں ہے۔ پیٹ میں نہیں ہے آنکھ میں نہیں۔ (مجالس ابرار)

(۱۱) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی ناشکری سے گر گیا اور کوئی بے صبری سے گر گیا۔ ناشکری سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ جس طرح حکومت کا بڑا افسر ہو اگر ڈیوٹی انجام نہ دے معطل ہوگا۔ اور بنگلہ کار سب چھین لیا جائیگا۔ اور شکر پر ترقی کا وعدہ ہے۔ اگر تم شکر کرو گے ہم تمہیں زیادہ عطا کریں گے۔ (مجالس ابرار)

ملفوظ مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا برتاؤ ہر مسلمان کے ساتھ شفقت اور رحم کا ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر ناگوار بھی معلوم ہو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان میں جو تصرف بھی کریں گو کتنا ہی ناگوار ہو یقین کرنا فرض ہے کہ میری اسی میں خیر ہے (احسن السوانح)

باب ۱۲

مصائب وآلام سے بچنے کے شرعی نسخے

مصائب وآلام سے بچنے کیلئے شریعت کی تعلیمات میں ایک واضح دستور العمل بھی موجود ہے۔ جن کا ذیل میں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے تاکہ جو لوگ مصیبتوں اور پریشانیوں سے حقیقی معنوں میں بچنا چاہتے ہیں وہ ان پانچ اعمال کا اہتمام کر کے قلبی سکون اور راحت وآرام حاصل کر سکیں۔

ا۔ گناہوں سے بچنا اور کثرت سے استغفار پڑھنا

مصیبتیں اور پریشانیاں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''تم کو اے گنہگارو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے''۔ کہ جو مصیبت تم پر آتی ہے۔ تمہارے اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔ پس ہم کو مصیبت کے وقت اول تو گناہوں کو یاد کرنا چاہیے تاکہ اپنی خطا کا استحضار ہو کر مصیبت سے زیادہ پریشانی نہ ہو۔ کیونکہ اپنی خطا پر جو سزا ہوتی ہے اس سے دوسرے کی شکایت نہیں ہوتی۔ بلکہ انسان خود نادم ہوتا ہے کہ میں اسی قابل تھا۔ پھر اجر کو یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کا بہت ثواب رکھا ہے حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان کو جو ایک کانٹا لگتا ہے وہ بھی اس کے لئے ایک حسنہ ہے۔ (فضائل صبر وشکر)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی کو جو کسی لکڑی سے معمولی خراش لگتی ہے۔ یا قدم کو کہیں لغزش ہو جاتی ہے۔ یا کسی رگ میں خلش ہوتی ہے۔ یہ سب کسی گناہ کا اثر ہوتا ہے۔ اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں وہ بہت ہیں''۔

خلاصہ یہ کہ عام انسان جو گناہوں سے خالی نہیں ان کو جو بیماریاں اور حوادث ومصائب یا تکلیف اور پریشانی آتی ہے وہ سب گناہوں کے نتائج اور آثار ہیں۔

(معارف القرآن)

فرمایا کہ جب ہم حاکم ضلع کو ناراض کر کے چین سے نہیں رہ سکتے تو احکم الحاکمین کو ناراض کر کے کس طرح چین اور سکون سے رہ سکتے ہیں۔ آج ہر طرف سے پریشانی کی شکایت آتی ہے۔ لیکن اصل علاج کیا ہے اس طرف خیال نہیں جاتا۔ اسباب رضا کی تو فکر ہے مگر ضد رضا یعنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں۔ (مجالس ابرار)

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

ہر چہ برتو آید از ظلمات غم ☆ آں زبیا کی وگستاخی است ہم

غم چوں بینی زود استغفار کن ☆ غم باہر خالق آید کارکن !!

۱۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اے انسان جو کچھ تجھ پر غم ومصائب اور ظلمات غم آتے ہیں۔ وہ سب تیری بے باکی اور نافرمانی اور گستاخی کے سبب آتے ہیں۔

۲۔ پس جب تو غم اور مصائب دیکھے تو جلد استغفار کر۔ کیونکہ یہ غم خدا کے حکم سے آتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

قال الجدار للوتد لم تشقنی قال الوتد انظر لمن یدقی

دیوار نے کہا کھونٹے سے کہ میرے اندر کیوں گھستا ہے اس نے کہا مجھے کیا دیکھتی ہے اسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے۔ میں تو بے حس ہوں۔ پس اسباب بے بس ہیں یہ مسبب حقیقی خدائے تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔

ہم جب تک حق تعالیٰ کو راضی نہ کریں گے۔ مصائب دور نہ ہوں گے۔ اور راضی کرنے کا نسخہ کامل استغفار ہے اور کامل توبہ ہے۔ یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ کی پوری تکمیل شریعت کے مطابق ہو۔ علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس سے واضح کیا گیا ہے کہ دنیا کے اکثر مصائب ہمارے معاصی کا نتیجہ ہیں۔ آپ

ﷺ نے فرمایا'' تم میں سے جو شخص دنیا میں نیک عمل کرے گا۔ اس کی جزا آخرت میں پائے گا۔ اور جو تم سے شر کرے گا۔ دنیا میں مصائب اور امراض دیکھے گا۔ (روح کی بیماریاں اوران کا علاج)

قانون مکافات کا یہ ایک قدرتی عمل ہوتا ہے کہ جیسا کرو گے ویسا ہی تمہارے آگے آجائے گا۔ اگر تم نے حق کا مقابلہ کیا خواہ ترک حق سے خواہ معارضہ حق سے اور اصل سے ہٹ کر بے اصل کی طرف لوٹ پڑے تو حق بھی تمہیں سزا دینے کی طرف لوٹ پڑے گا۔

وان تعودوا نعد اور اگر تم وہی کام کرو گے تو ہم بھی وہی کام کریں گے حتیٰ کہ معافی کے بعد بھی اگر یہی حرکت ہوئی تو ادھر سے بھی اعادہ عذاب کی حرکت ہوگی۔

عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا ۔ عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔ (فلسفہ نعمت ومصیبت)

اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کی نافرمانی کرنے والا یعنی کوئی گناہ کرنے والا کبھی سکون سے نہیں رہ سکتا۔ کسی نہ کسی پریشانی کا کانٹا اس کے دل میں ضرور لگا ہوگا، اگرچہ بظاہر بہت ہی عیش وعشرت میں نظر آرہا ہو، اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا تجربہ کرنا ہو تو اس کیلئے تھرمامیٹر لیجئے۔

'' جو شخص گناہوں سے نہیں بچتا اس کے پاس بیٹھ کر دیکھیں پریشانی اور بے چینی بڑھے گی اس سے ثابت ہوا کہ وہ خود پریشان ہے۔ جس کے پاس بیٹھنے والا پریشان ہو جاتا ہے وہ خود کس قدر پریشان ہوگا؟

اس کے برعکس جو شخص گناہوں سے بچتا ہو اس کے پاس بیٹھنے سے دل کو چین وسکون نصیب ہوگا۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ خود اس کے قلب میں سکون کے کتنے بڑے خزانے ہیں''۔ (جواہر الرشید)

دنیا بھر کے تمام تفکرات اور پریشانیوں کا واحد علاج یہ اور صرف یہ ہے کہ مالک کو راضی کر لیا جائے۔

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا ☆ کسی کو فکر گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا ☆ بس اک مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا

غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ ہو جائے

آج کی پریشان حال اور ابتر دنیا اگر فی الحقیقت ایک خوش و خرم اور پرسکون زندگی چاہتی ہے۔ تو اپنا رخ بدلے اور اس کے بھیجے ہوئے مستند قانون کو اپنا کر راہ عبدیت اختیار کرے کہ اس بارگاہ سے نہ کبھی کوئی مایوس لوٹا ہے اور نہ لوٹے گا اور اس سے کٹ کر نہ کبھی کوئی کامیاب ہوا ہے نہ ہوگا۔ (فلسفہ نعمت و مصیبت)

حق تعالیٰ صاف فرماتے ہیں کہ جو کچھ مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے آتی ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر۔ معلوم ہوا کہ ہماری ہر خطا پر مواخذہ نہیں فرماتے بلکہ بہت سے گناہوں سے درگذر بھی فرمادیتے ہیں مگر جب ہم بہت ہی گناہوں میں منہمک ہو جاتے ہیں تو اس وقت مصائب کا نزول ہوتا ہے تاکہ ہم کچھ اپنی حالت پر توجہ کریں اور سنبھل جائیں مگر ہم اتنے غافل ہیں کہ تنبیہ سے بھی متنبہ نہیں ہوتے اور جب مصیبت آتی ہے تو سوچتے ہیں کہ ہم سے ایسا کیا قصور ہو گیا جو یہ بلائیں ہمارے اوپر نازل ہوئیں۔ مگر حق تعالیٰ کے ارشاد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب بلائیں ہمارے گناہوں ہی کی بدولت ہیں (مفاسد گناہ)۔

پس جب مصیبت بحالہ رہے تو دشمن تو تمہارے گھر کے اندر ہے باہر کے انتظام سے کیا ہوتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود ☆ حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

(دروازہ بند کر لیا لیکن دشمن گھر کے اندر تھا۔ فرعون کا حیلہ محض افسانہ تھا)

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ فرعون نے اپنے دشمن کو یعنی موسیٰ علیہ السلام کو گھر کے اندر رکھا اور ان کو پرورش کیا اور دشمنوں کا انتظام کرتا تھا۔ صاحبو! لوگ باوجود اصلاح نہ کرنے کے جو تدبیر کر رہے ہیں یہ فرعونی تدبیر ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی جو

اصلی سبب ہے پریشانیوں کا اس کو چھوڑتے نہیں اور بالائی تدبیریں کرتے ہیں، یاد رکھو جب تک کہ مرض کے اصلی سبب کا استیصال نہ کیا جائے مرض نہ جائیگا۔ پس جب تک معصیت نہ چھوڑیں گے ان بلاؤں سے خلاصی نہیں ہوسکتی۔ سو اس سبب کی طرف کسی کو التفات تک بھی نہیں۔ آپ ہی بتلایئے فیصدی کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو اس کا احساس ہو اور وہ تدبیر کرتے ہوں۔ ہاں ظاہری تدبیریں کرتے ہیں۔ لیکن اصلی تدبیر سے غفلت ہے اور بعضے کوئی تدبیر بھی نہیں کرتے۔ (راہ نجات)

اور وہ تدبیر کیا ہے۔ وہ تدبیر یہ ہے جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی یاقوم استغفروا ربکم الخ "اے میری قوم اپنے گناہوں کی اپنے رب سے معافی مانگو"۔

۲۔ اپنا فرض منصبی پورا کرنا

تمام گناہوں سے توبہ واستغفار کے ذیل میں اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کرنے پر بھی توبہ کرنی چاہیے اپنے فرض منصبی کو چھوڑنے سے ہم طرح طرح کے مصائب وآلام کا شکار ہوگئے ہیں۔ اللہ کے حکم ہماری آنکھوں کے سامنے ٹوٹ رہے ہیں۔ منکرات کا سیلاب امڈا ہوا ہے۔ ان کو بند کرنے کی کوئی سعی جدوجہد نہیں ہورہی ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یعنی نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے منع کرنا) کو چھوڑنا خدا وحدہ لاشریک کی لعنت اور غضب کا باعث ہے۔ اور جب امت محمدیہ اس کام کو چھوڑ دے گی۔ تو سخت مصائب وآلام اور ذلت وخواری میں مبتلا کردی جائے گی۔ اور ہر قسم کی غیبی نصرت ومدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اس نے اپنے فرض منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ دار تھی اس سے غافل رہی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہمیشہ لا الہ الا اللہ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب وبلا کو دور کرتا ہے۔ جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پروائی نہ برتی جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے حقوق سے بے پروائی کیا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کی جائے پھر نہ ان کا انکار کیا جائے اور نہ ان کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔ (مسلمانوں کی پستی کا علاج)

لہٰذا سب مسلمان اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ تمام گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی منکرات سے حکمت وبصیرت کے ساتھ منع کریں۔ پھر تمام پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔

پوری دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے اوامر زندہ اور نواہی مٹ جائیں۔ اس فریضے کی ادائیگی میں دشمنان اسلام کی طرف سے مزاحمت اور رکاوٹوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے دشمنان کے خلاف اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلح جہاد کا حکم دیا ہے ۔جہاد کی حکمت یہی ہے کہ دین کو دنیا میں عام کیا جائے۔ چاہے تمہیں اپنی جان دینی پڑے یا دشمن کی جان لینی پڑے۔ آج امت کے مصائب وآلام میں گرفتار ہونے کی بڑی وجہ ترک جہاد بھی ہے۔ لہٰذا مجاہدین جو دشمنان اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ان کی جتنی بھی جانی ومالی امداد ممکن ہو سکتی ہو دریغ نہ کیا جائے۔

مصائب وآلام کا حقیقی اور اصلی علاج یہی ہے کہ:

۱۔ تمام گناہوں سے بچا جائے۔

۲۔ دوسروں کو نیکیوں کی ترغیب دی جائے اور گناہوں سے منع کیا جائے۔

۳۔ مجاہدین فی سبیل اللہ کی جانی ومالی امداد کرنا۔

مصائب وآلام اور پریشانیوں سے بچنے کا حقیقی اور اصلی علاج یہی ہے۔ باقی تمام نسخے اور علاج اس کے ذیل میں آتے ہیں۔

آج کل مسلمان ہر طرف سے اعداء (دشمنوں) کے نرغہ اور طرح طرح کے مصائب سے پریشان ہو کر قسم قسم کی تدبیریں اس بلا سے نکلنے کیلئے استعمال کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ان تدبیروں میں بار بار کی ناکامی ونامرادی کے باوجود وہ نہیں آتے تو صرف اس تدبیر کی طرف نہیں آتے جو ان کی سب کامیابیوں کی کفیل اور تجربہ سے صحیح ویقینی ثابت ہو چکی

ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنے تعلق کو صحیح اور مضبوط کرنا۔ اس کے رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی تدبیروں پر عمل کرنا۔ ولنعم ما قیل۔

نہ ہرگز ان پر غالب کسب مال وجاہ سے ہوگے
نہ جب تک حملہ آور ان پر دینی راہ سے ہوگے
نہ ہرگز کامراں سعی گہ و بے گاہ سے ہوگے
نہ جب تک مل کے سب وابستہ حبل اللہ سے ہوگے

۳۔ دعا کا اہتمام کرنا

دعا بھی ایک تدبیر ہے اور احسن التدبیر ہے۔ لوگ اس کو تدبیر نہیں سمجھتے۔ چنانچہ اپنی مہمات میں لوگ جہاں بھر کی تدابیر کرتے ہیں۔ اور افسوس ہے کہ جو اصل تدبیر ہے یعنی دعا اس سے غافل ہیں۔ (فضائل صبر و شکر)

مشکوٰۃ میں حدیث وارد ہے کہ دعا آئی بلا کو ٹالتی ہے اور جو ابھی آئی نہیں۔ اس کو بھی دفع کر دیتی ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کو لازم پکڑ لو۔

بلائیں تیرے فلک کماں ہے چلانے والا شہ شاہاں ہے
اسی کے زیر قدم اماں ہے بس اور کوئی مفر نہیں ہے

(روح کی بیماریاں)

ارشاد فرمایا کہ قضا کو صرف دعا ہٹا دیتی ہے۔ احتیاط و تدبیر سے نہیں ٹلتی۔

دعا نازل شدہ بلا سے بھی نافع ہے اور اس بلا سے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی اور کبھی بلا نازل ہو جاتی ہے اور ادھر سے دعا پہنچ کر اس سے ملتی ہے اور دونوں میں قیامت تک کشتی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبل مصیبت بھی دعا کرتا رہے اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی اور کبھی اس کی وجہ سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز قدر و منزلت کی نہیں اور

جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمالیا کریں۔ اس کو چاہیے کہ خوشی اور عیش کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔

ارشاد فرمایا کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان کا نور ہے۔ دعا میں خاصیت ہے کہ اس سے تدبیر ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ (شریعت وطریقت)

حضور ﷺ کا ایک بلا زدہ قوم پر گزر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کیوں نہیں مانگتے'' ارشاد فرمایا کہ ''دعا میں ہمت نہ ہارو۔ کیونکہ دعا کرتے ہوئے کوئی ضائع نہیں ہوتا۔ (مناجات مقبول)

پس معلوم ہوا کہ مصائب وآلام سے بچنے کیلئے دعا کا اہتمام ایک مضبوط ہتھیار ہے۔

۴۔ صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو۔ اس لئے کہ بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی۔ یعنی اگر کوئی بلا ومصیبت آنے والی ہوتی ہے تو وہ صدقہ کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اپنے بیماریوں کا صدقہ سے علاج کرو۔ اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ صدقہ کی کثرت بیماری سے شفا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ سے بیماروں کا علاج کیا کرو۔ کہ صدقہ آبرو ریزیوں کو بھی ہٹاتا ہے اور بیماریوں کو بھی ہٹاتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور عمر کو بڑھاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے۔ جن میں کم سے کم درجہ جذام اور برص کی بیماری ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ جل شانہ کے غصہ کو دور کرتا ہے اور بری موت سے حفاظت کرتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور مرض کی شدت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ نکلنے سے حفاظت کرتا ہے اور ناگہانی موت کو روکتا ہے۔ غرض حسن خاتمہ کا معین ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے تفکرات اور غموں کی تلافی صدقہ سے کیا کرو۔ اس سے حق تعالیٰ شانہ تمہاری مضرت کو بھی دفع کرے گا اور تمہاری دشمن پر مدد کرے گا۔

الغرض بہت سی روایات میں آیا ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں پر ان کے اعمال کی بدولت ہر طرف سے ہر قسم کی بلائیں مسلط ہو رہی ہیں صدقات کی بہت زیادہ کثرت کرنا چاہیے۔ مگر افسوس کہ ہم لوگ ان احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی صدقات کا اہتمام نہیں کرتے۔ (فضائل صدقات)

۵۔ مسنون اوراد و ظائف کا پڑھنا

دعائے کرب

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی غم یا بے چینی یا اہم کام پیش آجائے۔ اس کو چاہیے کہ یہ کلمات پڑھے۔ سب مشکلات آسان ہو جائیں گی وہ کلمات یہ ہیں: **لاالہ الا اللّٰہ العظیم الحلیم لاالہ الا اللّٰہ رب العرش العظیم لاالہ الا اللّٰہ رب السموت والارض ورب العرش الکریم۔**

امام طبریؒ نے فرمایا کہ سلف صالحین اس دعا کو دعا کرب کہا کرتے تھے۔ اور مصیبت و پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھ کر دعا مانگا کرتے تھے۔

مشکلات کے وقت دعا

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراؓ سے فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے کیا چیز مانع ہے کہ تم میری وصیت کو سن لو اور اس پر عمل کرو۔ وہ وصیت یہ ہے کہ صبح و شام یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

یاحی یاقیوم برحمتک استغیث اصلح لی شانی کلہ ولاتکلنی الی نفسی طرفۃ عین۔

یہ دعا بھی تمام حاجات و مشکلات کے لئے بے نظیر ہے۔ (معارف القرآن)

ہر بلا سے حفاظت

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شروع دن میں آیت الکرسی اور سورۂ مومن کی پہلی تین آیتیں (حم سے الیہ المصیر تک) پڑھ لیں۔ وہ اس دن ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن)

حصول مقاصد کا مجرب نسخہ

رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالکؓ کو مصیبت سے نجات اور حصول مقاصد کے لئے یہ تلقین فرمائی کہ کثرت کے ساتھ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** پڑھا کریں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ دینی اور دنیوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی مقدار حضرت مجددؒ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ پانچ سو مرتبہ یہ کلمہ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** پڑھا کرے۔ اور سو سو مرتبہ درود شریف اس کے اول و آخر میں پڑھ کر اپنے مقصد کے لئے دعا کیا کرے۔ (معارف القرآن)

تکالیف سے فوری نجات کا راستہ

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جس شخص کو کوئی رنج و غم یا مصیبت تنگی پیش آئے اور وہ یہ کلمات پڑھے تو حق تعالیٰ ضرور اس کی تکلیف رفع فرمادیتے ہیں۔ **اللہ اللہ ربی لاشرک بہ احدا**
(مصیبت کے بعد راحت)

ہر مصیبت و تکلیف کا علاج

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں ایسی چیز بتلادوں جس کے پڑھنے سے ہر مصیبت و تکلیف جو کسی انسان پر پڑ گئی ہو دور ہو جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلایئے آپ نے فرمایا کہ حضرت ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا یعنی آیت

کریمہ لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظلمین۔(حوالہ بالا)

آفات ومشکلات سے حفاظت کانسخہ

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جوشخص گناہوں میں یا دنیوی آفتوں میں مبتلا ہواور کوئی تدبیر وعلاج کارگر نہ ہو۔ اس کو چاہیے کہ درود شریف کا ورد کثرت سے کرے کیونکہ حدیث کے وعدہ کے مطابق ایک درود پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوں گی۔ تو جوشخص کثرت سے درود شریف پڑھے گا۔ اس پر اسی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہوں گی۔ ناممکن ہے کہ اتنی رحمتوں کے سایہ میں اس کی مشکلات دور نہ ہوں۔

تمام بلاؤں سے حفاظت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص صبح وشام قل ھواللہ احد اور معوذتین (سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس) پڑھ لیا کرے تو یہ اس کیلئے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کیلئے کافی ہے۔

سحر اور نظر بد سے حفاظت

معوذتین (آخری دوسورتوں) کے منافع اور برکات اور سب لوگوں کو ان کی حاجت وضرورت ایسی ہے کہ کوئی انسان اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں سورتوں کو سحر اور نظر بد اور تمام آفات جسمانی وروحانی دور کرنے میں تاثیر عظیم ہے (معارف القرآن)

علماء ومشائخ سے منقول چند آسان وظائف

سورۂ قریش کی فضیلت وفوائد:

ابوالحسن قزوینیؒ نے فرمایا کہ جس شخص کو کسی دشمن یا اور کسی مصیبت کا خوف ہو اس کیلئے لایلاف قریش کا پڑھنا امان ہے۔ اس کو امام جزریؒ نے نقل کر کے فرمایا کہ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں اس کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ مجھے میرے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے خوف وخطر کے وقت اس سورۂ کے پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہر بلا ومصیبت کے دفع کرنے کیلئے اس کی قرأت مجرب ہے۔ حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے۔ (معارف القرآن)

ہجوم وافکار کے وقت

مشائخ وعلماء نے حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل پڑھنے کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبہ ایمان واعتقاد کے ساتھ پڑھا جائے اور دعا مانگی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔ ہجوم وافکار کے وقت حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا پڑھنا مجرب ہے۔ (معارف القرآن)

مشکل کے حل کے لئے

کسی مشکل کو حل کرنے کیلئے اس آیت قرآن وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا۔ لا مبدل لکلماتہ کی تلاوت ایک مجرب نسخہ ہے۔ (معارف القرآن)

رفع پریشانی کے لئے

فرمایا کہ اگر کوئی سخت مرض یا پریشانی ہو تو پانچ سو بار یاارحم الراحمین پڑھ کر دعا کرنا چاہیے۔ (کشکول معرفت)

''مجالس ابرار'' سے بعض اہم مقاصد کیلئے وظائف قارئین کیلئے پیش خدمت ہیں۔

مرض سے شفاء کے لئے

فرمایا کہ ہر مریض کی شفا کے لئے یا سلام ۱۳۱ مرتبہ اول آخر درود شریف ۱۱، ۱۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرنا اور دعا کرنا کہ اے خدا اس نام پاک ''یا سلام'' کی برکت سے جملہ

امراض سے سلامتی عطا فرما۔ مجرب ہے۔ (مجالس ابرار)

طویل بیماری کے لئے

فرمایا کہ اگر بیماری طویل بھی ہو۔ تب بھی الحمد شریف کی کثرت سے تلاوت کر کے پانی پر دم کر کے پلانا بہت مفید ہے۔

مصائب سے بچنے کے لئے

مصائب میں یاحی یاقیوم برحمتک استغیث کثرت سے پڑھے اور حق تعالٰی کے مالک، حاکم، حکیم، ناصر اور ولی ہونے کو سوچا کرے۔ پھر کیا غم۔

؎ جو غم کیساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

نافرمان اولاد و بیوی کے لئے

فرمایا اگر اولاد نافرمان ہو یا بیوی نافرمان ہو یا شوہر ظالم ہو یا کسی ملازم کا افسر ظالم ہو یا کوئی محلہ کا دشمن ستارہا ہو تو یہ وظیفہ نہایت مجرب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کرایہ دار شرارت کر رہا ہو تو بھی یہی پڑھے۔ ۴۰ دن بعد نماز عشاء دوسو مرتبہ پڑھے۔ اول آخر درود شریف ۱۱، ۱۱ مرتبہ پڑھے پھر بعد چلہ صرف ۲۱ مرتبہ ہر روز پڑھ لیا کرے۔ وظیفہ یہ ہے:
یامقلب القلوب والبصار یاخالق اللیل والنصار یاعزیز یالطیف یاغفار۔

مشکلات کے حل کے لئے

جملہ مہمات اور مشکلات کیلئے حسبنا اللہ ونعم الوکیل ایک سو گیارہ مرتبہ اول آخر ۱۱ بار درود شریف کیساتھ پڑھ کر دعا کر لیا کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمل کی بہت تعریف لکھی ہے۔

حق طلب کرنے کے لئے

اپنا حق طلب کرتے وقت صاحب معاملہ کے سامنے جب جائے تو یاسبوح یاقدوس یاغفور یاودود پڑھ کر جائے اور سامنے بھی آہستہ آہستہ پڑھتا رہے۔ کرایہ لینے جائے یا جس سے کام ہو اس کے سامنے اس کو پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا دل نرم ہو جائیگا۔

ایذاء دشمن سے حفاظت کے لئے

فرمایا کہ جب دشمن ستارہا ہو تو اس کی ایذا سے حفاظت کی نیت سے یا قابض بعد

نماز مغرب ۲۱ مرتبہ پڑھ کر دعا کر لیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ مغلوب ہو جائیگا۔

برائے مقدمہ:

فرمایا کہ جس پر مقدمہ دائر ہو وہ یا حفیظ کثرت سے پڑھے اور جو خود کسی پر مقدمہ دائر کرے تو یا لطیف کی کثرت کرے۔

امتحان میں کامیابی کے لئے

فرمایا یا ناصر ۲۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھے تو اول نمبر پاس ہونے کا مجرب وظیفہ ہے مگر محنت سے علم میں غفلت نہ کرے۔ تدبیر کرنا بھی ضروری ہے۔

ہر مشکل کے حل کے لئے

فرمایا کہ ہر مشکل کے حل کیلئے یا لطیف ۱۱۱۱ مرتبہ ۴۰ دن پڑھیں۔ اور اول آخر درود شریف ۱۱۱۱ بار پڑھیں۔

اولاد نرینہ کے لئے

فرمایا کہ اولاد نرینہ (لڑکا) ہونے کیلئے رب ھب لی ولیا ۱۰۵ مرتبہ ایک نماز کے بعد یا ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کریں۔

تنگی رزق کے لئے

فرمایا رزق کی تنگی دفع کرنے کیلئے ۳۰۸ مرتبہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ لیا کریں۔

گمشدہ کی بازیابی کے لئے

فرمایا کہ گم شدہ چیز یا جانور یا انسان کی واپسی کیلئے یہ وظیفہ مجرب ہے۔ حضرت اقدس ڈاکٹر مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو عطا فرمایا تھا۔ ۲ رکعت نماز حاجت پڑھ کر پھر سورۂ اخلاص ۵ مرتبہ مع سورۂ فاتحہ اول آخر درود شریف پڑھے پھر یا حی یا قیوم ۵۰۰ مرتبہ پڑھے اور دعا کرے۔

برائے سنگین مقدمہ

فرمایا کہ سنگین مقدمہ میں جو پھنس گیا ہو وہ دشمن یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم ایک لاکھ

اکیاون ہزار (۵۱،۰۰۰) صاف کپڑے پہن کر عطر لگا کر پڑھے۔ نہ وقت کی قید نہ عمر کی قید نہ مرد اور نہ عورت کی قید۔ ایک جوڑا کپڑا اس کیلئے الگ رکھے۔ یہ عمل برائے سنگین مقدمہ مجرب ہے۔

علاج نظر بد

فرمایا نظر بد کا علاج مجرب ہے۔ جس پر نظر لگی ہو۔ سات سرخ مرچوں پر وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم سے الا ذکر للعالمین تک ۷ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ یا الگ الگ مرچ پر ایک ایک بار پڑھ کر دم کریں پھر ایک ایک مرچ کو اس کے جسم سے یعنی سر سے پیر تک دونوں طرف لگا کر آگ میں جلادیں۔ اگر دھانس آنے لگے تو سمجھ لیجئے کہ نظر اتر گئی۔ (مجالس ابرار)

لڑکیوں کے رشتے کے لئے

فرمایا لڑکیوں کے رشتہ کیلئے یالطیف یاودود ۱۱۱۱ مرتبہ پڑھیں۔ ۴۰ دن کا عمل بار بار کریں۔ (مجالس ابرار)

جس لڑکے یا لڑکی کا رشتہ نہ ہوتا ہو، وہ روزانہ ایک مرتبہ سورۂ مریم پڑھ لیا کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرلیا کرے کہ یا اللہ! اپنے فضل سے مجھے نیک رشتہ عطا فرما۔ چالیس دن تک یہ عمل کرلے۔ تو انشاء اللہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کیلئے رشتہ عطا فرمادیتے ہیں۔ اگر چالیس دن تک یہ عمل کرنے کے بعد بھی رشتہ نہ ہو تو پھر دوسرا چلہ شروع کردے۔ اور اگر اس میں بھی کام نہ ہو تو تیسرا چلہ شروع کردے۔ تین چار چلوں کے بعد انشاء اللہ ضرور رشتہ طے ہو جائیگا۔ (اصلاحی بیانات)

تنبیہ: مختلف حاجات اور پریشانیوں کے دور کرنے کیلئے جو اوراد بتائے جاتے ہیں۔ دراصل ان کے ذریعے پریشان حال کی توجہ اور دھیان کو مالک حقیقی کی طرف موڑنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ جس ذات نے یہ تکالیف بھیجی ہیں ان کو دور بھی وہی کرے گا۔ جب اس ذات کی طرف ان اوراد کے ذریعے دھیان پیدا ہوگا تو اللہ سے تعلق قائم ہو جائیگا۔ تعلق مع

اللہ وہ دولت ہے جس کے بعد کوئی پریشانی باقی نہیں رہتی۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خط میں لکھا کہ حضرت! فلاں بات کی وجہ سے سخت پریشانی ہے۔ جواب میں حضرت والا نے یہ جملہ لکھا کہ "جس شخص کا اللہ جل شانہ سے تعلق ہو، اس کا پریشانی سے کیا تعلق"۔ یعنی پریشانی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق مضبوط نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق مضبوط ہو تو پھر پریشانی آنے کی مجال نہیں۔ (اصلاحی خطبات ج ۷)

اسی طرح افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر آسمان قوس ہو اور حوادث تیر ہوں اور خدا تعالیٰ تیرانداز ہوں تو بچ کر کہاں جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرانداز سے قریب ہو جائے کہ تیر دور والے پر چلاتے ہیں۔ افلاطون نے کہا بے شک آپ نبی ہیں۔ کیونکہ یہ جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ خدا کے ان لشکروں (مصیبتوں اور پریشانیوں) سے اگر بچنا چاہے تو خدا کا قرب حاصل کرے۔ (مفاسد گناہ)

لہٰذا ان اوراد و وظائف کے ذریعے اللہ کا دھیان اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور بطور پرہیز اللہ کی نافرمانیوں سے بچنے کا اہتمام کرے۔ پھر مصائب میں بھی یہ حال ہوگا۔

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم ۔۔۔ دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

دعا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ فرمائے اور مقدر میں جو تکالیف لکھی ہیں۔ اس وقت صبر و تحمل اور تسلیم و رضا کی شان عطا فرمائے آمین۔ اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کو تمام مسلمانوں کی تکالیف دور کرنے کا اور بندہ کی نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب ۵

مکتوبات اکابر

مکتوب نمبر-۱

زندگی سے بیزاری کیوں؟

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب عارفی قدس سرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے اجل خلفاء میں سے تھے اور آپ کے زبان وقلم نے دین کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے اپنے ایک متوسل کے خط کے جواب میں ان حضرات کی حالت پر ایک مکتوب تحریر فرمایا تھا کہ جو گوناگوں پریشانیوں کے سبب زندگی سے بیزار رہتے ہیں ۔یہ مکتوب چونکہ ہر مسلمان کیلئے انتہائی مفید ہے اس لئے ذیل میں ہم اس کو جزو کتاب بنانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

جواب مکتوب از عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفی قدس سرہ

محب محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۳۱ جنوری کا ۸ جنوری کو موصول ہوا۔

الحمدللہ بہتر ہوں آنکھ کا حال بھی بہتر ہے۔نزدیک ودور کا چشمہ مل گیا ہے لیکن ابھی لکھنے پڑھنے کی نہ صلاحیت ہے نہ اجازت ہے۔صحت وطاقت جو بہت گر گئی تھی الحمدللہ اب رفتہ رفتہ عود کر رہی ہے مگر اب بھی کافی اضمحلال ہے مگر مشاغل دیرینہ کے تقاضے بھی عود کر رہے ہیں اور بقدر ہمت ان کا حق ادا کرنا شروع کر دیا ہے دعا فرماتے رہیں۔آپ نے پچھلے خطوں میں بھی اور اس خط میں بھی پھر اس بات کا تکرار فرمایا ہے کہ

''زندہ ہوں مگر زندگی سے بیزار ہوں نیز یہ کہ شاد بائید زیستن ناشاد بائید زیستن۔

آپ کا یہ انقباض زندگی میرے مذاق حیات پر ہمیشہ گراں گزرتا ہے۔ اس کے متعلق پہلے خطوط میں اظہار خیال بھی کر چکا ہوں۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر یہ ایام زندگی شاق ہیں تو پھر اس کا تدارک کیا ہے؟ اگر شاید و باید زیستن اپنے اختیار میں نہیں تو۔ ناشاید باید زیستن بھی اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ مرگ بے ہنگام فانی وجہ تسکین ہو چکی۔

زندگی سے آپ گھبراتے ہیں گھبرایا کریں آپ زندگی سے ہزار بیزار ہیں مگر یہ زندگی مستعار اسی وقت ختم ہوگی جو اس کیلئے مقرر ہے لیکن اب سوچنا یہ ہے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

آخرت میں مرنے کے بعد چین ملنے کا کیا یقین ہے۔ اگر یقین ہے تو اس یقین کی بنیاد یہی تو ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے مگر انہوں نے اپنی مغفرت و رحمت کے لئے کچھ شرائط بھی تو مقرر کئے ہیں۔ کیا آپ کو یہ یقین ہے کہ وہ شرائط آپ نے کما حقہ پورے کر لئے ہیں یا محض گمان ہی گمان ہے؟ اس لئے ان شرائط کو پورا کرنے کیلئے اہتمام بلیغ کی ضرورت ہے اور وہ اہتمام اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ ذیل میں مذکور ہے اس لئے اپنی اس ذہنی حالت کو بدلئے اور مہلت یافتہ وقت کو غنیمت سمجھئے اور پھر۔

گر تو نمی پسندی تغیر کن قضارا

ایک بار لکھنو میں واقف لکھنوی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے فرمائش کی قبلہ کوئی ایسا شعر سنائیے جو آپ کی یاد کے ساتھ ہمیشہ یاد رہے تو انہوں نے یہ شعر سنایا۔

وابستہ تھے اسی سے سب لطف زندگی کے ☆ رخصت ہوئی جوانی کیا کریں گے جی کے

گویا اس شعر نے آپ کے مذاق زندگی کی ترجمانی کی یعنی آپ پیری میں بھی جوانی کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، اور جب وہ نصیب نہیں تو اس کے فقدان پر زندگی کو قابل عبرت سمجھتے ہیں اور میرا مذاق زندگی یہ ہے۔

ہر چند پیر خستہ و بس ناتواں شدم ☆ آنگہ نظر برروئے تو کردم جواں شدم

میں جو محسوس کرتا ہوں وہی بات عرض کروں گا آپ خواہ سمجھیں یا نہ سمجھیں میرا وجود میرے خالق حقیقی کی عطا ہے اوراس کے ساتھ ہر آن ان کی شان ربوبیت متصرف ہے یعنی وہ میرے وجود کے رب ہیں اور میں ہمہ وقت ان کی آغوش رحمت میں پرورش پا رہا ہوں اوراس عارضی حیات آخرت کیلئے جتنے لوازمات بشری ایمانی اورروحانی کی ضرورت ہے میرارب ہمہ وقت اس سے میری پرورش فرمارہا ہے۔ نابالغی کے زمانے تک اس نے اپنی شان پرورش کو ماں باپ کے ذریعہ سے پورا فرمایا۔ پھر بالغ ہونے سے تادم آخر براہ راست اپنی پرورش میں لے لیا کیونکہ اب اپنے حقیقی پرورش کرنے والے کا علم اور معرفت کیلئے فہم اور قابلیت بالغ ہونے لگتی ہے اور ایسا علم ومعرفت حاصل کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ الحمدللہ کھلی آنکھوں نظر آتا ہے کہ جسمانی پرورش کے لئے طرح طرح کے سامان مہیا فرمادیئے ہیں۔ راحت، عزت اور عافیت سب کا پورا پورا سرمایہ ہروقت موجود ہے۔ جب میں اپنی نادانی سے بد پرہیزی کر لیتا ہوں اور صحت کو نقصان پہنچالیتا ہوں تو اس کیلئے طبیب اور دواؤں کا انتظام موجود رہتا ہے۔ جب میں اپنے راحت کے سامانوں میں کوئی نقصان پہنچالیتا ہوں تو اس کی تلافی مافات بحسن وخوبی اپنے وقت پر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب میں اپنی روحانی اور ایمانی صحت کو اپنی غفلت کی وجہ سے نقصان پہنچالیتا ہوں تو اس کی تلافی کیلئے اپنے شان رحمت سے بہت سی تدبیریں بتادی ہیں اوران پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اوراس پر شفاء کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس طرح میری پرورش روحانی برابر ہورہی ہے۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے اور فطری وبشری ضعف ونقاہت معذورات کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کے انداز پرورش میں حسب ضرورت تغیر تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ یہ جسمانی انحطاط ایک فطری امر ہے اور بشریت کے لوازمات میں ہے اور جو آخر عمر تک اضافہ پذیر ہوتا رہتا ہے۔ لیکن بقائے قوت روحانی اور ایمانی جو حیات دینوی کے لئے بھی ضروری ہے اور حقیقتاً سرمایہ آخرت ہے۔ اس کے قائم کیلئے بھی اللہ تعالیٰ اپنی شان

ربوبیت کے ہر حال میں ہمارے لئے ہر ضروری چیز مہیا فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ جب جسمانی انحطاط پیدا ہوتا ہے تو بہت سے ظاہری اعمال یعنی فرائض وواجبات سے بھی ہم کو غیر مکلف بنادیا جاتا ہے۔ مگر باطنی اعمال کا اہتمام اور شدید وقوی کردیا جاتا ہے۔ اس لئے اس حیات دینوی میں خواہ کتنا ہی انحطاط اور ضعف جسم میں ہوجاتا ہے اعمال باطنی میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اعمال باطنی کیا ہیں؟

یہ وہ اعمال ہیں جن سے روح کو اور ایمان کو قوت پہنچتی ہے اور اپنے رب حقیقی کے شان ربوبیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اعظم الغایات جنت میں لے جانے کی صلاحیت اور قابلیت پیدا ہوتی ہے اور اس کا حاصل کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔ اعمال باطنی سے قبل یہ بات سمجھئے کہ اس وقت آخر عمر میں حالات زندگی کیا ہیں؟ یہی ہیں کہ دل کمزور، دماغ کمزور اور اعصاب کمزور، ہاضمہ کمزور، غرض کہ تمام اعضاء رئیسہ کمزور، طبیعت میں پستی ہمت اور طاقت کا فقدان اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف افکار اور پریشانیاں کچھ اپنا وجود قائم رکھنے کیلئے اور کچھ اپنے اعزہ اور احباب کے متعلق فکر واہتمام۔ اس کے علاوہ اپنے اور غیروں سے کچھ تلخیاں کچھ ناگواریاں، کچھ صدمات کچھ سانحات کے اثرات وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میری اس زندگی پر متصرف کون ہے؟ کس کی مشیت میرے ساتھ وابستہ ہے۔ میرے ہی پروردگار کی مشیت کارفرما ہے جو بہت ہی بڑے رحیم ورحمان ہیں اور حکیم علی الاطلاق ہیں جو میرے وجود کی پرورش فرمارہے ہیں۔ اب اس عمر میں جسمانی قوی کی پرورش اسی قدر کافی ہے کہ جب تک اس کی مشیت میرے جسمانی وجود قائم رکھنے کیلئے ہے۔ لیکن حیات آخرت کے لئے روحانی پرورش نہایت ضروری اور اشد ہے۔ اور یہ میری موجودہ جسمانی انحطاط کی حالت سب اسی روحانی قوت کی پرورش کا ساز وسامان ہے یعنی اسی پر احساس زندگی اور احساس بندگی منحصر ہے اور یہی عالم عالم عجز و نیاز ہے جبکہ مسلمان ایاک نعبدوایاک نستعین کا مصداق بنتا ہے۔ ایام جوانی میں جبکہ مجھ کو حیات روحانی کو قوی بنانے کے امکانات زیادہ تھے اور جسمانی طاعات وعبادات سے روح اور ایمان کو تقویت

پہنچائی جاسکتی تھی۔ وہ وقت میں نے بڑی غفلت سے بسر کیا اور نفس وشیطان سے مغلوب ہوکر اپنی روح اور ایمان کو ضعیف اور مضمحل کر ڈالا۔ روح اور ایمان کی بقاء وقوت سے ناواقف رہا۔ اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میرے پروردگار نے اسی حالت ضعیفی میں جن مجبوریوں میں اور معذورات میں مجھ کو مبتلا کیا ہے یہ کس قدر رحمت وشفقت کا معاملہ ہے جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جسمانی انحطاط تو قانون قدرت کے مطابق ہونا چاہیے تھا۔ روح میں ترقی وقوت یہ بھی تقاضائے فطرت ہے۔ کیونکہ یہ روح کی قوت وصحت سرمایہ آخرت ہے جو مقصود غایت کائنات حیات انسانی ہے۔ اب یہ اس زمانے میں جبکہ جسم میں انحطاط ہے اور اعمال جسمانی کے لئے معذورات ہیں تو پھر اعمال باطنی کی سخت ضرورت ہے تاکہ روح اپنی غذا قوت وبقاء حاصل کرسکے۔ یہی اعمال باطنی ہیں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ صبر وشکر استغفار وغیرہ۔

اب یہی شکر ہے کہ ابتداء ہی سے جس کا ادا کرنا ہم پر واجب ہے اور اس کا ہم نے ایام شباب میں اور آج تک حق ادا نہیں کیا اور ہماری روح اس غذائے خاص سے محروم ہی رہی۔ یہی صبر ہے جس کی اہمیت ہم نے کبھی نہ سمجھی اور ہمیشہ بے صبری اور حالات ابتلا میں شکوہ شکایت کی عادت رہی یہی استغفار ہے کہ جس کی اہمیت ہماری نظر میں کبھی نہیں ہوئی اور ہماری روح مختلف قسم کے معاصی سے مجروح اور مضمحل ہوتی رہی اب یہ وقت ہے ورنہ یقیناً انجام آخرت کے لحاظ سے خسران عظیم ہے۔ ان تمام امور کی اہمیت اور ضرورت روح کی پرورش کیلئے اس قدر اشد ہے کہ یہ تینوں امور ہم پر واجب کردیئے گئے ہیں۔ ان امور کی تفصیل زیادہ طویل ہوگی اس لئے مختصر بات یہ ہے کہ صبر وشکر اور استغفار کا مراقبہ اور استحضار دائماً والتزاماً کیا جائے تاکہ روح کی پرورش کی تکمیل ہو اور وہ اپنا مقام فطری حاصل کرے اور اگر یہ ہر وقت ممکن نہ ہو کچھ وقت مقرر کرکے ان امور کا استحضار وتکرار کیا جائے ان شاء اللہ جس قدر بھی اہتمام کیا جائے گا قلب اور روح کی صلاحتیں اور استعداد درست ہوں گی اور مقصود حیات حاصل ہوگا۔ مثلاً شکر کے مراقبے کیلئے یہ چند امور پیش نظر رکھیں۔ مثلاً

بغیر کسی استحقاق کے دولت اسلام وایمان کا حاصل ہونا۔ ماں باپ کے آغوش شفقت میں پرورش پانا علوم ظاہری کی تعلیم وتربیت ہونا ذریعہ معاش کا بقدر معاش آسانی سے میسر ہونا پھر اپنے اعضائے جسمانی کا صحیح اور درست ہونا اور اسی طرح ہزاروں نعمتیں جو ہمارے گردوپیش ہمہ وقت موجود رہی ہیں ان کا استحضار کرنا اور اپنے ماحول زندگی کا اکثروبیشتر حسب دلخواہ ہونا۔ اسی طرح امور صبر پر غور کیا جائے مثلاً اپنے جسم کی غیر اختیاری مجبوریاں، بیماریاں خاطر خواہ سامان راحت کا فقدان ماحول کے اثرات دوسروں کے معاملات میں ناگواریاں تلخیاں وغیرہ وغیرہ ان سب کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا اور صبر کرنے والوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ نے وعدے فرمائے ہیں اپنی معیت رحمتوں اور مغفرتوں کی بشارتوں ان کا طلب گار اور امید وار رہنا اور ان امور کو کفارہ سیئات اور رافع درجات ہونے کا یقین رکھنا۔ اسی طرح استغفار کو اپنا شعار زندگی بنانا، اپنی پچھلی زندگی میں جن غفلتوں معصیتوں، کوتاہیوں اور حق تلفیوں کا ارتکاب ہو چکا ہے ان کی تلافی مافات کا اہتمام کرنا اور جس کی تلافی ناممکن ہو اس کیلئے توبۃ النصوحہ اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت وپناہ مانگنا اللہ تعالیٰ سے دین ودنیا کے فتنوں سے انقلابات کے نقصانات سے ارضی سماوی آفات وحادثات، سانحات سے اور آفات ناگہانی سے پناہ مانگنا بھی سب عبادت ہے اور یہی سب کچھ سرمایہ آخرت ہے جس کے مہیا کرنے کیلئے ہم مکلف ہیں۔

ان اعمال باطنی کے ساتھ ساتھ اس ضعیفی کی حالت میں جس قدر بھی توفیق ہو اور جس قدر بھی تحمل ہو تو کچھ نوافل اور کچھ ذکر لسانی کا اہتمام رکھنا بھی ضروری ہے مسنونہ نمازیں تہجد، اشراق، چاشت، اوابین اور صلوٰۃ التسبیح، جس قدر آسانی سے تلاوت قرآن پاک ممکن ہو ورنہ جس قدر آیات قرآنی زبانی یاد ہوں ان کا ورد رکھنا بڑی سعادت کی بات ہے۔

اسی کے علاوہ ذکر لسانی تسبیحات مسنونہ، کثرت سے استغفار کثرت سے ورد کلمہ طیبہ اور درود شریف اور جب کبھی موقع ملے اپنی ضروریات اپنی احتیاج اور اپنی مشکلات اور اپنی پریشانیوں کے متعلق دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کی عادت ڈالی

جائے اور اپنے والدین، آباؤ اجداد اور اپنے دوست احباب جن کا انتقال ہو چکا ہے ان کیلئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام بھی التزاماً رکھا جائے۔ یہ بھی ادائے حق محبت کیلئے ہم پر واجب ہے اور یہی وقت مہلت جو ہم کو نصیب ہے یہ حق محبت ادا کر کے ہم کو سعادت اخروی حاصل کرنا ہے۔ ضعیفی اور انحطاط عمر کا زمانہ خود ایک ایسی حالت ہے کہ ایک مومن سراپا مورد رحمت الٰہی بن جاتا ہے ایسی حالت میں کہ جب کچھ نہ بن پڑے صرف معاصی سے بچتا رہے تو اس کا خاموش رہنا، معمولی ضروریات کیلئے چلتے پھرتے رہنا۔ یہاں تک کہ سوتے رہنا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ یہ لمحات بہت ہی مغتنم ہیں اور ہر لمحہ افزائش سرمایہ آخرت ہے۔ گو کماحقہ پورا نہ ہو پھر بھی قابل ہزار شکر ہے۔ اگر اس وقت کی ناقدری کی گئی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطور مہلت ہم کو عطا فرمایا ہے۔ حقیقتاً یہ بڑا کفران نعمت ہے اور خسران عظیم ہے۔ کیونکہ سمجھنے کی بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہیں اور ہمارے رحیم و کریم مربی ہیں۔ پھر یہ ہماری حالت شکستہ اور تکالیف جسمانی اور دماغی افکار و پریشانی جس میں ہم مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ مشیت الٰہیہ کا یہ فعل عبث تو نہیں ہے بلکہ یقیناً اور حقیقتاً یہ لمحات زندگی امور متذکرہ بالا ہی کے واسطے ہم کو عطا کئے گئے ہیں تاکہ ہمارا مقصود حیات اور روح کی صلاحیتوں کی تکمیل بدرجہ اتم ہو جائے تاکہ وہ حیات ابدی وسرمدی کیلئے سرمایہ خاص بن جائے۔ اس حقیقت کو جان لینے اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہر لمحہ حیات کو غنیمت اور اہم سمجھنا چاہیے اور صبر و شکر کے تقاضوں کو پورا کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رحم و کرم سے اس عمر کی اہمیت کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ کہ آخر وقت یعنی نزع کی حالت میں ہوش آنے کے بعد بندہ یوں کہتا ہے کہ رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین ۔لیکن اس وقت یہ تمنا بر ے کیلئے لاحاصل ہے۔ مگر ہم کو یہ مہلت دی گئی جو قابل ہزار شکر ہے۔ اس کو انعام الٰہی سمجھیں اور اس کا شکر کثرت سے ادا کرتے رہیں۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر ☆ زاں پیشتر کہ بانگ بر آمد فلاں نماند

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم واللہ المستعان

مکتوب نمبر-۲
پرسکون زندگی

(کراچی کے ایک صاحب اے. جی یو دو جکی نے مشاہیر عالم کے نام ایک مطبوعہ خط میں درخواست کی کہ وہ اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ انسان اس ابتر و پراگندہ دنیا میں پرسکون زندگی کیسے بسر کرسکتا ہے؟ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے نام بھی خط آیا اور اتفاق سے حضرت موصوف کے سامنے اس وقت آیا جب وہ پچھلے دنوں بمبئی سے کلکتہ کا سفر ہوائی جہاز میں کر رہے تھے۔ اس فرصت میں موصوف نے اس سوال کا جواب ایک خط کی شکل میں کراچی کے ان صاحب کو تحریر فرمایا۔ جسے ہم درج ذیل کرتے ہیں)۔

جواب مکتوب از حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم المقام! زید مجدکم السامی!

ہدیہ مسنونہ کے بعد عرض ہے کہ آپ کا گرامی نامہ دفتر دارالعلوم دیوبند میں موصول ہوا۔ میں اس دوران سفر میں تھا، سفر طویل ہوگیا اور آپ کا والا نامہ دیوبند ہوتا ہوا مجھے بمبئی میں ملا۔ وہاں بھی مصروفیات کے سبب جواب لکھنے کا موقعہ نہ ملا۔ اور کلکتہ روانگی ہوگئی۔ اس لئے آج کلکتے سے جواب عرض کر رہا ہوں۔ اور اس تاخیر جواب کی معافی چاہتا ہوں۔

آپ نے والا نامہ میں سوال فرمایا ہے کہ

"اس پریشان اور ابتر دنیا میں انسان کس طرح ایک خوش وخرم اور پرسکون زندگی بسر کرسکتا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ سوال اہم اور عموماً آج کے دکھی دلوں کی ایک عمومی پکار ہے اس

لئے حقیقتاً توجہ طلب ہے۔ لیکن یہ سوال جس قدر اہم اور پیچیدہ دکھائی دیتا ہے اسی قدر اپنے جواب کے لحاظ سے واضح اور صاف بھی ہے۔ جواب سامنے لانے کیلئے پہلے پریشانی اور ابتری کے معنی متعین کر لینے چاہئیں۔ تو اس سے بچنے کی صورت اور زندگی کے سکون کی راہ خود ہی متعین ہو جائے گی۔ لوگوں نے عموماً مصیبت و پریشانی دکھ درد بیماری، افلاس، تنگ دستی، جیل قید و بند، مار دھاڑ قتل و غارت، قحط وباء بلا وغیرہ کو سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ ان میں سے ایک چیز بھی مصیبت نہیں۔ یہ صرف واقعات اور حوادث ہیں۔ پریشانی اور مصیبت، درحقیقت ان سے دل کا اثر لینا، تشویش میں پڑنا، دل تنگ ہونا اور کرب و غم میں ڈوب جانا ہے۔

پس یہ چیزیں زیادہ سے زیادہ اسباب مصیبت کہلائی جاسکتی ہیں مصیبت نہیں کہی جاسکتیں۔ مصیبت قلب کی کیفیت، احساس اور تاثر کا نام ہوگا۔ جیل کی قید و بند کا نام مصیبت نہیں بلکہ اس سے دل میں پراگندگی اور گھٹن کا اثر آنا مصیبت ہے۔ افلاس و تہی دستی خود کوئی پریشانی نہیں بلکہ دل کا اس سے گھبرانا اور مضطرب ہونا پریشانی ہے۔ تپ و لرزہ یا ہیضہ و طاعون اور قحط و وباء مصیبت نہیں بلکہ دل کا ان سے کرب و بے چینی کا اثر لینا مصیبت ہے۔

پس مصیبت خود ہمارے دل کی کیفیت ہے۔ دنیا کے واقعات نہیں۔ اس لئے مصیبت کے خاتمہ کی یہ تدبیر کبھی معقول اور کارگر نہیں ہو سکتی کہ دنیا کے حوادث کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ جبکہ حوادث زمانہ نہ خود مصیبت ہیں اور نہ ہی ہمارے قبضے میں ہیں بلکہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ان حوادث کے پیش آنے پر قلبی تشویش و پراگندگی کا راستہ روک دیا جائے اور ان سے بجائے خلاف طبع ضیق و تشویش کا اثر لینے کے انہیں طبیعت کے موافق بنا لیا جائے۔ جس سے دل ان سے گھٹنے کے بجائے لذت لینے لگے تو ان میں سے نہ صرف مصیبت ہونے کی شان ہی نکل جائے گی بلکہ یہ امور قلبی راحتوں کا ذریعہ بن جائیں گے اور زندگی میں پریشانیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

آج کی دنیا زندگی کو پر سکون بنانے کے لئے ان حوادث زمانہ کو ختم کر دینے کی فکر میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن یہ چونکہ ایک ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش ہے جو کبھی شرمندہ وقوع نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جتنا جتنا یہ اوندھی تدبیر بڑھتی جائے گی اتنا ہی دنیا کی زندگی میں ابتری اور بے چینی کا اضافہ ہوتا رہے گا اور کبھی بھی پریشانیوں اور بے چینیوں کا خاتمہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آرہا ہے پس عالم کو بدل ڈالنے کی کوشش کا نام چین نہیں بلکہ خود اپنے کو بدل دینے کا نام سکھ اور چین ہے۔

اس کی سہل صورت ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ نظر کو ان حوادث سے ہٹا کر اس سرچشمہ کی طرف پھیر دیا جائے جہاں سے بن بن کر یہ اسباب، مصائب وآفات عالم پر اتر رہے ہیں اور وہ اللہ رب العزت کی ذات بابرکات ہے جس نے اس عالم کو اپنی لامحدود حکمتوں سے عالم اضداد بنایا ہے اور اس میں راحت وکلفت نعمت ومصیبت، حظ وکرب اور چین اور بے چینی دونوں کو سمو کر اس عالم کی تعمیر کی ہے اگر اس سے رشتہ محبت وعبودیت اور رابطہ رضا وتسلیم قائم کر لیا جائے جس کا نام ایمان ہے اور ریاضت ومشق سے اسے اپنا حال اور جوہر نفس بنا لیا جائے کہ اس کے ہر تصرف اور تقدیر پر ایمان واعتماد کلی میسر آجائے تو یہ محبت ہی ہر تلخ کو شیریں اور ہر ناگوار کو خوشگوار بنا دے گی جس سے قلب ان حوادث سے تشویش کا اثر نہیں لے سکے گا جو مصیبت کی روح ہے کہ۔

از محبت تلخہا شیریں بود

کیونکہ عاشق کے لئے محبوب کی طرف سے آئی ہوئی ہر چیز محبوب اور لذیذ ہوتی ہے۔ وہ محبوب کی بھیجی ہوئی تکلیف کو بھی اپنے حق میں یہ سمجھ کر راحت جانتا ہے کہ محبوب نے مجھے یاد تو کیا۔ وہ میری طرف متوجہ تو ہے اور مجھے قابل معاملہ تو سمجھا یہ تصور ہی اس مصیبت کو اس کیلئے لذت وراحت بنا دے گا۔ اور مصیبت، مصیبت نہ رہے گی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ مصیبت نام ہے خلاف طبع کا، اور خلاف طبع کو موافق طبع بنانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ عالم کی طبیعت کو بدلنے کے بجائے (جو بس کی بات نہیں)

اپنی طبیعت کو بدل دیا جائے اور اس کا رخ مصیبت سے پھیر کر مصیبت بھیجنے والے کی طرف کر دیا جائے کہ نظر مصیبت پر نہ رہے بلکہ خالق مصیبت کی توجہ وعنایت اور بے پایاں حکمت وتربیت پر ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ یقین بجز خدا کی ذات کو مانے ہوئے اور اس کے ہر ہر تصرف پر کلی اعتماد واطمینان کئے بغیر میسر نہیں آ سکتا۔ اس لئے مصائب کا خاتمہ خدا کے نام سے بھاگنے میں نہیں ہے بلکہ اس کی طرف لوٹنے میں ہے۔ یعنی آگے بڑھنے کی طرف نہیں بلکہ پیچھے ہٹنے میں ہے۔

اندریں صورت انسان جتنا بھی استیصال حوادث کی مہم میں لگا رہے گا، مصائب سے کبھی نجات نہ پا سکے گا۔ جس کا راز یہ ہے کہ وہ دفعیہ حوادث وآفات کی تدبیر کسی نہ کسی سبب ہی کے ذریعے کرے گا اور یہ سبب بھی جبکہ خود ایک حادثہ ہو گا جس میں منفعت کے ساتھ مضرت کا بھی کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہو گا۔ تو یہ دفع مصیبت بھی مصیبت سے خالی نہ ہو گا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ استیصال مصائب کے بجائے کچھ نہ کچھ اضافہ مصائب ہی ہو جائے گا اور ایک مصیبت اگر کسی حد تک ٹل بھی جائے گی تو دوسری مصیبت اسی آن اس کی جگہ لے لے گی۔

گر گریزی برامید راحتے ☆ ہم ازاں جا پیشت آید آفتے

لیکن اگر ان حوادث سے بالاتر ہو کر خالق حوادث سے قلب کا تعلق قائم کر لیا جائے تو ادھر سے علمی طور پر تو ان آفات ومصائب کی حکمتیں دل پر کھلیں گے جس سے یہ مصائب معقول اور برمحل محسوس ہونے لگیں گے اور ان سے اکتانے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو گی کہ قلب عقلاً غمگین ہو اور پھر عشق الٰہی کی سرشاری میں جبکہ ان حوادث کا ورود منشاء محبوب محسوس ہو گا تو اسے توجہ محبوب سمجھ کر یہ عاشق قلب میں عملاً ان آفات سے لذت وسرشاری کا اثر بھی لینے لگے اور آخر کار اس روحانی لذت وسرشاری میں محو ہو کر اسے فرصت ہی نہیں ملے گی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان آفات ومصائب کی طرف دھیان بھی کر سکے۔

اس لئے اس کے حق یں نعمت تو نعمت ہوئی، مصیبت اس سے بھی بڑھ کر نعمت ولذت بن جائے گی اور زندگی سے مصائب اور پریشانیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس راحت

حقیقتاً اسباب راحت میں نہیں بلکہ مسبب الاسباب سے سچے تعلق میں پنہاں ہے۔

ہیچ کنجے بے دو دو بے دام نیست ☆ جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

خلاصہ یہ ہے کہ راستے دو ہی ہیں۔ ایک مصائب سے دل تنگ ہو کر اسباب کے راستے سے ان کا مقابلہ اور استیصال کی فکر و سعی اور ایک مسبب الاسباب سے عشق کے ذریعے مصائب کو توجہ محبوب سمجھ کر ان پر دل سے راضی ہو جانا اور شیوۂ تسلیم و رضا اختیار کرنا۔ پہلا رستہ بندگان عقل (فلاسفہ) نے اختیار کیا تو ایک لمحہ کے لئے بھی مصائب سے نجات نہ پا سکے۔ نہ خود مطمئن ہوئے نہ کسی کو اطمینان دلا سکے۔ بلکہ خود مبتلا رہ کر پوری دنیا کو مبتلائے مصائب و آفات کر دیا۔ جس سے دنیا سے سکھ اور چین رخصت ہو گیا۔ اسباب راحت بڑھ گئے اور راحت رخصت ہو گئی۔

دوسرا راستہ بندگان خدا (انبیاء و اولیاء) نے اختیار کیا کہ حوادث عالم سے تنگدل ہونے کے بجائے انہیں توجہ حق اور منشاء الٰہی سمجھ کر ذریعہ راحت قلب بنایا تو تشویش و پریشانی ان کے قلب کے آس پاس بھی نہ بھٹک سکی۔ خود بھی مطمئن اور منشرح ہوئے۔ اور عالم میں بھی سکون و اطمینان کی لہریں دوڑا دیں۔ اس لئے ان کی اور ان کے متبعین کی زندگیوں سے ہمیشہ کیلئے مصیبتوں کا خاتمہ ہوا اور خوشی و خرمی ان کی زندگیوں کا عنوان بن گئی۔

الاان اولیآء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون .الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ لاتبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو الفوز العظیم.

بلاشبہ اولیاء الٰہی پر نہ خوف ہے نہ غم، جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔ ان کے لئے دنیا (زندگی) میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں۔ خوشی و خرمی کا یہی اٹل قانون ہمیشہ رہا ہے اور رہے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افلاطون حکیم نے سوال کیا تھا کہ اگر آسمان کو کمان فرض کر لیا جائے اور مصائب و آفات کو اس کمان سے چلنے والے تیر شمار کیا جائے اور خدا

کو تیر انداز مانا جائے تو ان مصائب سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟

عقل کا جواب تو مایوسی ہوتا کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ آدمی نہ آسمان کے دائرے سے باہر جا سکتا ہے نہ خدا کے احاطے سے باہر نکل سکتا ہے اس لئے لامحالہ اسے مصائب کے تیر کھانے ہی پڑیں گے۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ لیکن انبیاء فلاسفہ نہیں ہوتے کہ محسوسات میں گھری ہوئی محدود عقل کا سہارا پکڑ کر اپنے علم و عمل کے راستے محدود کرلیں۔ ان کا تعلق خالق عقل سے ہوتا ہے جو اپنے کمالات و تصرفات میں لامحدود ہے اور تعلق بھی محبت و عشق کا ہوتا ہے جو شش جہت سے بھی اوپر کی بات لاتا ہے۔

عقل گوید شش جہت راہیست حدے بیش نیست

عشق گوید ہست راہے بارہا من رفتہ ام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مصائب کے تیروں سے بچاؤ کی بہت آسان صورت ہے اور وہ یہ کہ آدمی تیر انداز کے پہلو میں آ کھڑا ہو، نہ تیر لگے گا نہ اثر کرے گا۔ اور پہلوئے خداوندی ذکر اللہ اور یاد حق ہے جس میں محو ہو کر آدمی اپنے کو کلیۃً خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور یہ محبت و تفویض ہی عاشق کا وہ کام ہے جس سے ہر تلخ اس کیلئے شیریں بن جاتا ہے اور اس کی صدا یہ ہو جاتی ہے کہ

ناخوش تو خوش بود بر جان من ☆ دل فدائے یار دل رنجان من

اور پھر اس کی تفویض اور جان سپاری کا عالم یہ ہو جاتا ہے کہ

زندہ کنی عطائے تو در بکشی فدائے تو ☆ دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

ظاہر ہے کہ اس لذت جان سپاری کے ہوئے مصائب و آفات کی مجال ہی کیا رہ جاتی ہے کہ وہ قلب عاشق کو بے چین کر سکیں یا اس میں ذرہ برابر پراگندگی اور تشویش پیدا کر سکیں۔ اس حالت میں قلب عاشق کی ہر تشویش و پراگندگی مبدل بہ سکون و اطمانیت ہو جاتی ہے جو لذت و راحت کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اور اب اگر اس میں کوئی خلش و تشویش ہو سکتی ہے تو اندیشہ فراق محبوب کی تو ہو سکتی ہے ورنہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی تشویش و پریشانی سے

آلودہ نہیں رہ سکتا۔

اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بندہ عقل کو کبھی قلبی راحت نہیں مل سکتی اور بندہ خدا کو کبھی قلبی پریشانی نہیں ہوسکتی۔

الابذکر اللہ تطمئن القلوب۔ آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔

مغروران عقل تجویز کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو ہمیشہ نامراد رہتے ہیں۔ اور خاکسار ان حق تفویض کی راہ چلتے ہیں تو ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔

پس دنیا والوں کی انتہائی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسباب راحت کو راحت، اور اسباب مصیبت کو مصیبت سمجھ رکھا ہے۔ اس لئے دنیا کو اسباب وسائل سے بھرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہی راستہ زندگی کی تشویشات اور بے چینیوں کا ہے جس میں ایک لمحہ کیلئے بھی راحت میسر نہیں آسکتی۔ وہ اس راہ سے جتنا بھی حصول راحت اور دفعیہ مصائب کی جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اتنا ہی راحت سے دور اور قلبی سکون سے بعید تر ہوتے چلے جائیں گے۔

حصول راحت کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے لوٹ کر اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف اور رابطہ قوی کیا جائے۔ اور اسی سچے رب کا سہارا پکڑا جائے جسے چھوڑ کر ہم بہت آگے نکل آئے ہیں۔ ورنہ زندگی کے پر سکون ہونے کا اور کوئی راستہ نہیں۔ نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔

اس لئے آج کی پریشان حال اور ابتر دنیا اگر فی الحقیقت ایک خوش وخرم اور پرسکون زندگی چاہتی ہے تو اپنا رخ بدلے اور بم چلانے، ایٹم بم بنانے چاند پر جانے اور سیارات چھوڑنے میں راحت وسکون تلاش کرنے کے بجائے خداوند کریم کی بارگاہ کی طرف توجہ کرے اور اس کے بھیجے ہوئے مستند قانون کو اپنا کر راہ عبودیت اختیار کرے کہ اس بارگاہ سے نہ کبھی کوئی مایوس لوٹا ہے نہ لوٹے گا۔ اور اس سے کٹ کر نہ کبھی کوئی کامیاب ہوا ہے نہ ہوگا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ☆ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ مادرگہ نومیدی نیست ☆ صد بار گر توبہ شکستی باز آ